عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار،
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

7

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار،
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

از:

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

جلد ۷

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ، ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ • مُلتان

قال تعالیٰ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

چوں در کریمہ صدر قولہ تیلو و یعلمکم الکتب بر فضل علم نظم و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال با وضح بیان ست و از انجا کہ و بعد تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار است از علم دین نیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب این فن خاص شانے ست لکن از علو قش محتاج تبیان ست بناء علیہ این شرح اردو کہ معنون بنام

کلید مثنوی

عنوان ست فی این ربع اول دفتر سوم از آں ست ز الفاظ و عبارت مولوی شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشاں بجائے صاحب معانی یعنی مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) در وصل متن را چناں حل کردہ کہ غایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان ست و جابجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ کہ مطرز فنان و منشط اذہان ست ہم در مطاویش سپردہ حسب فرمائش

محمد عثمان تاجر کتب مالک کتب خانہ اشرفیہ دہلی

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر
حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید دفتر ثالث کلید مثنوی

از حضرت قبلہ وکعبہ مولانا المولوی الحاج القاری الشاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی

بعد حمد اللہ فیسامی الہدی — ثم تسلیم علی خیر الوری
تم من فیض الجلال المعنوی — شرح ثانی الشد من ذا المثنوی
مرحبا شیر بخ بخ یا حبیب — حزتما من شرحنا وفی النصیب
فاشرحا الثالث بجد واجتہاد — طالبین العون من رب العباد
ہکذا اما بعدہ باقی السطور — نور نور فوق نور فوق نور ع

ع - فی اتیان لفظ النور اربع مرة اشارة الی ان عدد ہذہ الدفاتر التی شرحت بہذا الطرز اربع من الثانی الی الخامس
وفی نسخة اشارة الی کون کل الدفاتر ستة ۱۲ منہ مد ظلہم

ربع اول از دفتر سوم مثنوی معنوی موسوم بہ کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح حبیبی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار — این سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار

برکشا گنجینۂ اسرار را — در سوم دفتر بہل اعذار را

قوتت از قوت حق مے زہد — نز عروقے کز حرارت می جہد

این چراغ شمس کو روشن بود — نز فتیلہ و پنبہ و روغن بود

سقف گردوں کو چنیں دائم بود — نز طناب و استنے قائم بود

قوت جبریل از مطبخ نبود — بود از دیدار خلاق ودود

ہم چنیں این قوت ابدال حق — ہم ز حق دان نز طعام و نز طبق

جسم شاں را ہم ز نور اسرشتہ اند — تا ز روح و از ملک بگذشتہ اند

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل — بر تو آتش شد گلستاں چوں خلیل

گردد آتش بر تو ہم بردا سلام — ای عناصر مر مزاجت را غلام

ہر مزاجے را عناصر مایہ است — این مزاجت برتر از ہر پایہ است

این مزاجت در جہان منبسط — وصف وحدت را کنون شد ملتقط

ای دریغا عرصۂ افہام خلق — سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

ای ضیاء الحق بحذق رای تو — حلق بخشد سنگ را حلوای تو

کوه طور اندر تجلی حلق یافت ۔ تا کہ مے نوشید و می را بر نتافت

صَارَ دَکًّا مِنْہُ وَانْشَقَّ الْجَبَلُ ۔ ھَلْ رَاَیْتُمْ مِنْ جَبَلٍ رَقْصَ الْجَمَلْ

لقمہ بخشی آید از ہر کس بہ کس ۔ حلق بخشی کار یزدانست و بس

حلق بخشد جسم را و روح را ۔ حلق بخشد بہر ہر عضوے جدا

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی ۔ از دغا و از دغل خالی شوی

تا نہ گوئی سر سلطاں را بکس ۔ تا نہ ریزی قند را پیش مگس

گوش آنکس نوشد اسرار جلال ۔ کو چو سوسن صد زبان افتاد لال

حلق بخشد خاک را لطف خدا ۔ تا خورد آب و بروید صد گیا

باز حیواں را بہ بخشد حلق و لب ۔ تا گیاہش را خورد اندر طلب

چوں گیاہش خورد حیواں گشت زفت ۔ گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت

باز خاک آمد شد اکالِ بشر ۔ چوں جدا شد از بشر روح و بصر

ذرہا دیدم دہاں شاں جملہ باز ۔ گر بگویم خورد شاں گردد دراز

برگہا را برگ از انعامِ او ۔ دایگاں را دایہ لطفِ عامِ او

رزقہا را رزقہا او می دہد ۔ زانکہ گندم بے غذائے کے زہد

نیست شرح ایں سخن را منتہے ۔ پارہ گفتم بداں زاں پارہا

جمله عالم آکل و ماکول دان | باقیان را مقبل و مقبول دان

این جهان و ساکنانش منتشر | وان جهان و ساکنانش مستمر

این جهان و عاشقانش منقطع | اهل آن عالم مخلد مجتمع

پس کریم آنست کو خود را دهد | آب حیوانی که ماند تا ابد

باقیات الصالحات آمد کریم | رسته از صد آفت و اخطار و بیم

گر هزاراند یک تن بیش نیست | چون خیالات عدد اندیش نیست

آکل و ماکول را حلق است و نای | غالب و مغلوب را عقل است و رای

حلق بخشید او عصای عدل را | خورد او چندان عصا و حبل را

واندرو افزون نشد زان جمله اکل | زانکه حیوانی نبودش اکل و شکل

مر یقین را چون عصا هم حلق داد | تا بخورد او هر خیالاتی که زاد

پس معانی را چو اعیان حلقهاست | رازق حلق معانی هم خداست

پس ز ماهی تا به مه از خلق نیست | که بجذب مایه او را حلق نیست

حلق نفس از وسوسه خالی شود | میهمان وحی اجلالی شود

حلق جان از فکر تن خالی شود | وانگهی روزیش اجلالی شود

حلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر | یافت او بی هضم معده رزق بکر

شرط تبدیل مزاج آمد بداں — کز مزاج بد بود مرگ بداں

چوں مزاج آدمی گل خوار شد — زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد

چوں مزاج زشت آں تبدیل یافت — رفت زشتی وز رخش چوں شمع تافت

دایۂ کو شیرخوارہ طفل را — تا ز نعمت ہا کند او را غذا

دایۂ کو طفل شیرآموز را — تا بہ نعمت خوش کند بدپوز را

گر ببندد راہ یک پستاں برو — برگشاید راہ صد بستاں برو

زانکہ پستاں شد حجاب آں ضعیف — از ہزاراں نعمت و خواں و رغیف

پس حیات ماست موقوف فطام — اندک اندک جہد کن تم الکلام

چوں جنیں بد آدمی خوں بد غذا — از نجس مومن برد پاکے کذا

چوں جنیں بد آدمی خوں خوار بود — بود او را بود از خوں تار و پود

از فطام خوں غذایش شیر شد — وز فطام شیر لقمہ گیر شد

وز فطام لقمہ لقمانے شود — طالب مطلوب پنہانے شود

گر جنیں را کس بگفتے در رحم — ہست بیروں عالمے بس منتظم

یک زمینے خرمے با عرض و طول — اندرو بس نعمت و بیحد اکول

کوہ ہا و بحر ہا و دشت ہا — بوستاں ہا باغ ہا و کشت ہا

آسمانی بس بلند و پر ضیا — آفتاب و ماهتاب و صد سها

از شمال و از جنوب و از دبور — باغها دارد عروسیها و سور

در صفت ناید عجایبهای آن — تو درین ظلمت چه‌ای در امتحان

خون خوری در چارمیخ تنگنا — در میان حبس و انجاس و عنا

او بحکم حال خود منکر بدی — زین رسالت معرض و کافر شدی

کاین محالست و فریبست و غرور — زانکه وهم کور زین معنی ست دور

جنس چیزی چون ندید ادراک او — نشنود ادراک منکرناک او

همچنانکه خلق عام اندر جهان — زان جهان ابدال می‌گویندشان

کین جهان چاهیست بس تاریک و تنگ — هست بیرون عالمی بی بو و رنگ

هیچ در گوش کسی زایشان نرفت — کاین طمع آمد حجاب ژرف و زفت

گوش را بندد طمع از استماع — چشم را بندد غرض از اطلاع

همچنانکه آن جنین را طمع خون — کان غذای اوست در اوطان دون

از حدیث این جهان محجوب کرد — خون تن را بر دلش محجوب کرد

زین همه انواع نعمت ماند فرد — غیر خون او می نداند چاشت خورد

مر ترا هم طمع خوشی این جهان — شد حجاب آن خوشی جاودان

طمع ذوق ایں حیات پر غرور	از حیات راستینت کرد دور
پس طمع کورت کند نیکو بداں	بر تو پوشاند یقیں را بے گماں
حق ترا باطل نماید از طمع	در تو صد کوری فزاید از طمع
از طمع بیزار شو چوں راستاں	تا نہی پا بر سر آں آستاں
کاندراں در چوں درآئی وارہی	از غم و شادی قدم بیروں نہی
چشم جانت روشن و حق بیں شود	بے ظلام کفر نور دیں شود
پند پیراں را پذیرا شو بجاں	تا رہی از خوف و مانی در اماں
بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں	تا بیابی در حقیقت نور آں

اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر بھی معرض اظہار میں لائیے اسلیئے کہ تثلیث سنت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ ایک مضمون کو تین بار بیان فرماتے تھے کبھی ایک ہی عنوان سے جبکہ اختلال فی السماع کا اندیشہ ہو۔ اور کبھی عنوان بدلکر جبکہ اختلال فی الفہم محتمل ہو اور ہر دو صورت میں تمکین فی اذہان السامعین بھی مقصود ہوتی تھی پس آپ نے مضمون توحید و اصلاح روح و ضرورت شیخ کو دو بار تو مختلف عنوانوں سے ہر دو دفتر سابق میں بیان فرمادیا ہے تیسری بار تیسرے عنوان سے اور بیان فرمادیجئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور یہ مضامین عالیہ اچھی طرح سمجھ میں آکر اذہان میں راسخ ہو جائیں آپکو جو کچھ عذر ہوں سبکو چھوڑ دیجئے اور تیسرے دفتر میں اسرار کا خزانہ کھول دیجئے اعذار آپکو مغلوب نہیں کرسکتے بلکہ آپ اعذار کو مغلوب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی قوت قوت الٰہیہ ہے جو آپ کو حق سبحانہ کیطرف سے عطا ہوئی ہے اور وہ قوت نہیں جو ان رگوں کی مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے جو حرارت سے متحرک ہوتی ہیں کہ آپ اعذار سے مغلوب ہو سکیں کسی پابند اسباب ظاہر کو شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ مشار قوت تو عروق

ہی ہیں پھر کوئی ایسی قوت کیونکر ہو سکتی ہے جسکا منشا عروق نہ ہوں کیونکہ مسببات کے لیئے دو قسم کے اسباب ہوتے ہیں اولاً اسباب ظاہرہ عادیہ دوم اسباب مخفیہ غیر عادیہ چنانچہ نظائر اور مثالیں اسپر شاہد ہیں جن سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی مثلاً چراغ کی روشنی مسبب ہے تیل بتی وغیرہ سے مگر آفتاب کی روشنی کے لیئے نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی علیٰ ہذا سقف خیمہ وغیرہ ستونوں اور رسیوں سے قائم ہوتی ہے لیکن سقف فلک کے لیئے نہ ستون کی ضرورت ہے نہ رسی کی حاجت خود قوت ہی کو لو جبرئیل کو حق سبحانہ نے شدید القویٰ ذو مرہ فرمایا ہے حالانکہ اُن کی قوت کھانے پینے اور رگ و ریشہ سے مستفاد نہیں بلکہ وہ ایسی دیدار حق سبحانہ سے مستفاد ہیں جو ان کی استعداد کے مناسب ہے بس یوں ہی ابدال و دیگر اہل اثر کی قوت بھی حق سبحانہ سے مستفاد ہے نہ کہ کھانے پینے وغیرہ سے لگر منشا اس اشتباہ کا یہ ہو کہ تم اُن کے اجسام کو اپنے اجسام کے مماثل دیکھ رہے ہو لہذا ان کی قوت کو بھی اپنی قوت پر قیاس کرتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اسلیئے کہ اُن کے اجسام تمہارے اجسام سے گو دیکھنے میں مشابہ معلوم ہوں مگر حقیقت میں مماثل نہیں کیونکہ ان کے رگ و ریشہ میں نور پیوست ہو گیا ہے اسلیئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے جسم کا خمیر نور سے ہوا ہے حتیٰ کہ ان کے اجسام لطافت معنویہ میں دیگر اشخاص کی ارواح سے اور فرشتوں کی اجسام سے بھی بڑھ گئے ہیں پھر تم کو ان سے کیا نسبت اور تمہارا انکو اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں تک صحیح ہے۔ اب دفع دخل مقدر سے فارغ ہو کر پھر حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں، آپ تو حق سبحانہ کے اوصاف سے موصوف اور متخلق باخلاق اللہ ہیں آپ معمولی اعذار سے کیا متاثر ہوتے ہیں کیونکہ آپ تو بڑے بڑے عوارض سے بھی متاثر نہیں ہوتے دیکھو آتش شہوات و غضب کس قدر تیز ہے مگر خلیل اللہ کی طرح آپ کے لیئے گلستان اور ٹھنڈی اور غیر مضر بنگئی کیوں نہ ہو کہ یہ آتش ناشی ہے عناصر سے پس جسپر عناصر غالب ہوں گے اس کے لیئے یہ آتش بھی مضر ہو گی اور جس کے عناصر مغلوب ہوں گے اُس کے لیئے یہ آتش بھی غیر مضر ہو گی چنانچہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں پھر یہ آتش آپکو کیا مضر ہو سکتی ہے آپ کا مزاج تو ایک نرالا مزاج ہے کیونکہ تمام مزاجوں کا مادہ عناصر اربعہ ہیں لیکن آپ کا مزاج سب سے فائق ہے کہ اُسکا مادہ عناصر نہیں بلکہ اس عالم فراخ میں آپ کے مزاج نے بوجہ تخلق باخلاق اللہ کے صفت اتحاد بحق سبحانہ حاصل کر لی ہے جس سے آپ کو مزاج خاص حاصل ہوا ہے جسمیں عناصر کو دخل نہیں جس کی بنا پر جسطرح عناصر حق سبحانہ کے لیئے مغلوب و مقہور ہیں یونہی وہ عناصر آپ کے مزاج کے بھی مغلوب و مقہور ہوں گے پس اب وہ

شبہ مندفع ہو گیا جو ہمارے اس قول پر وارد ہو سکتا تھا کہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں لیکن افسوس کہ مخلوق کی افہام کا میدان نہایت تنگ ہے کہ آپ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اور خواہ مخواہ کے شبہات پیدا کرتے ہیں بات یہ ہے کہ ارواح مخلوق کے لیے اس غذا کے مناسب حلق طبعی نہیں کہ یہ غذائے ادراک حقیقت ان کے اندر پہونچ سکے لیکن اے ضیاء الحق والدین آپ کے مہارت نادرہ کمال کے سبب یہ حلوائے شیریں یعنی معرفت حقیقت حال پتھر میں بھی حلق پیدا کر سکتا ہے اور پتھر کے اندر بھی یہ غذا پہونچکر اسکو آپ کی حقیقت حال سے واقف کر سکتی ہے یہ تو پھر بھی انسان ہیں اور گونہ استعداد رکھتے ہیں پس اگر آپ چاہیں تو ان کا آگاہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ میرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ میں اس دعوی پر دلیل رکھتا ہوں دیکھو کوہ طور پتھر ہی تو تھا مگر تجلی کے لیے اس میں حلق پیدا ہو گیا تھا کہ اس نے وہ شراب تجلی پی لی اور اتنی پی کر برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا بھلا بتلاؤ کہیں تم نے پتھر کو بھی اونٹ کیطرح ۔۔ دیکھا ہے ہرگز نہیں پھر کوہ طور کی یہ حالت کیسے ہو گئی کیا وہ شراب پیئے بغیر ہو گئی ہرگز نہیں پھر کیا شراب کے مناسب حلق پیدا ہو گیا تھا اور خدا نے پیدا کر دیا تھا اس کے ساتھ ایک مقدمہ اور شامل کرو جو ماسبق سے معلوم ہو چکا ہے وہ یہ کہ ممدوح الصدر متصف باوصاف حق سبحانہ اور متخلق بخلق بندۂ اللہ اصطلاحیہ ہیں اور تصرف میں جارحۂ حق سبحانہ ہیں اس کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا کہ ممدوح الصدر پتھر میں حلق پیدا کر سکتے ہیں اس کے بعد مولانا دوسرے مضمون کیطرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر شخص دوسرے شخص کو کھانا دے سکتا ہے مگر حلق نہیں دے سکتا حلق صرف حق سبحانہ عطا کر سکتے ہیں کبھی بواسطہ جارحہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور کبھی بلا واسطہ جیسا کہ آگے مذکور ہوگا

ف یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اسکو تسلیم کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا دیتا ہے نیز یہ بھی مانا گیا ہے کہ مولانا حسام الدین حلق دے سکتے ہیں اور کھانا دینا اور حلق دینا حقیقۃً دونوں فعل حق سبحانہ کے ہیں پس اگر بالنظر الی الحقیقت عباد سے اس کی نفی کی جائے تو دونوں منفی ہوں گے اور اگر بالنظر الی الظاہر عباد کے لیے انکو ثابت کیا جائے تو دونوں ثابت ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بندوں کے لیے ثابت کیا گیا اور دوسرے کو عباد سے نفی کر کے ذات حق سبحانہ میں منحصر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعطاء طعام میں قدرت و اختیار عبد کو دخل ہے گو وہ قدرت و اختیار بھی موہوب من اللہ ہے اسلیے اسکو بندوں کے لیے ثابت کیا گیا۔ اور اعطائے حلق میں قدرت و اختیار عبد کو دخل نہیں

بلکہ ہاں محض قدرت الٰہیہ کام کرتی ہے اگرچہ ظہور اس فعل کا عبد کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے اسکو
عبد سے اتنا تعلق نہیں جتنا کہ اعطائے طعام کو لہٰذا اسکو اس سے نفی کیا گیا اور صرف حق سبحانہ کے لیے
ثابت کیا گیا میں محض تقریب فہم کے لیے اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں گو یہ حقیقی مثال نہیں
کیونکہ حق سبحانہ مثال سے منزہ ہیں وللہ المثل الاعلے۔ مثلاً ایک آدمی ایک وقت پیدل چلتا ہے
اور دوسرے وقت ریل میں سفر کرتا ہے پہلی صورت میں وہ اپنی قوت سے جا رہا ہے اور دوسری
صورت میں انجن کی قوت سے اس صورت میں یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ آدمی ایک گھنٹہ میں چالیس میل
سفر کر سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا کہ اوپر مولانا حسام الدین کو کہا گیا ہے کہ آپ پتھر کو حلق دے سکتے
ہیں اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آدمی مثلاً چار میل تو ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے مگر چالیس میل چلنا صرف
انجن کا کام ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا تو دے سکتا ہے مگر حلق دینا حق سبحانہٗ
ہی کا کام ہے۔ اس وقت حصر بھی صحیح ہوگا اور تناقض بھی نہ ہوگا اور اعطائے طعام اور اعطائے حلق
میں فرق بھی ظاہر ہو جائیگا واللہ اعلم۔ اوپر معلوم ہوا کہ اعطائے حلق حق سبحانہٗ کا کام ہے اب سمجھو
کہ وہ ہر چیز کو اس کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں وہ جسم کو جسم کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں اور
روح کو روح کے مناسب اور ہر ہر عضو کو جدا جدا ان کے مناسب مگر روح کو اپنی اصلی غذا کھانے
کے لیے۔ اور اسرار و معارف الٰہیہ سے بہرہ ور ہونے کے لیے اسی وقت حلق عطا فرماتے ہیں جبکہ وہ
متخلق باخلاق اللہ ہو جائے اور دغا و دغل و دیگر ملکات سیئہ سے پاک صاف ہو جاوے اسمیں
علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آدمی اسرار الٰہیہ کو فاش نہ کر سکے تاکہ وہ ان قند کے
مثل لذیذ علوم مکاشفہ کو نااہلوں کے سامنے جو کہ مکھی کے مانند ہیں بیان نہ کرنے لگیں کیونکہ جو چیز آسانی
سے ملتی ہے اسکی قدر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اسرار حق سبحانہٗ کو وہی معلوم کر سکتا ہے جو سوسن
کی طرح سو زبانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے
جبکہ اسکو اسکی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات میں مشقت اٹھانے اور ملکات
رذیلہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوئی جو حق سبحانہٗ اپنی عنایت سے خاک کو بھی حلق
عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتی کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے
نباتات پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو حلق عطا فرماتے ہیں حتی کہ وہ نباتات کو کھا جاتا ہے اور نباتات

کو کھا کر حیوان موٹا تازہ ہوتا ہے تو انسان اسکو حلق کے ذریعہ سے کھاتا ہے جو اسکو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس حلق سے جو اس کے مناسب اسکو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ اس کی روح و حواس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ میں نے بہت سے ذرے اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جنکو اُن کے مناسب حلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کے لیئے منہ کھولے ہوئے ہیں جنکی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان کروں تو بہت طویل ہو جاوے حق سبحانہ نے اپنے انعام سے پتوں کو بھی سامان تغذی عطا فرمایا ہے اور اسکا لطف تمام مربیوں کی بھی تربیت فرماتا ہے وہ زرقوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشو و نما پا سکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اسکی بے تعداد حصوں میں سے ایک مختصر سا حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپسمیں ایک دوسرے کو کھاتا اور اسکو فنا کرتا ہے اور جو آکلیت و ماکولیت مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال و مقبول حق بجانب ہیں یہ عالم ناسوت اور اسکے رہنے والے یعنے وہ لوگ جو اسمیں منہمک ہیں سب منتشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اسکے رہنے والے مستمر اور ابدی ہیں دنیا اور اس کے عشاق ختم ہو جانیوالے ہیں اور وہ عالم علوی اور اس کے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ عدم تخالف اغراض کے اختلاف نہیں (**ف** یاد رکھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقا سے بقاء حیات روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ عدم کے ضمن میں تمام کے آکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے کے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم آکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک ہے اور اہل اللہ منہمک نہیں گو فی الجملہ آکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہو اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے اور آکل و ماکول سے تو اہل اللہ بھی خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آب حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے کہ اسکو حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اسکے لیئے حکم ہے لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ و اندیشہ۔ ان لوگوں کی ایک عجب

صفت یہ ہے کہ جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں کیونکہ سب کا مقصود واحد ہوتا ہے اسلیئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا اور متباین نہیں ہوتے جیسے اُس شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مباین ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علی ہذا القیاس جنکا مطمح نظر آکلیت وما کولیت ہے اور جو انھیں میں منہمک ہیں ان کے لیئے تو حلق وہ نالی ہی جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی انپر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب اور مغلوب حق ہیں انپر روحانیت غالب ہے اور انکو عقل ورائے عطا ہوئی ہے یہانتک مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کیطرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کرنیوالی اور ظلم کو دفع کرنیوالی لاٹھی کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گئی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اسکی شکل عام حیوانوں کیطرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقۃً حیوان تھی کیونکہ اسکا اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اُس کی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اسکو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اسلیئے اس میں اس اکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصائے موسیٰ علیہ السلام کیطرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے جو ان کے مناسب ہے، اور حلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ رکھتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لیئے بھی حلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی وساوس وغیرہ اسکی غذائے عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے منتفع ہوتی ہے اور وساوس و شکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اسوقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اسوقت اُسکی الہام حق سے مہمانی کی جاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اسوقت اسکو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے والا رزق یعنی جرعۂ اللہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل و دل فکر اصلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اسوقت انکو نیا رزق ملتا ہے

جسکو ہضم معدہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور تبدیل مزاج اسلیئے مشروط ہی کہ سوء مزاج سوء مزاج والونکو
لیئے مہلک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اسکی اصلاح نہ ہو اسوقت تک کوئی غذا
عادۃً مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھانے کا عادی ہوتا ہے تو اسکی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے
اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کیسی ہی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور جب کہ
سوء مزاج جاتا رہا تو اسکی خرابی بھی دفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اس سے اسکا چہرہ شمع کی
مانند چمکنے لگتا ہے اسلیئے اس روحانی غذا کے لیئے تبدیلِ مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس
سیئ الاخلاق والملکات شخص کو گلخوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اسکو طفل
شیر خوار سے ہے کہ جسطرح وہ دودھ کے سبب اغذیہ نفیسہ سے محروم ہے یونہی یہ شخص اس غذائے عارضی
یعنی ملکات سیئہ و اخلاق رذیلہ کے سبب بہترین واصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے
پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جسطرح دایہ طفل شیر خوار کا دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اسکی غذا بناتی
اور اس کے برے منہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی اور اس کی چاٹ
لگاتی ہے یونہی وہ شخص اسکو بھی ان اغذیہ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر ایسی غذاؤں پر لگادے
یعنی اسکو معرفت الٰہی کی چاٹ لگادے دایہ جسوقت بچہ سے پستان چھوڑاتی ہے تو وہ اس کا نقصان
نہیں کرتی بلکہ سو باغوں کی راہ اسپر کھولکر اسکو بہت بڑی محرومی سے بچاتی ہے کہ وہ اس کے سبب
انواع واقسام کے میوے کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ کیونکہ پستان اس کمزور بچے کے لیئے
ہزاروں نعمتوں اور طرح طرح کے کھانوں اور روٹیوں سے مانع تھا اس نے اس مانع کو دور کردیا
جس سے وہ محرومی سے بچ گیا پس اسی طرح سمجھ لو کہ ہماری حیات روحانی بھی اخلاق رذیلہ کے چھوڑ
دے پر منحصر ہے اگر شیخ انکو چھوڑانا چاہے تو چیں بجبیں نہ ہونا چاہیئے بلکہ اگر دفعۃً ممکن نہ ہو تو آہستہ
آہستہ ان کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیئے انشاء اللہ ایک دن تمکو وہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائیگی
اور اس شیر خوار کیطرح تم بھی محرومی سے بچ جاؤ گے اس تدریجی ترقی کی نظیر ہم تمکو محسوسات میں
دکھلاتے ہیں۔ دیکھو جب آدمی شکم مادر میں تھا تو خون حیض اسکی غذا تھی اور اپنے جنین ہونے کی حالت
میں خون کھاتا تھا اور اسکی ہستی کا مدار اسی خون پر تھا لیکن جب خون چھوٹا تو دودھ غذا ہوا گو
اب بھی خون ہی کھا رہا ہے کیونکہ دودھ کا مادہ بھی خون ہی ہے لیکن حالت اولیٰ سے یہ حالت

بہتر ہے کہ وہ ناپاک تھا یہ پاک ہے جب دودھ چھوٹتا ہے تو کھانا کھانا شروع کرتا ہے جو کہ پہلی دونوں غذاؤں سے بہتر غذا ہے اور جب یہ ظاہری غذا چھوٹتی ہے تو اسوقت وہ ایک عارف ہوتا ہے اور حق سبحانہ کا طالب ہو کر غذائے روحانی سے متمتع ہوتا ہے یوں ہی مومن نجاسات روحانیہ سے رفتہ رفتہ پاک ہوتا ہے اور یوماً فیوماً اُس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کیطرف ترقی کرتا رہتا ہے تمکو اس کا یقین نہ آئے گا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تمہاری حالت ایسی ہی جیسے بچہ شکم اگر اس بچہ سے کوئی کہے کہ شکم سے باہر منتسق النظام اور نہایت خوبی سے سجا ہوا ایک عالم ہے اور ایک سرسبز شاداب بہت لمبی چوڑی زمین ہے اسمیں بہت سی نعمتیں اور بے انتہا کھانے کی چیزیں ہیں اُسمیں بہاریں ہیں دریا ہیں جنگل ہیں باغیچے اور چمن ہیں کھیتیاں ہیں ایک عالیشان اور منور آسمان اُسمیں ایک سورج ہے ایک چاند ہے اور سیکڑوں ستارے ہیں باد شمالی باد جنوب پچھوا اور پُروا ہوائیں چلتی رہتی ہیں بہت سے باغ ہیں بیاہ شادیاں ہوتی ہیں غرضکہ وہ عالم ایسا ہے کہ اس کے عجائبات بیان سے باہر ہیں تو اس زحمت میں پڑا ہوا کیا کر رہا ہے تو تنگ شکنجہ میں پڑا ہوا خون کھا رہا ہے قید خانہ میں محبوس ہے گندگی میں لتھڑا ہوا سخت مصیبت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی حالت کے لحاظ سے ان سب امور و نعیم کا انکار کرے گا اور اس پیام رسانی سے اعراض کرے گا اور خلاف ورزی کرے گا کبھی نہ مانیگا اور یہ کہیگا کہ یہ محال ہے فطرت کے خلاف ہے فریب ہے، دھوکا ہے کیونکہ اسیر اندھے وہم کا غلبہ ہے اور وہم ان امور سے دور ہے جس شئے کی جنس کو اُس کے ادراک نے دیکھا ہی نہیں اسکو اسکا سراپا انکار ادراک کبھی تسلیم نہیں کر سکتا بس اسی طرح عام مخلوق کی حالت ہے جسمیں تو بھی داخل ہے کہ ابدال و اہل اللہ ان کے سامنے عالم مخفی کی حالت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم ایک کنواں ہے جو تاریک و تنگ ہے اس سے باہر ایک اور عالم ہے جس میں نہ اس عالم کی بو ہے نہ رنگ بلکہ بالکل نرالا ہے مگر کسی کے کان پر بھی جوں نہیں رینگتی اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع اس کے لیئے ایک زبردست حجاب ہو گئی ہے اور طمع وہ بری بلا ہے کہ کان کو خلاف مطلوب کے سننے سے روکدیتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھتی ہے جسطرح کہ جنین کو اُس خون کی طمع نے جو کہ اس کے ذلیل وطن میں اسکی غذا ہے اس جہان کے متعلق گفتگو کے سننے سے روکدیا اور جسم کے خون ہی کو اس کے دل کا محبوب و مرغوب بنا دیا لہذا وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم ہو گیا اور بجز خون کے اسکو کوئی غذا کھانا نصیب ہی نہ ہوا یونہی تیرے لیئے بھی اس عالم کی خوشی

حجاب ہوگئی اور تجھکو اس ابدی خوشی سے محروم کردیا اور حیات کی لذت کی طمع نے جو فی الحقیقت ایک دھوکے کی ٹٹی ہے تجھکو حقیقی اور سچی حیات سے دور کردیا بس خوب سمجھ لو کہ طمع وہ بری بلا ہے کہ آدمی کو اندھا کردیتی ہے اور حق کو پوشیدہ کردیتی ہے طمع ہی کے باعث تمکو حق باطل نظر آتا ہے اور طمع ہی سیکڑوں پردے آنکھوں پر ڈالتی ہے بس تم کو سچے اور مخلص لوگوں کی طرح طمع سے دست بردار ہونا چاہیئے تاکہ اس آستانہ پر قدم رکھ سکو جسمیں داخل ہونے کے بعد تمام رنج و محن سے چھوٹ جاؤ گے اور تمہاری روح منور اور حق بیں ہوجائے، اور سراپا نور دین بنجاوے جسمیں ظلمت کفر کا نام ونشان بھی نہ ہو مشائخ کی بات تم کو دل وجان سے قبول کرنی چاہیئے تاکہ خوف مکروہات دنیا وعقبیٰ سے چھوٹ کر مامون اور مصداق لاخوف علیھم ہو جاؤ اب تمکو اسکی مثال میں ایک قصہ سننا چاہیئے تاکہ تم کو اس سے نور بصیرت حاصل ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شبیری

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار ۔۔۔ ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لے آؤ اسلیئے کہ سنت تین بار کرنا ہے دفتر دوم کے دیباچہ کے شعر اول کے ذیل میں مولانا حسام الدین کا اور مولانا کا علاقہ تو بیان کردیا گیا ہے کہ دونوں پیر بھائی ہیں مگر مولانا حسام الدین کی تکمیل مولانا رومی ہی سے ہوئی اور فیض ان ہی سے ملا ہے مگر چونکہ پیر بھائی ہیں اسلیئے مولانا ان کا ادب بہت کرتے ہیں اور ان کو اس طرح خطاب کرتے ہیں گویا کہ مولانا ان سے مستفیض ہیں اور کچھ عجب بھی نہیں ہے اسلئے کہ بعض مرتبہ بڑوں کو چھوٹوں سے فیض ہو جاتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہی سہی مگر یہاں قطع نظر اس سے مولانا کو صرف پیر بھائی ہونے ہی کا بہت ادب ہے اور کیوں نہ ہو آخر اپنے شیخ کی یادگار ہوتی ہے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کسقدر محبت کرتا ہے مگر ہاں چھوٹے کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے کو خورد ہی سمجھے لہذا اس لحاظ سے مولانا فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لکھ ڈالو اس لیئے کہ ایک کام کو تین بار کرنا سنت ہے

لہذا اس تیسرے دفتر کو لکھ ڈالو اب یہاں بعض نادان معترضین نے کچھ اعتراضات کئے ہیں بعض کہتے ہیں
کہ جب مولانا اس دفتر کے لکھنے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سنت تین دفعہ کرنا ہے تو پھر اسی پر
کفایت کرتے آگے چوتھا دفتر کیوں لکھا بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے وہ تو ایک کام کے
تین بار کرنیکو آیا ہے تو اگر مولانا دفتر اول ہی کو تین بار مکرر لکھتے تب تو یہ صحیح تھا اور جب وہ الگ لکھے
اور یہ الگ تو پھر کیسے صحیح ہوگا اس لئے کہ حدیث میں کہاں ہے کہ تین کام کیا کرو بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ ایک
کام کو تین بار کیا کرو اول کا تو جواب یہ ہے کہ مولانا نے جو یہ مصلحت لکھی ہے کہ سنت تین بار کرنا ہے تو اسی
مصلحت کا انحصار نہیں ہے بلکہ منجملہ اور مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور جواب دوسرے
کا یہ ہے کہ مولانا کی تمام مثنوی میں دو مضمون ہیں ایک توحید دوسری ضرورت شیخ کامل یہی مضمون مختلف عنوانات
سے آیا ہے لہذا جب مولانا نے اول دو دفتر لکھ لئے ان میں یہی مضمون تھا تو اب فرماتے ہیں کہ اس
ہی مضمون کو پھر تیسری مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اسلئے بعض احادیث میں جو ایسا آیا ہے کہ راوی کہتا ہے
کہ حضور نے یوں فرمایا ہے تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضور بعض مرتبہ تو ایک بات کو تین مرتبہ ایک لفظ سے
فرماتے تھے مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ سے تعبیر فرماتے تھے جیسے کہ استاد
کہ ایک ہی تقریر کو بہ تبدیل الفاظ بیان کیا کرتا ہے پس جو کہ ایک راوی کو یاد رہا اس نے وہ الفاظ کہے
اور دوسرے نے دوسرے کہے اسی طرح مولانا کی مثنوی میں بھی مضمون تو ایک ہی ہے مگر اُسکی تعبیر مختلف
ہے اور اسکا ماخذ خود حدیث سے نکل آیا فللہ الحمد اور اس قسم کے اور بھی بحر اور واہی شبہات کئے ہیں
اور ان کے جوابات دیئے ہیں جن کا بیان طول ہے اور بے فائدہ لہذا۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا
آگے فرماتے ہیں کہ۔

برکشا گنجینۂ اسرار را   در سوم دفتر بہل اعذار را

یعنی اسرار کے خزانہ کو کھول دیجئے اور تیسرے دفتر میں عذروں کو ترک کر دیجئے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ اعذار
جو کہ آپکو دوسرے دفتر کے شروع کے وقت تھے اب بھی ہیں یعنی غلبۂ توجہ الی الحق اور استغراق عالم غیب کا مگر
اب اس تیسرے دفتر میں ان عذروں کو چھوڑ دیجئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ۔

قوت از قوت حق می زہد   نز عروقی کز حرارت می جہد

یعنی آپ کی قوت تو قوت حق سے جوش مار رہی ہے نہ کہ عروق سے کہ حرارت کی وجہ سے کود رہی

ہوں یہاں سے مولانا حسام الدینؒ کا صاحب افاضہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ آپ ان اعذار کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ یہ اعذار آپ کی اس قوت اور کمال کے سامنے کیا چیز ہیں آپ کی قوت قوت حق ہے اُسکو ان ظاہری اسباب سے کیا تعلق جو قوت کہ ان اسباب ظاہری سے پیدا ہوتی ہے وہ تو ناقص ہوتی ہے اور عوارضات اسکو مغلوب کرسکتے ہیں مگر آپ کی قوت تو وہ قوت ہے کہ اسکو کوئی مغلوب ہی نہیں کرسکتا آپ کی شان بی ینطق وبی یبصر وبی یسمع کی ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

این چراغ شمس کو روشن بود نز فتیله و پنبه و روغن بود

یعنی یہ سورج کا چراغ جو روشن ہے نہ بتی اور روئی اور تیل سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جسطرح چراغ شمس بے اسباب ظاہر کے روشن ہے اسیطرح آپ کی قوت کو بھی ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے انعدام سے اُس قوت کا انعدام لازم ہو آگے دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

سقف گردوں کو چنیں دائم بود نز طناب و استنے قائم بود

یعنی سقف گردوں کہ جو ایسی دائم ہے وہ طناب اور ستون سے قائم نہیں ہے بلکہ صرف قدرت حق اُسکو سنبھالے ہوئے ہے اسباب ظاہر کچھ بھی نہیں اور تیسری اسی کی مثال ہے کہ۔

قوت جبریل از مطبخ نبود بود از دیدار خلاقِ وجود

یعنی قوت جبریل علیہ السلام کی کسی باورچیخانہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اُس خلاق وجودات کے دیدار سے تھی مطلب یہ ہے کہ دیکھو جبریل علیہ السلام میں جو قوت ہے وہ کہیں اغذیہ مقوی کھانیکی وجہ سے تو نہیں ہے بلکہ وہ اُس دیدار حق کی وجہ سے ہے جو کہ اُن کی استعداد کے قابل ہے اُس سے ان کے اندر ایک بہت بڑی قوت تو یہ آگئی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ہمچنیں این قوتِ ابدال حق ہم ز حق داں نز طعام و نز طبق

یعنی اسیطرح ابدال حق کی قوت کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھو نہ کہ طعام و طبق سے مطلب یہ ہے کہ بزرگان دین میں جو قوت اور ہمت ہوتی ہے وہ حق تعالیٰ ہی کیطرف سے ہوتی ہے کہ رات رات بھر جاگتے ہیں اسقدر مجاہدات کرتے ہیں اور پھر ویسے ہی کے ویسے رہتے ہیں بلکہ غذا میں تو بعض کم کردیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ قوت اور نشاط کسی ایسی وجہ سے ہے جو کہ ظاہری نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور وہ وہی ہے جو کہ حق کی وجہ سے ہو یہاں سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعریف اور انکی

صفات کو بیان فرماتے ہیں اور آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

جسم شاں راہم زنور اسرشتہ اند تاز روح واز ملک بگذشتہ اند

یعنی ان حضرات کے جسم کو بھی نور ہی سے گوندھا ہے یہاں تک کہ وہ (دوسری) ارواح سے اور فرشتوں سے بھی بڑھ گیا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے جسم میں ایسی لطافت اور نور ہوتا ہے کہ اتنی لطافت اور نور دوسروں کی روح میں اور فرشتوں میں بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ارواح اور ملائکہ سراپا نور ہیں مگر انکی لطافت جسمی ان سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے تو پھر لطافت روحانی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اکابرین کے چہروں کو جسکا جی چاہے دیکھ لے خدا کی قسم بڑے بڑے حسین وجمیل اُن کے آگے جوتی کا تلا معلوم ہوتے ہیں خوب کہا ہے کہ

ے فدا ہر جبیں جن پہ سارے ہوئے ہیں اُنھیں کے تو ہم ہائے مارے ہوئے ہیں

ہمارے سامنے تو ایک چہرہ ہے کہ ساری عمر میں اسکو دیکھا ہے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو خدا کا شکر ہے کہ وہی چہرۂ زیبا دیکھا ہے خدا کی قسم وہ حسن جو اُسمیں ہے کہیں ہم نے تو دیکھا نہیں اگر کسی اور نے دیکھا ہو تو وہ جانے ہے

ہے شان محبوبیت بھی کامل محبیت کی صفت بھی حاصل کہاں ہو دکھلائے کوئی یکجا جمال ایسا کمال ایسا

وہ چہرہ اور روئے مبارک میرے بڑے ابا حضرت قبلہ وکعبہ مولانا المولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب کا ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے اور جس نے دیکھا جانتا ہے۔

جس نے بچشم نکتہ بیں دیکھ لیا وہ مہ جبیں اُس کی نظر میں پھر کہیں کوئی حسیں جچا نہیں

اور تعجب ہے کہ

آں دل کہ رم نمودے با خوبرو جواناں دیرینہ سال پیرے بردے بیک نگاہے

صفت تحریر سے باہر ہے جو چاہے آکر دیکھ لے اور ان بڈھوں کو چاہے اور ان سے محبت کرے کہ چہرڑی اور دودو کا مزہ آوے میں مقصود سے بہت دور ہو گیا مگر اسمیں بھی مجھے امید ثواب ہے غرضکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کا جسم بھی دیگر ارواح سے لطیف اور نورانی ہوتا ہے چونکہ یہاں ایک قسم کا تعجب ہوتا تھا کہ جسم روح سے بڑھ جاوے آگے اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل زآتش نمرود بگذر چوں خلیل

یعنی جبکہ تم اوصاف جلیل سے موصوف ہو تو آتش نمرود سے حضرت خلیل اللہ کیطرح گذر جاؤ مطلب یہ ہو کہ جب تم اوصاف حق سے موصوف ہو چکے ہو اور بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کے مصداق بن گئے ہو پھر اگر روح و ملائک پر فوقیت حاصل ہو گئی تو کیا تعجب ہی تمہارے اوصاف وہ تمہارے نہیں وہ اوصاف حق ہیں جو تمہارے اندر جلوہ گر ہیں اور مراد اس سے وہی عینیت مصطلحہ ہے کہ جب وہ حاصل ہو گئی تو پھر اور کسکی ضرورت ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی　　　تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آتش نمرود سے مراد وہ مقتضیات ہیں جو کہ انسان میں بحیثیت انسان ہونے کے موجود ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں میں بھی ہوتے ہیں مگر فرق اسقدر ہے کہ وہ حضرات ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب رہتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ تم ان مقتضیات نفسانی سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کیطرح گذر جاؤ کہ جس طرح انکو آتش نمرود مضر نہیں ہوئی اسی طرح تمکو ان کا وجود مضر نہ ہوگا اور تم غالب ہی رہو گے۔

گردد آتش بر تو ہم بردو سلام　　　اے عناصر مر مزاجت را غلام

یعنی آگ تمہارے پر بھی ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے گی اے وہ شخص کہ جس کی مزاج کے غلام عناصر ہو گئے ہیں۔ آتش سے مراد وہی مقتضیات نفسانی ہیں مطلب یہ ہے کہ جسطرح وہ آتش نمرود ان کے لئے بردو سلام ہو گئی تھی اور مضر نہ ہوئی اسیطرح یہ مقتضیات تم سے مغلوب رہیں گے اور تم انکے عمل سے سلامت رہو گے اور اگر کہیں یہ مقتضیات ہی فنا ہو جاویں تو پھر علو مراتب ہی کیوں ہو علو مراتب کا تو یہی سبب ہے کہ وہ موجود رہیں اور پھر نفس پر جبر کر کے اُن سے رکتے ہیں اور چونکہ یہ سارے تقاضے ان عناصر اربعہ کے امتزاج سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مقتضیات مغلوب ہو گئے ہیں تو گویا عناصر ہی مغلوب اور غلام ہو گئے ہیں اسلیئے مولانا نے فرما دیا کہ اے عناصر مر مزاجت را غلام۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

ہر مزاجے را عناصر مایہ است　　　ویں مزاجت برتر از ہر پایہ است

یعنی ہر مزاج کے لئے عناصر ہی مایہ ہیں اور یہ تمہارا مزاج ہر مرتبہ سے بلند ہے مطلب ظاہر ہے کہ آپ کا مزاج ان اسباب ظاہری کا محتاج نہیں ہے۔

ایں مزاجت در جہان منبسط　　　وصف وحدت را کنوں شد ملتقط

یعنی تمہارا یہ مزاج جہان کشادہ میں ہر اب وصف وحدت کا خوشہ چیں ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ

تمہاری طبیعت جو کہ اس عالم بالا کی طرف متوجہ ہے اور اس وحدہٗ لاشریک میں غرق ہے اس لیئے وہ اس وصف وحدت سے اقتباس کر رہا ہے۔

اے دریغا عرصۂ افہام خلق سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

یعنی افسوس مخلوق کے افہام کا میدان سخت تنگ ہو گیا ہے اور مخلوق حلق نہیں رکھتی مطلب یہ ہے کہ دیکھو اولیاء اللہ میں صفات ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے اور علوم و معارف کو حاصل نہیں کرتے حلق سے مراد قبولیت ہے یعنی مخلوق کے وہ حلق جو کہ ان علوم و معارف کے کھانے کے لیئے ہیں بہت تنگ ہو گئے ہیں اور استعدادیں بہت ہی ضعیف ہو گئی ہیں چونکہ لوگوں کی استعداد کے ضعیف ہونے پر افسوس کیا ہے لہذا آگے مولانا حسام الدین کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ

اے ضیاء الحق بحذق رائے تو حلق بخشد سنگ را حلوای تو

یعنی اے ضیاء الحق آپکی حذاقت رائے کی وجہ سے آپ کا حلوا پتھر کو حلق بخشتا ہے حلوے سے مراد علوم و معارف ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ کی علوم و معارف کی وہ برکت ہے کہ آپ تو پتھر میں بھی قابلیت پیدا کر دیں اور وہ بھی اقتباس علوم معارف کرنے لگے تو پھر اگر آپ توجہ کریں تو قلوب انسانی کو تو کیوں متاثر نہیں کر سکتے انکو تو ذرا سی توجہ سے قابل بنا سکتے ہیں اور اُن کی استعداد کو قوی فرما سکتے ہیں بس ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے چونکہ یہ شبہ ہوتا تھا کہ بھلا پتھر کے بھی کہیں منہ ہوا ہے تو آگے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

کوہ طور اندر تجلی حلق یافت تا کہ می نوشید و می را برنتافت

یعنی کوہ طور نے تجلی کے وقت حلق پایا یہاں تک کہ شراب پی اور اسکو برداشت نہ کر سکا تو نتیجہ یہ ہوا کہ

صار دکا منہ وانشق الجبل ھل رأیتم من جبل رقص الجمل

یعنی وہ پہاڑ اس سے ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا تو کیا تم نے پہاڑ سے جمل جیسا رقص دیکھا ہے حلق سے مراد استعداد و قابلیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو تجلی حق جب پہاڑ پر ہوئی تو آخر اسکے اندر استعداد قبولیت تھی جب تو متاثر ہوا اگرچہ برداشت نہ کر سکا مگر آخر قبول تو کیا تو دیکھو پتھر میں قبول حق کی استعداد ہو گئی تو چونکہ آپکی شان بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کی ہو گئی ہے تو آپ کا توجہ فرمانا گویا کہ توجہ حق ہے لہذا اس وجہ سے ضرور قلب انسانی میں قابلیت پیدا ہو جاویگی اور قبول

حق کریں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس　　　حلق بخشی کار یزدانست و بس

یعنی لقمہ بخشی تو ہر شخص سے دوسرے شخص کو آتی ہی مگر حلق بخشی حق تعالیٰ ہی کا کام ہے اور بس مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کو لقمہ تو سے بھی دیتا ہے اگرچہ سبب ہی کے درجہ میں سہی مگر ہو تو سکتا ہے مگر حلق تو کوئی بھی کسی کو نہیں بخش سکتا یہ قدرت تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس لقمہ کے کھانے کے لئے حلق بھی عطا ہوا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے تمام افعال و صفات فنا فی الحق ہوتے ہیں اس لیئے ان کا توجہ کرنا بھی توجہ حق ہے اور چونکہ حلق بخشی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کام نہیں ہے اس لیئے گویا کہ ان حضرات کا کام بھی حلق بخشی ہے اور ان کی وجہ سے بھی استعداد و قابلیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہی حلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد جسم را و روح را　　　حلق بخشد بہر ہر عضوت جدا

یعنی جسم کے لیے بھی اور روح کے لیے بھی حلق عنایت فرماوے گا اور تیرے ہر عضو کے لیئے جدا گانہ حلق بخشیگا مطلب یہ ہے کہ وہ توجہ جسکو کہ حلوے سے تعبیر کیا ہے وہ تمہارے جسم کے اندر بھی قابلیت اسکی استعداد کے موافق رکھ دیگی اور روح کے اندر بھی بلکہ ہر ہر عضو میں قابلیت پیدا ہو جاویگی اور ہر ہر عضو اپنے اپنے مناسب غذا لیگا مگر اس کے لیئے ایک شرط ہے آگے اس شرط کو بیان فرماتے ہیں۔

این گہے بخشد کہ اجلالی شوی　　　اند غا و از دغل خالی شوی

یعنی یہ اسوقت عنایت ہوں گے جب کہ تم اجلالی ہو جاؤ گے اور دغا و دغل سے خالی ہو جاؤ گے مطلب یہ ہے کہ یہ قابلیت قبول اسوقت حاصل ہو گی جبکہ تم مجاہدات و ریاضات کرتے کرتے اللہ والے ہو جاؤ گے اور اسی میں فنا ہو جاؤ گے اور تمام اخلاق ذمیمہ سے خالی ہو جاؤ گے اسوقت وہ قابلیت پیدا ہو جاویگی اور اس استعداد مخفی کا ظہور ہو جاوے گا آگے اس کی مصلحت بتاتے ہیں۔

تا نگوئی سر سلطاں را بکس　　　تا نریزی قند را پیش مگس

یعنی تاکہ تم اسرار سلطانی کو کسی سے ظاہر نہ کر دو اور تاکہ قند کو مکھی کے سامنے نہ ڈالدو مطلب یہ ہی کہ مجاہدات میں یہ فائدہ ہے اور یہ مصلحت ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ تمکو علوم و معارف کے حاصل

کرنے کی عادت ہو جاویگی اور اسکی ضبط پر بھی قدرت ہوگی تو پھر جو ملیگا اسکو گاتے نہ پھروگے ورنہ
اگر اس سے پہلے ہی ملجاوے گا تو ظرف تو اس قابل ہے نہیں سارے میں گاتے پھروگے اور اس سے
غیرت حق جوش میں آتی ہے کہ یہ ہمارے اسرار کو ظاہر کرتا پھرتا ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فیض بند ہو
جاوے گا اور کیوں غیرت نہ ہو جبکہ ان محبوبان مجازی کو غیرت آتی ہے تو اُن کو تو کیوں غیرت نہ آویگی
اور بیان اسرار سے مراد علوم مکاشفہ ہیں کہ اُن کے اظہار سے غیرت حق جوش میں آتی ہے جیسے
کہ مثلاً مسئلہ وحدت الوجود ہے یا اور اسی قسم کے مسئلے ہیں کہ ان کے اظہار سے بعض مرتبہ بہت نقصان
ہو جاتا ہے اور لوگ کم فہمی کی بدولت ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور علوم معاملہ کو تو برسر ممبر باواز دہل بیان
کرنا فرض ہے اور علوم مکاشفہ کو بھی اگر کوئی کماحقہ بیان کر سکتا تو اُن کی بھی یقیناً اجازت ہوتی مگر
بات یہ ہے کہ مسائل کشفیہ کو کوئی پوری طرح بیان ہی نہیں کر سکتا اور اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے
بس یہ تو جو دیکھے وہی جانے اگر معلوم کرنے کا شوق ہے تو کام میں لگو پھر دیکھو کہ ؎

بینی اندر خود علوم انبیاءؑ بے کتاب و بے معید و اوستا

ہاں اگر کسی کو کشف اجمالی ہوا ہو اور وہ پوچھے تو اس کے سامنے پوری تفصیل بیان کر دینا ضروری
ہے اور جسکو خود کشف نہیں ہوا بلکہ محجوب ہے اُس کے سامنے بیان کرنا تو سچ یہ ہے کہ مکھی کے آگے
قند ڈالدینا ہے کہ فضول محض ہے کوئی فائدہ ہی نہیں۔

گوش آنکس نوشد اسرار جلال کو چو سوسن صد زبان افتاد لال

یعنی اس شخص کا کان اسرار حق کو سن سکتا ہے جو کہ سوسن کی طرح سو زبان والا ہے مگر خاموش
پڑا ہوا ہے چونکہ سوسن میں کٹاؤ ہوتے ہیں انکو زبان سے تشبیہ دیدی تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اور
باتوں میں خوب بولنے والا ہو مگر بوجہ ضبط کے اسرار حق کو بیان نہ کرے وہ سن سکتا ہے ورنہ غیرت حق
اس شخص کو ہرگز نہ سناویگی بلکہ ممکن ہے کہ پہلا بھی سلب ہو جاوے سلال ودتر کی بمعنی گنگ۔ آگے
مولانا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ انسان ہی کے ساتھ حلق کا ہونا اور استعداد قبول خاص نہیں ہے
بلکہ تمام اکوان عالم اپنی مناسب اشیاء کو قبول کر رہی ہیں اور ایک دوسرے کو کھا رہی ہیں اور ایک
دوسرے سے مستفیض ہو رہی ہیں فرماتے ہیں کہ۔

حلق بخشد خاک را لطف خدا تا خورد خاک آب و روید صد گیا

یعنی لطف حق خاک کو خلق بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاک پانی کو پیتی ہے اور سیکڑوں سبزی اس سے اگتی ہیں

باز حیواں را بہ بخشد حلق ولب تا گیاہش را خورد اندر طلب

یعنی پھر حیوان کو حلق اور لب بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس گھاس کو طالب ہو کر کھا لیتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت زفت گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت

یعنی جب اس نے اس کی گھاس کو کھایا اور وہ جانور موٹا ہو گیا تو وہ حیوان انسان کا لقمہ ہو گیا اور (پیٹ میں) چلا گیا یعنی اسکو انسان کھا گیا۔

باز خاک آمد شد اکال بشر چوں جدا شد از بشر روح و بصر

یعنی پھر خاک آئی اور بشر کو کھا گئی جبکہ بشر سے روح اور بصر جدا ہوئی غرضکہ سب ایکدوسرے کو کھا رہے ہیں اور اپنے مناسب غذا حاصل کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

ذرہ ہا دیدم دہاں شاں جملہ باز گر بگویم خوردشاں گردد دراز

یعنی میں نے ذروں کو دیکھا ہے کہ ان سب کے منہ کھلے ہوئے تھے اور اگر میں ان سب کی خوراک کو بیاں کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شئے اپنے لائق غذا حاصل کرتی ہے تب تو وہ قائم ہے ورنہ ہلاک ہو جاوے اسیلئے مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے ہر ذرہ کو دیکھا ہے کہ وہ منہ کھولے ہوئے تھا اور اپنی اپنی غذا حاصل کر رہا تھا مگر بوجہ خوف طویل کتاب کے اُن سب کی خوراک وغیرہ کے بیان کو ترک کرتا ہوں اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں بہت ہی بیان اس کے مناسب تھا مگر خوف طویل نے چھڑا دیا سچ یہ ہے کہ اسقدر قادر علی الکلام ہیں کہ کچھ انتہا ہی نہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے چلنی کا وعظ فرمایا تھا یعنی جسطرح کہ مولانا روم نے سب کے لیے حلق ثابت کئی ہیں اسی طرح مولانا نے سب چیزوں کے لئے چلنی ثابت کی تھی یعنی ہر شئے کے لئے ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس سے اُس کے فضلے نکل جاتے ہیں اور جوہر رہ جاتا ہے۔ اُسی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اس زمین کی بھی ایک چلنی ہو گی کہ اُسمیں اسکو چھانا جاوے گا اس لیئے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اس زمین کی ایک روٹی پکائی جاویگی اور وہ اہل جنت کو نول ملیگی اس کے بعد جنت کی غذائیں ملیں گی تو اسپر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اسمیں تو یہ اینٹ پتھر بھرے پڑے ہیں کیا حق تعالیٰ جنت والوں کو یہ کھلا دینگے مولانا نے اس شبہ کو زائل فرمایا اُسی وعظ میں فرمایا کہ دیکھو تمہارے یہاں کوئی مہمان آتا ہے تو کیا

اُسکو آٹا بے چھانے ہوئے روٹی کھلا دیتے ہو ہرگز نہیں بلکہ خوب صاف کرکے عمدہ روٹی پکا کر کھلاتے ہو تو اسی طرح کیا حق تعالیٰ اپنے مہمان بندوں کو بے چھانے کھلاویں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ قدرت حق سے اس کے چھاننے کی ایک چلنی پیدا ہوگی اس سے چھانکر کنکر پتھر الگ کر دیئے جاویں گے اور عمدہ اصل چیزیں جو اسمیں مخفی ہیں وہ کھلائی جاویں گی اسلیئے کہ جسقدر میوے ہیں اور جسقدر دانے ہیں یہ آخر خاک ہی تو ہیں وہ ہی مستحیل ہوکر اس صورت میں ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس چلنی میں اسکو چھانکر ان میووں وغیرہ کو جو لطیف چیزیں ہیں باقی رکھیں گے اور ان فضلات کو نکالکر باہر کریں گے اسمیں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ دنیا میں بعض اللہ کے بندوں نے لذائذ کو خدا واسطے چھوڑ دیا ہے تو ان کو چونکہ جنت کی چیزوں کا دنیا کی لذائذ سے موازنہ ہی نہ ہو سکتا تھا لہذا حق تعالیٰ نے اُنکو اول دنیا کی ساری چیزوں کے مزے چکھا دیئے کہ دیکھ لو یہ وہ دنیا کی لطیف اشیاء ہیں سے لب لباب ہیں اس کے بعد جنت کی نعمتوں کی قدر ہوگی تو دیکھو اول خاک نے انسان کو کھایا پھر خود انسان نے اس خاک کو کھالیا غرضکہ یوں ہی سلسلہ جاری ہے اور آگے فرماتے ہیں۔

برگہا را برگ از انعام او دایگاں را دایہ لطف عام او

یعنی پتوں کو غذا اُن کے انعام سے حاصل ہوتی ہے اور دایوں کے لیئے اُسکا لطف عام دایہ ہے دایہ سے مراد مربی مطلب یہ ہے کہ مربیوں کے لیئے بس وہی مربی ہیں غرض ہر شیئے کو اُس کے لیئے حق دیا ہے کہ اُس سے وہ غذا حاصل کر رہی ہے۔

رزق ہا را رزقہا اومی دہد زانکہ گندم بے غذائے چوں زہد

یعنی رزق کو رزق وہی دیتے ہیں اسلیئے کہ گندم بے غذا کے کب جوش مارتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سب اغذیہ کو دیکھ لو اول اُن کی تربیت کے لیئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ غذا بن سکتی ہیں تو غذا کو غذا دینا یہ اُس ذات حق ہی کا کام ہے۔

نیست شرح ایں سخن را منتہی پارۂ گفتم بداں زاں پارہا

یعنی اس بات کی شرح کی تو کہیں انتہا ہی نہیں میں نے ایک پارہ بیان کر دیا اس سے اور پارے جان لو یعنی ہم نے تھوڑے سے حالات اور ان کی اغذیہ بیان کر دی ہیں مگر اور کہاں تک بیان کریں بس خود قیاس کر لو

جملہ عالم آکل و ماکول داں باقیاں را مقبل و مقبول داں

یعنی تمام عالم کو آکل و ماکول جانوں اور باقیوں کو مقبل و مقبول جانو مطلب یہ کہ تمام ایک دوسرے کو کھا رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مگر جو کہ مقبولان حق ہیں وہ کسی کی غذا نہیں بنتا اسلیئے کہ وہ تو نور اور روح ہوتے ہیں انکو کون کھا سکتا ہے۔

این جہان و ساکنانش منتشر وان جہان و ساکنانش مستمر

یعنی یہ جہاں اور اس کے ساکنین تو پراگندہ اور وہ جہاں اور اسکے ساکنین مستمر ہیں مستمر سے مراد لا تقفن عند حد ہے اس لیئے کہ وہ عالم تو ابدی ہے اگرچہ ازلی نہیں بلکہ انسان بھی ابدی ہے بعض لوگ تو اسکے قائل ہیں کہ نفخ صور کے وقت بھی انسان فنا نہ ہوگا بلکہ بیہوش ہو جاوے گا اور بعض کہتے ہیں کہ فنا ہوگا مگر بہت قلیل عرصہ کے لیئے جسکا کہ اعتبار نہیں ہے تو معلوم ہوگیا کہ وہ جہان ابدی ہے لہذا اُس کے ساکنین بھی مستمر لا تقفون عند حد ہوں گے۔

این جہان و عاشقانش منقطع اہل آں عالم مخلد مجتمع

یعنی یہ جہان اور اُس کے دلدادہ سب منقطع ہیں اور اُس عالم والے ہمیشہ رہنے والے مجتمع ہیں جب اُس عالم کی یہ حالت ہے اور اسکی یہ تو اسپر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس کریم آنست کو خود را دہد آب حیوانے کہ ماند تا ابد

یعنی پس کریم وہ ہے جو کہ اپنے کو وہ آب حیوان دے جو کہ ابد الاباد تک رہے آگے اس آب حیوان کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

باقیات الصالحات آمد کریم رستہ از صد آفت و اخطار و بیم

یعنی باقیات الصالحات کریم ہیں سیکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے چھوٹے ہوئے ہیں یعنی جو لوگ کہ کریم ہیں وہی باقیات الصالحات ہیں جن کی شان میں ارشاد ہے والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا و خیر املا اور یہ لوگ سارے مصائب دنیاوی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ

گر ہزار اند یک تن بیش نیست چوں خیالات عدد اندیش نیست

یعنی اگر وہ ہزار بھی ہیں تو ایک تن سے زیادہ نہیں ہیں وہ مثل خیالات عدد اندیش کے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ عدد اندیش کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں اسطرح یہ حضرات پراگندہ نہیں ہیں بلکہ انکو جمعیت قلب حاصل ہے اور ان کو پریشانی آتی ہی نہیں۔

آکل و ماکول را حلق است و نائے غالب و مغلوب را عقل است و رائے

یعنی آکل و ماکول کے لیئے تو حلق اور نائے ہیں اور غالب و مغلوب کے لیئے عقل و رائے ہیں یعنی جو لوگ کہ دنیادار ہیں وہ تو آکل و ماکول ہیں اور اُن کے لیئے تو حلق ہے اور جو غالب و مغلوب ہیں وہ عاقلین اور رائے والے ہیں

حلق بخشید او عصائے عدل را | خورد او چنداں عصا و حبل را

یعنی حق تعالیٰ نے عصائے عدل کو حلق بخشا تو اسنے اتنے عصا و حبل کو کھالیا مطلب یہ کہ اُس کے اندر اسقدر قوت عطا فرمادی کہ اُسنے سب کو باطل کردیا۔

واندروں افزوں نشد زاں جملہ اکل | زانکہ حیوانی نبود ش اکل و شکل

یعنی اُس عصا کے اندر اُس سارے کھانے سے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اسلیئے کہ اُسکا کھانا اور اُسکی شکل حیوانی نہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو اُسنے اسقدر چیزیں کھائیں مگر اُس کے اندر زیادتی نہ ہوئی مثلاً اُسکا پیٹ ہی پھول جاتا لیکن چونکہ اُس کی اکل و شکل انسانی نہ تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اژدہا ہی نہ بنا تھا اور وہ صرف خیال تھا جیسا کہ بعض عقلاء زماں کا بیان ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سانپ ہی تھا اور اُسنے کھایا بھی مگر وہ کھانا اُسکا اکل حیوانی کے مشابہ نہ تھا کہ اس سے اسکے اندر کچھ زیادتی بھی ہوتی بلکہ وہ رہا تو ویسا کا ویسا ہی باں کھا گیا سب کچھ۔

مر یقین را چوں عصا حق حلق داد | تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد

یعنی یقین کو بھی حق تعالیٰ نے ایک حلق دیا ہے یہانتک کہ وہ ہر اس خیال کو کھا گیا جو کہ پیدا ہوا تھا مطلب یہ کہ یقین کو حق تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے کہ اس کے آتے ہی سارے شکوک زائل آگے تفریع فرماتے ہیں۔

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست | رازق حلق معانی ہم خداست

یعنی پس معانی کیلئے بھی اعیان کیطرح حلق ہیں اور حلق معانی کا رازق بھی خدا ہی ہے ان کو بھی قوت حق تعالیٰ ہی عنایت فرماتے ہیں آگے دوسری تفریع فرماتے ہیں کہ

پس ز ماہی تا بمہ از خلق نیست | کہ بجذب مایہ او را حلق نیست

یعنی پس ماہی سے ماہ تک کوئی خلق نہیں ہے جسکے پاس جذب مایہ کے لیئے حلق نہیں ہے مطلب یہ کہ ماہی سے لیکر ماہ تک سب چیزوں کے اندر استعداد موجود ہے کہ وہ اقتباس علوم کرسکیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ ایں گیہ بخشند کرا جلالی شوی آگے اس طرف رجوع فرماتے ہیں

حلق نفس از وسوسہ خالی شود | میہمان وحی اجلالی شود

یعنی نفس کا حلق وسوسہ سے خالی ہوجاوے گا اور وحی اجلالی کا میہمان ہوجاوے گا مطلب یہ کہ ان علوم

و معارف کے لیئے شرط مجاہدہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ ہوگا کہ نفس تمام وساوس سے خالی ہو جاوے گا اور اُسکو لطف وحی حاصل ہو جاوے گا اور اُسکو مناسبت عالم بالا کی ساتھ ہو جاویگی اور یہ نتیجہ ہوگا۔

حلق جاں از فکر تن خالی شود　　انگہے روزیش اجلالی شود

یعنی حلق جان تن کی فکر سے خالی ہو جاوے گا اور اسوقت اسکی روزی اجلالی ہو جاویگی جان سے مراد نفس ہے مراد یہ ہے کہ جب مجاہدہ وریاضت کروگے تو پھر اس فکر تن سے خالی ہوکر تمہاری روزی اجلالی ہو جاوے گی۔

خلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر　　یافت او بے ہضم معدہ رزق بکر

یعنی عقل اور دل کا حلق جب فکر (تن) سے خالی ہوگیا تو اُس نے بے ہضم معدہ کے رزق نو بنو پائے مطلب یہ ہے کہ جب مجاہدات وریاضات سے حق تعالیٰ نے ان اسباب کی فکر سے تمکو چھڑا دیا تو پھر تمکو نئے نئے تازہ بتازہ علوم و معارف حاصل ہونگے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ پہلے علوم تحلیل ہوں تب دوسرے حاصل ہوں جیساکہ غذائے ظاہری میں ہوتا ہی اسمیں یہ ہی کہ بے تحلیل غذائے ماقبل کے اور نئی اور تازہ غذا حاصل ہوتی ہے اور علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ مجاہدہ کی ضرورت ہے لہذا اس شرط کو پھر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

شرط تبدیل مزاج آمد بداں　　کز مزاج بد بود مرگ بداں

یعنی اس کی شرط تبدیل مزاج ہے اسکو جان لو کیونکہ مزاج بد کی وجہ سے برے لوگوں کی موت ہوتی ہے مطلب یہ ہےکہ مجاہدات وریاضات کرنا ضروری ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے مزاج بدلجاوے اور سئیات حسنات ہو جاویں اسلیئے کہ برا مزاج یعنی سئیات تو بہت بری شئے ہے آگے اس مزاج کے خراب ہو جانیکی خرابی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں مزاج آدمی گِل خوار شد　　زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد

یعنی آدمی کا مزاج جب گلخوار ہوگیا تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہوگیا۔

چوں مزاجِ زشت او تبدیل یافت　　رفت زشتی واں رخش چوں شمع تافت

یعنی جب کہ اُسکے مزاج زشت نے تبدیلی پائی تو اسکی زشتی جاتی رہی اور شمع کی طرح چمک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جب انسان مٹی کھانے لگتا ہے تو اُس کی رنگت اور رونق روح سب خراب ہو جاتی ہے اور جب یہ

عادت بد چھوٹ جاتی ہے تو پھر چہرہ پر وہی رونق وہی تازگی آجاتی ہے اسی طرح جب قلب انسانی خراب ہوجاتا ہے تو اسکی استعداد مکدر اور خراب ہوجاتی ہے اور جب مجاہدہ سے اسمیں تبدیل ہوجاتا ہے اور دل درست ہوجاتا ہے تو وہ استعداد چمک اٹھتی ہے اور اسمیں رونق اور تازگی ہوجاتی ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

دایہ کو طفل شیر آموز را تا بہ نعمت خوش کند بد فوز را

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے کہ نعمت سے اس بد دہن کو خوش کردے

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را تا ز نعمتہا کند اورا غذا

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے جو کہ اس کی غذا نعمتوں سے کردے یعنی اسکو نعمتیں علاوہ دودھ کے پلاوے مطلب یہ ہے کہ ایسا مربی کہاں ہے کہ جو ہمکو اس عالم کی ظاہری نعمتوں سے چھڑا کر اس عالم کی حقیقی نعمتیں دیدے

گر بہ بندد راہ یک پستاں بروٗ بر کشاید راہ صد بستاں برو

یعنی اگر وہ ایک پستان کی راہ کو بند کردے تو سیکڑوں باغوں کا راستہ کھولدے مطلب یہ کہ دیکھو ماں اگرچہ دودھ چھڑاتی ہے اور بچہ روتا ہے مگر وہ نہیں دیتی اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اب اسکا دودھ چھوٹے تو یہ ساری نعمتیں کھانے لگے روٹی بھی کھاوے میوی بھی کھاوے تو اگرچہ ایک پستان سے اسکو روک رہی ہے مگر انجام کار یہ روکنا باعث ہوجاویگا لاکھوں نعمتوں کے کھانیکا ورنہ ساری عمر ایک ہی چیز کو لیئے بیٹھے رہتے تو اسیطرح شیخ اور مربی اگرچہ بظاہر دنیا کو چھڑا رہا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ وہ اسکی عوض میں کیا دے رہا ہے وہ اُس کی عوض میں اس عالم کی باغ و بہار اور جنت دے رہا ہے۔

زانکہ پستاں شد حجاب آں ضعیف از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف

یعنی اسلیئے کہ پستان اس ضعیف کے لیئے حجاب ہورہا ہے ہزاروں نعمتوں سے اور خوانوں سے اور روٹیوں سے بس اگر یہ دودھ چھوٹ جاوے یقیناً وہ نعمتیں حاصل ہوں تو اسی طرح جب اس دنیا سے ترک تعلق ہو تب اُس عالم کی نعمتیں نصیب ہوں اسپر تفریع فرماتے ہیں۔

پس حیات ماست موقوف فطام اندک اندک جہد کن تم الکلام

یعنی بس ہماری حیات اصلی فطام پر موقوف ہے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کرو بات پوری ہوچکی مطلب یہ ہے کہ اب معلوم ہوگیا کہ ہماری اُس عالم کی حیات ابدی اور اصلی کا حصول اسپر موقوف ہے کہ اس دنیاوی تعلقات کو چھوڑا جاوے جب یہ بات ہے تو خیر ایکدم سے تو کیا ترک کروگے تھوڑا تھوڑا

چھوڑدو کہ تم کو اس میں آسانی ہوگی ورنہ ایکدم بوجھ پڑ جاوے گا۔ سبحان اللہ کیا آسانی ہے بزرگان دین معاصی کو تو ایک دم سے ہی فرماتے ہیں کہ قطع کردو مگر جو اور تعلقات مباحہ ہیں ان کو خیر تھوڑا تھوڑا ہی کر کے چھوڑ دو اول کم کردو پھر چھوڑ دو اسلئے کہ اس عالم کی نعمتیں اور اس عالم کی لذتیں اُس عالم کے سامنے بالکل ہیچ ہیں لہذا انکو ترک کر کے اُن کو اختیار کرو آگے مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں جنیں بُد آدمی خوں بُد غذا — از نجس پاکی برد مومن کذا

یعنی آدمی جنین کیطرح تھا اور خون غذا تھی تو مومن نجس سے اسی طرح پاکی لیلیا کرتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ جنین خون کھاتے کھاتے غذا خور ہوگیا اسیطرح مومن بھی اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ و ریاضت کر کے ملکات سیئہ کو حسنہ بنالیا کرتا ہے۔

چوں جنیں بُد آدمی خونخوار بود — بود او را بود از خون تار و پود

یعنی جب آدمی جنین تھا تو خونخوار تھا اور اس کی ہستی کے لیئے خون ہی سے تار و پود تھا یعنی اسی سے پرورش پاتا تھا۔

از فطام خون غذایش شیر شد — وز فطام شیر لقمہ گیر شد

یعنی خون کے چھوٹنے سے اُس کی غذا دودھ ہوئی اور دودھ کے چھوٹنے سے وہ لقمہ گیر ہوگیا یعنی دوسری غذا کھانے لگا۔

از فطام لقمہ لقمانے شود — طالب و مطلوب پنہانے شود

یعنی لقمہ کے چھوٹنے سے ایک لقمان ہوگیا اور ایک مطلوب پوشیدہ کا طالب ہوگیا لقمہ سے مراد تعلقات دنیاوی ہیں اب مطلب یہ ہوا اول انسان حالت جنین ہونے میں نجس خوار تھا اُس کے بعد شیر خوار پھر غذا خوار ہوگیا اور اُس کے کسب میں بہت سے تعلقات دنیاوی پیدا ہوئے جب اُن سب تعلقات کو ترک کردیا اب یہ کامل ہوگیا اور طالب حق ہوگیا آگے انسان کے اس دنیا سے خوش ہونے اور اسمیں دل لگانیکی اور اُس عالم سے گھبرانے اور الکتانے کی ایک بہت عجیب اور نفیس مثال فرماتے ہیں۔

گر جنیں را کس بگفتے در رحم — ہست بیروں عالمی بس منتظم

یعنی اگر جنین سے کوئی رحم میں کہتا کہ (رحم کے) باہر ایک بہت نفیس عالم ہے۔

یک زمین خرمے با عرض و طول — اندر و بس نعمت و بسیار اکول

یعنی ایک زمین خوش ہی ساتھ عرض و طول کے کہ اسمیں بہت نعمتیں ہیں اور بیحد غذائیں ہیں۔

کوہ ہا و بحرہا و دشتہا بوستاں ہا باغہا و کشتہا

یعنی (اسمیں) پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں اور بہت سے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں

آسمانے بس بلند و پر ضیا آفتاب و ماہتاب و صد سہا

یعنی ایک آسمان ہے بہت بلند اور پر ضیا اور آفتاب ہے اور ماہتاب ہے اور سیکڑوں ستارے ہیں

از شمال و از جنوب و از دبور باغہا دارد عروسیہا و سور

یعنی باد شمال اور جنوب اور دبور سے باغ بہار رکھتے ہیں اور خوشیاں یعنی ان کی وجہ سے سب ہرے بھرے ہیں۔

در صفت ناید عجائبہای آں تو دریں ظلمت چہ در امتحاں

یعنی اُس کے عجائبات بیان میں نہیں آتے تو اس ظلمت کے اندر کیا مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

خوں خوری در چار میخ تنگنا درمیان حبس و انجاس و عنا

یعنی تو اس چار میخ تنگنا میں خون کھاتا ہے اور اس حبس میں اور نجاستوں میں اور مشکلوں میں پھنسا ہوا ہے جب کوئی اُسکو یہ کہے اور اُسکو اس جہان کا شوق دلادے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ

او بحکم حال خود منکر بُدے زیں رسالت معرض و کافر بُدے

یعنی اپنی حالت کی اقتضا کی وجہ سے منکر ہوتا اور اس پیغام سے معرض اور منکر ہوتا مطلب یہ کہ وہ یقیناً اسکا انکار کرتا اور کہتا کہ۔

کایں محالست و فریبست و غرور زانکہ وہم کور زیں معنی است دور

یعنی کہ یہ محال ہے اور فریب ہے اور دھوکہ ہے (اور اسکا یہ انکار) اسلیئے ہے کہ اس اندھی فکر ان معانی سے دور ہے وہ ان باتوں کا ادراک کیا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

جنس چیزے چوں ندید ادراک او نشنود ادراک منکرناک او

یعنی اُس کے ادراک نے جب کسی شئے کی جنس کو دیکھا ہی نہیں تو اسکا ادراک انکار مند اسکو سنے ہی گا نہیں مطلب یہ کہ وہ اُسکو قبول ہی نہیں کرسکتا اور وہ یہی خیال کرے گا کہ سب خیالی امور ہیں واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں   زاں جہاں ابدال میگویند شاں

یعنی اسی طرح عوام خلق جہان میں ہے کہ اُس جہان سے ابدال اُن سے کہہ رہے ہیں کہ

کایں جہاں چاہست بس تاریک و تنگ   ہست بیروں عالمی بے بود رنگ

یعنی کہ یہ جہان (دنیا) ایک چاہ تاریک و تنگ ہے اور اس سے باہر ایک عالم ہے بے بو اور رنگ کا کہ اُس میں لون ہے اور نہ بو ہے تو اس عالم کی طرف حضرت اولیاء اللہ بلاتے ہیں مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

ہیچ در گوش کسے ز ایشاں نرفت   کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت

یعنی کچھ بھی کسی نے ان سے نہ سنا اس لیئے کہ یہ طمع ایک حجاب قوی اور بڑا ہے مطلب یہ کہ جو اس عالم کی خوبیوں کو سنکر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے وجہ اُس کی یہ ہے کہ طمع عاجل نے اندھا کر دیا ہے وہ حجاب ہو رہا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

گوش را بندد طمع از استماع   چشم را بندد غرض از اطلاع

یعنی طمع کان کو سننے سے بند کر دیتی ہے اور غرض آنکھ کو دیکھنے سے روک دیتی ہے بس جب طمع اور غرض دونوں ہوں تب تو بالکل کور و کر ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ

ہمچنانکہ آں جنیں را طمع خوں   کاں غذائے اوست در اوطان دوں

یعنی جسطرح کہ اس جنین کو خون کی طمع نے جو کہ اسکی غذا اُس وطن ذلیل میں تھی

از حدیث ایں جہاں محجوب کرد   خون تن را در دلش محبوب کرد

یعنی اس جہان کی باتوں سے محجوب کر دیا اور خون تن کو اسکے دل میں محبوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ

زین ہمہ انواع نعمت ماند فرد   بجز خوں او نمی داند چاست خورد

یعنی ان تمام قسم قسم کی نعمتوں سے محروم رہا اور وہ سوائے خون کے کوئی غذا کھانا جانتا ہی نہیں اسی طرح

بر تو ہم طمع خوشی ایں جہاں   شد حجاب آں خوشی جاوداں

یعنی تجھ پر بھی اس جہان کی خوشی اس خوشی جاودانی سے حجاب ہوگئی ہے۔

طمع و ذوق ایں حیاتِ پر غرور　　　از حیات راستینت کرد دور

یعنی اس حیات پر غرور کی طمع اور ذوق نے تمکو حیات جاودانی سے دور کر دیا ہے جب معلوم ہوا کہ اُس جہاں کی طمع ہی نے تم کو اندھا بنا رکھا ہے تو آگے اسپر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس طمع کورت کند نیکو بداں　　　بر تو پوشاند یقیں را بیگماں

یعنی پس طمع تم کو اندھا کر دیتی ہے خوب جان لو وہ تمپر یقین کو بے شک پوشیدہ کر دیتی ہے۔

حق ترا باطل نماید از طمع　　　در تو صد کوری فزاید از طمع

یعنی تمکو طمع کی وجہ سے حق باطل دکھائی دینے لگتا ہے اور طمع سے تمہارے اندر سیکڑوں نابینائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

از طمع بیزار شو چوں راستاں　　　تا نہی پا بر سر آں آستاں

یعنی طمع سے سچے لوگوں کی طرح بیزار ہو جاؤ تاکہ اُس آستان (حق) پر سر رکھ سکو۔ مطلب یہ کہ تاکہ وہاں تک رسائی ہو سکے لہذا اول طمع کو اپنے اندر سے زائل کرد

کاندراں در چوں درائی گواہی　　　از غم و شادی قدم بیروں نہی

یعنی اُس درِ حق میں جب تم آجاؤ گے تو غم اور خوشی سے قدم باہر رکھو گے مطلب یہ کہ جب اُس در تک رسائی ہو گئی تو پھر سب غم و شادی سے چھوٹ جاؤ گے اور راحت اور آرام نصیب ہو جاویگا اور طمع کے ترک سے یہ نتیجہ ہوگا کہ

چشم جانت روشن و حق بیں شود　　　بے ظلام کفر نور دیں شود

یعنی تمہاری چشم باطن روشن اور حق بیں ہو جاویگی اور بے ظلمت کفر کے (خالص) نور دین، ہو جاویگی مطلب یہ کہ اگر ان اخلاق رذیلہ کا دفعیہ مجاہدہ سے کر دیا تو پھر حق تعالیٰ تمکو نور ایمان نصیب کرے گا اور سراپا نور ہی نور ہو جاؤ گے۔

پند مرداں را پذیرا شو بجاں　　　تا رہی از خوف ہومانی دلاں

یعنی مردان حق کے نصائح کو دل و جان سے قبول کرو تاکہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں ہو جاؤ خوف سے مراد پریشانی دنیاوی ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی نصائح کو گوش دل سے سنو اور اُن کو قبول کرو تاکہ تم کو یہ پریشانی دنیا کی نہوں اور آرام اور راحت سے ہو جاؤ ورنہ اگر

نہ سنو گے تو یاد رہے ہمیشہ خسران و ناکامی میں رہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں　　تا بیابی در حقیقت نور جاں

یعنی اب تم ایک قصہ اس کی مثال میں سن لو تا کہ حقیقت میں نور جاں تم پا لو یعنی تا کہ تمہارے قلب میں نور پیدا ہو لہذا ایک قصہ تمثیلاً سن لو آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک بزرگ نے جنگل میں چند آدمیوں کو کہ وہ بھوکے تھے منع کیا تھا کہ دیکھو اس جنگل میں ہاتھی کے بچے ہیں مگر تم ان کو مت کھانا ورنہ ہاتھی تمکو چیر پھاڑ ڈالیں گے اس نصیحت پر بعض نے عمل کیا اور بعض نے نہ کیا بلکہ خوب کھائے رات کو جب سو گئے ان بچوں کے ماں باپ آئے بچوں کو نہ پا کر تلاش کیا اسمیں ان لوگوں کے پاس بھی گذر ہوا تو انھوں نے ان لوگوں کے منہ کو سونگھا جس نے کھایا تھا اس کے منہ میں سے تو گوشت کی بو آئی اسکو انھوں نے چیر پھاڑ دیا اور جس نے نہ کھایا تھا اُس کے منہ سے چونکہ بو نہ آئی لہذا چھوڑ گئے تو دیکھو جس نے ناصح کی نصیحت کو سنا وہ تو بچگیا کہ اسکو ہاتھی نے مارا نہیں اور جس نے عمل نہ کیا اُس نے اپنی جان دی لہذا چاہیئے کہ ناصحین راہ حق کی نصیحت کو ضرور قبول کرو ورنہ ہلاک ہو گے اب حکایت سنو۔

شرحِ حبیبی

آں شنیدستی کہ در ہندوستاں　　دید دانائے گروہِ دوستاں

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور　　می رسیدند از سفر وز راہِ دور

مہرِ دانائیش جوشید و بگفت　　خوش سلامے شان وچوں گل برشگفت

گفت دانم کز تجوع وز خلا　　جمع آمد رنجتاں زیں کربلا

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل　　تا نباشد خوردتاں فرزند پیل

پیل ہست ایں سوکہ اکنوں می روید　　پند من از جان واز دل بشنوید

پیل بچگانند اندر راہ تاں　　صید ایشاں ہست بس دلخواہ تاں

بس ظریف اند و لطیف اند و ہمیں　　لیک مادرشاں بود اندر کمیں

از پے فرزند صد فرسنگ را ... می بگرود در حنین و آه آه
دود آتش آید از خرطوم او ... الحذر از کودک مرحوم او

اولیا اطفال حق اند اے پسر ... غائبی و حاضری بس باخبر
غائبی مندیش از نقصان شاں ... کو کشد کیں از برائے جان شاں
گفت اطفالِ من اند ایں اولیا ... در غریبی فرد از کار و کیا
از برائے امتحاں خوار و یتیم ... لیک اندر سر منم با او ندیم
پشتدار جملہ عصمتہائے من ... گوئیا ہستند خود اجزائے من
ہاں وہاں ایں دلق پوشان من اند ... صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر ... موسیٰ فرعون را زیر و زبر
ورنہ کے کردے بیک نفرین بد ... نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود
بر نکندے یک دعائے لوط راد ... جملہ شہرستان شاں را بے مراد
گشت شہرستان چوں فردوس شاں ... دجلۂ آب سیہ رو بیں نشاں
سوئے شام است ایں نشان و ایں خبر ... در رہ قدسش ببیں بر رہگذر
صد ہزاراں اولیائے حق پرست ... خود بہر قرنے سیاستہا بدست
گر بگویم ایں بیاں افزوں شود ... خود جگر چہ بود کہ کوہ ہا خوں شود
خوں شود کہ ہا و بازان بفسرد ... تو نہ بینی خوں شدن کوروی ورد
طرفہ کورے دور بین و تیز چشم ... لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم
مو بمو بیند ز صرفہ حرص انس ... رقص بے مقصود دارد ہمچو خرس
مو بمو بیند ز حرص خود بشر ... رقص او خالی ز خیر و پر ز شر

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی — پنبہ را از ریش شہوت بر کنی
رقص و جولاں بر سر میداں کنند — رقص اندر خون خود مرداں کنند
چوں رہند از دست خود دستے زنند — چوں جہند از نقص خود رقصے کنند

مطرباں شان از دروں دف می زنند — بحرہا در شورشاں کف می زنند

تو نہ بینی برگہا با شاخہا — کف زناں رقصاں ز تحریک صبا

تو نہ بینی لیک بہر گوش شاں — برگہا با شاخہا ہم کف زناں

تو نہ بینی برگہا را کف زدن — گوش دل باید نہ ایں گوش بدن

گوش سر بر بند از ہزل و دروغ — تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ

ہین وہاں بر بند ازل اے عمو — جز حدیث روئے او چیزے مگو

سر کشد گوش محمدؐ در سخن — کش بگوید در نبے حق ہو اذن

سر بسر گوش است و چشم است آں نبی — رحمت حق مرضع است و ناصبی

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — سوئے اہل پیل و بر آغاز راں

ہر دہاں را پیل بوئے میکند — گرد معدہ ہر بشر بر می تند

تا کجا یابد کباب پور خویش — تا نماید انتقام و زور خویش

وا نماید در جزایش قہر و نیش — ہر کجا بوئے برد از پور خویش

تا کجا بوئے کباب بچہ را — یا بد و زخمش زند اندر جزا

گوشتہائے بندگان حق خوری — غیبت ایشاں کنی کیفر بری

ہیں کہ بویائے دہان تان خالق است — کے برد جاں غیر آں کو حاذق است

وائے آں افسوسے کش بوئے گیر — باشد اندر گور منکر با نکیر

نے دہاں وز دیدن امکاں زان مہاں — نے تواں خوش کردن از دارو دہاں

آب و روغن نیست مر روپوش را
راه حیلت نیست عقل و هوش را

چند کوبد زخمهاے گرز شاں
بر سر هر ژاژ خاؤ برز شاں

گرز عزرائیل را بنگر اثر
گر نه بینی چوب و آهن در صور

هم بصورت می نماید گه گہے
زاں همه رنجور باشد آگہے

گوید آں رنجور کاے یار حرم
چیست ایں شمشیر بر فرق سرم

چوں نمی بینند کس از یاران او
در جواب آیند یاران کاے عمو

ما نمی بینیم باشد ایں خیال
چه خیالست ایں که هست ایں ارتحال

چه خیالست ایں که ایں چرخ نگوں
از نهیب آں خیالے شد کنوں

گرزها و تیغها محسوس شد
پیش بیمار و سرش منکوس شد

او همی بیند که آں از بهر اوست
چشم دشمن بسته زاں چشم دوست

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد
چشم او روشن گهه خونریز شد

مرغ بے هنگام شد آں چشم او
از نتیجه کبر او و زخشم او

سر بریدن واجب آمد مرغ را
کو بغیر وقت جنباند درا

هر زماں نزعی است جزو جانت را
بنگر اندر نزع جاں ایمانت را

عمر تو مانند همیان زر است
روز و شب مانند دینار اشمر است

می شمارد می دهد زر بیوقوف
تا که خالی گردد و آید خسوف

گر ز که بستانی و ننهی بجاے
اندر آید کوه زاں دادن زپاے

پس بنه بر جاے هر دم را عوض
تا ز واسجد واقترب یابی غرض

در تمامے کارها چندیں مکوش
جز بکارے که بود در دیں مکوش

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام　　کارہایت ابتر و نانِ تو خام

ویں عمارت کردنِ گور و لحد　　نے بہ سنگ است و نہ چوب و نے لبد

بلکہ خود را در صفا گورے کنی　　در منی آں کنی دفن ایں منی

خاک او گردی و مدفون غمش　　تا دمت یابد مدد ہا از دمش

گور خانہ قبہ ہا و کنگرہ　　نبود از اصحاب معنے آں سرہ

بنگر اکنوں زندہ اطلس پوش را　　ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را

در عذاب منکر ست آں جان او　　کژدم غم در دل غمدان او

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار　　وز دروں اندیشہہائے زار و زار

واں یکے بینی دراں دلق کہن　　چوں نبات اندیشہ و شکر سخن

تو نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ایک حکیم نے چند رفقا کی ایک جماعت دیکھی کہ وہ بھوکے اور بے سر و سامان ہیں اور دور دراز سے سفر کرتے چلے آرہے ہیں بمقتضائے حکمت اس کی شفقت نے جوش مارا اور بہت تپاک سے سلام کیا اور ان سے مانند گل کیطرح شگفتہ ہوگیا اور یہ کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس پر محن صحرا کے باعث اور بھوک اور خلوئے معدہ کے سبب تمکو بہت تکلیف ہے۔ لیکن خدا کے لیئے آپ بزرگان ہاتھی کا بچہ نہ کھائیو میں یہ اسلیئے کہتا ہوں کہ ادھر جسطرف تم اب جارہے ہو ایک ہاتھی رہتا ہے تم میری نصیحت کو غور و توجہ سے اور بقصد عمل سنو بے التفاتی مت کرو (یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو ان کی بے التفاتی دیکھکر اثنائے کلام میں فرمایا گیا ہے پھر نصیحت شروع کرتے ہیں) اس راستہ میں کچھ ہاتھی کے بچے ہیں جنکو دیکھکر اُن کے شکار کے لیئے تمہارا جی بہت للچائے گا کیونکہ وہ بہت نفیس اور عمدہ اور موٹے تازے ہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ اُن کی ماں اُن کی محافظ ہے گو تمہاری نظر سے غائب ہے وہ اپنے بچوں پر اتنی شفیق ہے کہ اُن کے لیے سو فرسخ کا چکر لگاتی ہے اور چنگھاڑتی اور فریاد

کرتی جاتی ہے اُس کی سونڈ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں پس تم کو اُس کے بچوں سے نہایت احتراز چاہیے یہاں تک پہونچکر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اولیا اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھو جیسے ہاتھی کے بچے اہل اللہ حق سبحانہ کے بچے ہیں اور وہ اُن کی غیبت و توجہ الی الخلق کی حالت میں بھی اور حضور و توجہ الی الحق کی صورت میں بھی اُن کا محافظ اور نگراں ہے اُن کے نقصان اور مشغولیت بالخلق کے سبب تم یہ خیال نہ کرنا کہ حق سبحانہ کی نگرانی اور حفاظت اُن سے منقطع ہوگئی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ہنوز قائم ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان کو ایذا پہونچانے والوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہے کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میرے غریب تنہا اور بے شوکت و شان اولیا میرے بچے ہیں (چنانچہ تفسیر مظہری میں کسی مقام پر ایک حدیث بدیں مضمون منقول ہے کہ حق سبحانہ اہل اللہ کو ستانے والوں پر اُن کی خاطر یوں غضبناک ہوتے ہیں جسطرح شیر اپنے بچوں کے لیے اُن کے ایذا دینے والوں پر۔ اس روایت سے اولیا کا مثل اطفال حق سبحانہ ہونا مستفاد ہوتا ہے) میں نے ان لوگوں کے امتحان کے لیے بظاہر ذلیل اور لاوارث بنایا ہے۔ لیکن در پردہ میں اُن کا مصاحب ہوں میری حفاظتیں جو مختلف عنوانوں سے ظاہر ہوتی ہیں ان سب کی معین و مددگار ہیں اور یہ بمنزلہ میرے اجزا کے ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ میری اولاد کے ہیں اور اولاد جزو ہوتی ہے دیکھنا خبردار یہ میری گدڑی والے ہیں انکو کوئی اذیت نہ پہونچے گو دیکھنے میں یہ تنہا معلوم ہوں لیکن ہماری اعانت و حمایت سے ان میں کا ایک ایک لاکھوں اور کروڑوں کے برابر ہے ورنہ تم خیال تو کرو کہ اکیلے موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ایک لاٹھی سے تلپٹ کیسے کر سکتے تھے اور ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام مشرق و مغرب کو کیونکر غرقاب کر سکتے تھے نیز اگر ہماری اعانت و حمایت ان کے شامل نہ ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک دعا کفار کے نامراد ملک کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکتی تھی حالانکہ ان کا بہشت کے مانند گلزار اور بارونق ملک دجلہ آب سیاہ کی طرح غیر آباد پڑا ہوا ہے اب بھی تم اُسکا نشان دیکھ سکتے ہو ہم تمکو پتہ بھی بتلائے دیتے ہیں شام کی طرف بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستہ پر تمکو وہ نشان ملیگا اور اُس سے تمکو اس واقعہ کی تصدیق ہو گی کچھ انھیں چند پیغمبروں پر منحصر نہیں بلکہ ہزاروں اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ میں مخالفین کی تنبیہ اور سرکوبی کا ذریعہ بنے ہیں۔ اگر میں سب کی تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہوا جاتا ہے نیز

اُن کے تصورات سے کلیجے پھٹتے اور خون ہوتے ہیں کلیجے تو کیا پہاڑ خون ہوتے ہیں اور خون ہو کر پھر منجمد ہو جاتے ہیں تم چونکہ مردود اور اندھے ہو اسلیئے تمکو ان کا خون ہونا محسوس نہیں ہوتا یہاں تک بیان کر کے آگے دوسرے مضمون ارشادی کیطرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اندھے تو ہو مگر عجیب قسم کے اندھے ہو کہ اُس کے ساتھ دوربین اور تیز نظر بھی ہو یعنی گو عالم غیب سے اندھے ہو لیکن عالم اجسام میں تمہاری نظر بہت تیز ہے لیکن وہ تیزی بھی عجیب قسم کی ہے کہ اونٹ کی اون تو دکھلائی دیتی ہے مگر اونٹ نہیں دکھلائی دیتا یعنی عالم اجسام میں تمکو غیر مقصود اور غیر نافع اشیاء دکھلائی دیتی ہیں اور مقصود اصلی اور نافع حقیقی تمہاری نظر سے محجوب ہیں چنانچہ آدمی کی حالت یہ ہے کہ حرص کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے اور اُس کے سبب ریچھ کی طرح بلا غایت محمودہ کے ناچتا ہے اور رات دن جد وجہد میں مصروف ہے اور حرص بال برابر بھی اُس کی نظر سے مخفی نہیں ہوتی لیکن جو جد وجہد وہ اُس حرص کے سبب کر رہا ہے اُسمیں برائی ہی برائی ہے بھلائی اصلا نہیں۔ مگر نہ وہ اشیاء نافع کو دیکھتا ہے اور نہ سعی لاحاصل کو چھوڑتا ہے ارے ظالم کس خرافات میں مصروف ہے تجھکو جد وجہد اس کام میں کرنی چاہیئے جس سے شکستگی و عجز و انکسار پیدا ہو اور یہ جو شہوات کا زخم تجھ میں موجود ہے اسکا پھاہا اتار اور انکو اچھا کر۔ میدان میں ناچنا اور خواہشات نفسانیہ کے لیئے جد وجہد کرنا رنڈیوں اور زنخوں اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے مرد خون میں رقص کرتے ہیں اور مجاہدہ نفسانی میں جد وجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو ابتدا میں تو تکلیف ہوتی ہے مگر جب اپنے کو فنا کر دیتے ہیں اور مرضیات حق سبحانہ کے تابع ہو جاتے ہیں اُسوقت یہ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور جب اپنے نقصان سے نکلکر کامل ہو جاتے ہیں تو فرط مسرت سے ناچنے لگتے ہیں (تالیاں بجانے اور ناچنے سے ظاہری کود پھاند مراد نہیں ہے بلکہ فرط انبساط اور جوش مسرت مقصود ہے مضامین مابعد کو بھی ظاہری معنی پر محمول نہ کرنا چاہیئے) ان کے باطن محفل رقص و سرود منعقد ہے اور ارباب نشاط شادیانے بجا رہے ہیں اور ان کے اندر شورش و جوش عشق حق سبحانہ کے سمندر جوش مار رہے ہیں اشجار و نباتات حقائق و معارف کی شاخیں اور پتے نسیم لطف الٰہی سے لہرا رہے ہیں اور وجد و طرب میں رقص کر رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں تم اُنکو نہیں دیکھ سکتے مگر اُن کے کانوں میں

اُن شاخوں اور پتوں کے تالیوں کی آوازیں آرہی ہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ تم ایسی تالیاں بجانے کو نہیں معلوم کرسکتے اس لیئے کہ اس کے لیئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ جسمانی کان کی بلکہ یہ تو اُسکے ادراک سے مانع ہے پس اگر تم کو اُس بارونق شہر جان کے سیر کی ضرورت ہے جسمیں یہ پر لطف جلسے اور پُر بہار باغ ہیں تو لغویات اور بے حقیقت باتوں کے سننے سے کانوں کو روکو اس سے تم کو وہ بارونق اور پُر لطف شہر جان نظر آئے گا نیز تمکو صرف کان ہی کے بند کرنے پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ منہ کو بھی بند کرنا چاہیئے کہ محرمات کھاؤ پیو اور نہ ناجائز باتیں زبان سے نکالو بلکہ اگر مباحات سے احتراز کرنے میں کچھ ضرر نہ ہو تو ان سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے اور بجز ذکر اللہ حقیقی یا حکمی کے کوئی بات زبان سے نہ نکالنا چاہیئے (ف۱ ذکر اللہ حکمی سے مراد وہ باتیں ہیں جو بامر شارع علیہ السلام ہیں خواہ وجوباً یا استحباباً۔ لذاتہ یا لغیرہ (ف۲ آنکھ کو بھی انھیں دو پر قیاس کرنا چاہیئے) ان نصائح کو کما حقہ اور اصالۃً تو حق سبحانہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنتے ہیں جنکو حق سبحانہ نے سراپا گوش فرمایا ہے (یا تو اس سے وتعیہا اذن واعیۃ کی طرف اشارہ فرمایا ہے یا اذن خیر لکم کی طرف) اور وہ سراپا گوش اور سراپا چشم ہیں کہ اُسی کو سنتے ہیں جو سننے کے قابل ہے اور اُسی کو دیکھتے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہے۔ ہم تو اُن کے فیض سے علی حسب الاستعداد مستفیض ہیں وہ رحمۃ للعالمین ہمارے لیئے بمنزلہ دایہ کے ہیں اور ہم اُن کے لیئے بمنزلہ شیر خوار بچے کے خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہیں ہوسکتی اب ہم کو مضمون سابق کی طرف لوٹنا چاہیئے اور اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جنکو ہتنی سے پالا پڑنے والا ہے اُس حکیم نے کہا کہ وہ ہتنی آدمیوں کو سونگھتی ہے اور اُن کے معدوں کو دیکھتی ہے تاکہ کہیں اپنے بچے کے کبابوں کی بو پالے اور تاکہ اپنا غیظ و غضب اور اپنا زور اُس کھانے والے کو دکھلائے بس جب کسی جگہ اُسکو اُس کے بچے کی بو ملجاتی ہے تو پھر وہ اپنا قہر و غضب اور اپنی طاقت اُسکو دکھلاتی ہے غرضکہ وہ پوری کوشش کرتی ہے تاکہ وہ اپنے بچہ کی بو کہیں پائے اور اُسکے عوض میں اُسکو سزا دے۔ یہاں تک بیان کرکے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے تمکو عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ تم حق سبحانہ کے بندوں کا گوشت کھاتے ہو اور اُن کی غیبتیں کرتے ہو بالآخر تم اس کا خمیازہ بھگتو گے یاد رکھو کہ حق سبحانہ تمہارے اس گوشت کھانے کو جانتے ہیں لہذا تم اُس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ صرف وہی نحیف

بچ سکتا ہے جو پختہ۔ہاں اس فعل شنیع کا مرتکب نہیں ہوا ارے اس قابل افسوس شخص کی حالت پر
کمال افسوس ہے جس کا منہ منکر و نکیر سونگھیں گے اور وہ ان سے منہ نہ چھپا سکیگا اور وہ کسی دوا سے بھی
اپنی منہ کی بو نہ کھو سکیگا نہ تو حلیہ تبدیل کرنے کے لیئے کوئی پوڈر وغیرہ ہوگا اور نہ عقل وفہم کوئی تدبیر
رہائی کی نکال سکیگی لہذا اُن کے گرز اس بیہودہ شخص کے سر اور چوتڑوں پر بہت سی ضربیں لگائینگے
تم کو اگر ان کے گرزوں میں کچھ شبہ ہو اور رلکڑی اور لوہا ظاہر میں نہ دکھلائی دیتا ہو تو تم حضرت عزرائیل
کے گرز کو تو اس کے اثر سے پہچانتے ہو اسی پر قیاس کرلو گرز عزرائیل علیہ السلام اثر کے ذریعہ سے تو
یقیناً معلوم ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس عالم میں محسوس بھی ہوتا ہے اور مرنے والا شخص نزع کی حالت
میں اُس کی واقفیت حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ارے یارو یہ میرے سر پر تلوار کیسی ہے
اور چونکہ اُس کے یار دوست وغیرہ نہیں دیکھ سکتے اس لیئے وہ کہتے ہیں کہ ہمکو تو کچھ نظر نہیں آتا تیری
متخیلہ کا اختراع ہے اب مولانا فرماتے ہیں ارے کیسا اختراع اور کیسا خیال یہ تو جان لے گا اور
کیسا خیال یہ تو وہ واقعی شئے ہے جسکی دہشت سے آسمان جیسے واقعی اور عظیم الشان شے اس کی نظر
میں خیال ہو گئی ہے اور حس نے کہ اس عالم واقعی کو اس نظر میں بے حقیقت بنادیا ہے غرضکہ
بیمار کو وہ گرز اور تلواریں دکھلائی دیتی ہیں جن سے اُسکی حالت بالکل بدل جاتی ہے کہ جنکو وہ
حقائق سمجھتا تھا وہ خیالات ہو جاتے ہیں اور جنکو خیالات بتاتا تھا وہ واقعات ہو جاتے ہیں
وہ جانتا ہے کہ یہ سب اسی کے لیئے ہیں لیکن اور دوستوں اور دشمنوں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ
وہ اُن کو نہیں دیکھ سکتے اب دنیا کی حرص بالکل فنا ہو جاتی ہے اور بفحوائے فکشفنا عنك غطاءك
فبصرك اليوم حديد اُسکی نظر تیز ہو جاتی ہے اور جو چیزیں کہ اُسکو پیشتر نہیں دکھلائی دیتی
تھیں اب وہ دکھلائی دینے لگجاتی ہیں لیکن افسوس کہ کب آنکھ کھلتی ہے جبکہ موت کا وقت آجاتا
ہے اور وہ آنکھ کھلنا کچھ مفید نہیں ہوتا اسلئے کبر اور غصہ و دیگر خصائل ذمیمہ کے سبب اُس کی آنکھ نے
اُس مرغ کی صفت حاصل کرلی ہے جو بے وقت اذان دیتا ہو کیونکہ یہ اسوقت حقیقت سے مطلع کرتی
ہے جب کہ تلافی وتدارک کا وقت نہیں رہتا اُس مرغ بے ہنگام کا سر اڑا دینا واجب ہے جو بے وقت
گھنٹے بجاتا اور اذان دیتا ہے لہذا اُس آنکھ کو پھوڑ ڈالنا چاہیئے اور دوسری آنکھ یعنی چشم قلب پر
اعتماد کرنا چاہیئے تم یہ نہ خیال کرو کہ ابھی کا ہے کے لیئے لذات سے محروم رہیں مرنے سے کچھ پیشتر سب

کچھ کر لیں گے۔ کیونکہ تم اب بھی نزع میں ہو پس اس حالت نزع میں تمکو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے ہماری عمر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اشرفیوں کی تھیلی اور رات دن اشرفیاں گننے والے کی مانند ہیں چنانچہ وہ گن رہے اور صرف کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ عمر کی اشرفیاں گھٹتی جاتی ہیں حتی کہ نوبت یہاں تک پہونچتی ہے کہ وہ تھیلی ایک وقت میں بالکل خالی ہو جاتی ہے اور اشرفیوں کا چاند گہن میں آجاتا ہے یعنی عمر ختم ہو جاتی ہے یہ تو تھیلی ہے اگر پہاڑ میں سے بھی صرف کیا جائے اور کوئی شئے اس نکالے ہوئے حصہ کی جگہ نہ رکھی جائے تو پہاڑ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا مطلب یہ کہ ہم لوگوں کی عمریں تو بہت کم ہیں لیکن بہت زیادہ ہوں تو بھی گردش روزگار انھیں فنا کر دے گی کیونکہ جو زمانہ گذرتا ہے اسکا بدل نہیں ہوتا جو اس کمی کو پورا کر سکے پس اگر تم کو اپنی عمر بچانا منظور ہے تو اس کی ایک صورت ہے کہ عمر کا جسقدر حصہ فنا ہوتا جاوے اس کی جگہ طاعت کا کوئی حصہ رکھتے جاؤ اس سے تم موت حقیقی و موت روحانی سے محفوظ رہو گے اور بفحوائے واسجد واقترب تم قرب حق سے کامیاب ہو گے اور مقرب ہو کر باقی ببقاء حق ہو جاؤ گے اور فنا سے بچ جاؤ گے دنیا کے کاموں کے پورا کرنے میں کوشش نہ کرنی چاہیئے اور دین کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں کوشش نہ کرنی چاہیئے **ف** یاد رکھو کہ جو کام مامور باذن شرع ہوں گو وہ بظاہر دنیوی ہوں مگر حقیقۃً دینی ہیں کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاوے تم خیال تو کرو کہ تمہاری اس کوشش کا کیا نتیجہ ہے آخر تمکو مرنا ہے اور کار دنیا کسے تمام نکرد مسلم ہے پس اس اتمام کا انجام بھی تو ناتمامی ہے پھر اس بیہودہ کام میں کیوں مصروف ہوتے ہو اگر تم دنیوی امور ہی کے اتمام کی سعی میں چلدیئے تو علاوہ اس خرابی کے کہ وہ کام ہنوز ناتمام رہے اور تمہاری سعی بیکار ہوئی۔ ایک خرابی یہ ہے کہ تمہاری روٹی بھی کچی رہے گی جو کھانے کے قابل نہ ہوگی یعنی زاد آخرت بھی تمہارے پاس ایسا نہ ہوگا جو تم کو کام دے سکے اور یہ جو تم آخرت کا سامان کر رہے ہو کہ اپنے لیئے قبر پختہ بنوا رہے ہو یہ سب لغو ہے قبر کی اصلی تعمیر پتھر اور لکڑی اور روودل سے نہیں ہوتی بلکہ اصلی تعمیر قبر یہ ہے کہ صفائی باطن اور اخلاص میں اپنی قبر بناؤ اُس کی ہستی میں اپنی ہستی کو دفن کر دو تم اس کی خاک ہو جاؤ اور اُس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ اُس کے انفاس سے تمہارے انفاس کو مدد ملے اور وہ تمہاری بقا کا ذریعہ ہو اور در تمندوق قبر اور رتبے اور کنگرے کو اہل دل کوئی اعلیٰ شئے نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو قبر صفائی باطن کو

پسند کرتے ہیں اچھا اب ہم تم کو اہل ظاہر اور اہل باطن کی حالت کا فرق دکھاتے ہیں جس سے تم کو اُن کے خیالات متعلق بہ قبر میں بھی فرق ظاہر ہو جاوے گا دیکھو رند اطلس پوش کا اطلس کیا اُس کے ہوش میں کوئی امداد دیتا ہے اور وہ اطلس پوشی سے صاحب ہوش ہو جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کی جان تو سخت عذاب میں مبتلا ہے کہ اُسکو اپنا پوزیشن قائم رکھنے کی فکر ہے وغیرہ وغیرہ اور اُس کے مخزن غم دل میں غم کا بچھو گھسا ہوا ہے جو اُسکو ہر وقت پریشان رکھتا ہے گو اُسکا ظاہر آراستہ پیراستہ ہے مگر اس کے خیالات اُس کے اندر رو رہے ہیں یعنی اُسکا دل ان تکلیف دہ خیالات کے سبب رو رہا ہے اور اس پورانی گدڑی والے فقیر کو دیکھ لو جہاں غم کا نام نہیں اُس کے خیالات میں بھی حلاوت ہے اور اُس کی باتوں میں بھی بس یہ فرق معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک صفائی باطن ہی وہ ہے جو تحصیل کے قابل ہے۔

شرح شبیری

ایک دانا شخص کا قصہ جو کہ جنگل میں کچھ لوگوں سے ملا اور اُن لوگوں کو نصیحت کی کہ ہاتھی کے بچے مت کھانا۔

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں — دید دانائے گروہِ دوستاں

یعنی تم نے وہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک دانا شخص نے ایک گروہ دوستاں دیکھا یعنی وہ لوگ آپسمیں دوست تھے جنگل میں سب یکجا جمع تھے۔ یہ دانا صاحب بھی جا پہونچے۔

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور — می رسیدند از سفر وز راہ دور

یعنی بھوکے اور بے سامان اور برہنہ رہے ہوئے تھے اور سفر اور راہ دور دراز سے پہونچے تھے

مہرِ دانائیش جوشید و بگفت — خوش سلامے شاں و چوں گل بر شگفت

یعنی اُس دانا کی دانائی کی الفت نے جوش کیا تو اُس نے ایک اچھا سلام کیا اور گُل کیطرح کھل گیا یعنی اسنے سب کو سلام کیا اور اُن کو دیکھکر مسرت ظاہر کی۔

گفت دانم از تجوع وز خلا — جمع آمد رنجتاں زیں کربلا

یعنی اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بھوک اور خلو معدہ کی وجہ سے اس میدان میں تکلیف تمکو

جمع ہوئی ہے مطلب یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوک وغیرہ کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہو۔

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل تا نباشد خوردتان فرزند پیل

یعنی لیکن اے قوم بزرگ خدا سے ڈرو اور ہرگز تمہاری خوراک ہاتھی کے بچے نہ ہوں اللہ اللہ کا معمول محذوف ہے یعنی اتقوا اللہ اتقوا اللہ مطلب یہ کہ ارے کہیں ہاتھی کے بچے مت کھا جانا اگرچہ بھوکے ہو مگر اس کا بہت برا نتیجہ ہوگا خدا سے ڈرنا اور اس کام سے بچنا۔

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں میروید پند من از جان و از دل بشنوید

یعنی جسطرف کہ اب تم جا رہے ہو اُدھر ہاتھی ہیں لہذا میری نصیحت کو دل وجان سے سنو۔

پیل بچگانند اندر راہ تاں صید ایشاں ہست بس دلخواہ تاں

یعنی تمہارے راستہ میں ہاتھی کے بچے ہیں اور ان کا شکار کرنا تمہارے بہت دلخواہ ہے اس لیئے۔

بس ظریف اند و لطیف اند و سمیں لیک مادر شاں بود اندر کمیں

یعنی وہ خوب موٹے اور تازے اور لطیف ہیں لیکن ان کی ماں گھات میں لگی ہوئی ہے۔

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ می بگردد در حنین و آہ آہ

یعنی اپنے بچہ کے مارے سیکڑوں کوسوں میں روتی ہوئی اور افسوس کرتی پھرتی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر اُس کے بچے کو کوئی مار ڈالتا ہے تو اپنے بچہ کی وجہ سے سیکڑوں کوس تک اُس کے قاتل کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور جب پاتی ہے تو اسکو مار ڈالتی ہے۔

آتش و دود آید از خرطوم او الحذر زاں بچۂ مرحوم او

یعنی اُسکی سونڈ میں سے (غصہ کی) آگ اور دھواں نکلتا ہے اُس کے اُس بچہ مرحوم سے بس بچنا ہی بہتر ہے اُنکو بھلا کھانا تو درکنار اُنکو ہاتھ بھی نہ لگاوے مولانا فرماتے ہیں۔

اولیا اطفال حق اند ای پسر غائبی و حاضری بس باخبر

یعنی اولیاء اللہ اطفال حق ہیں اور حالت غیبت اور حضور میں وہ اُن سے باخبر ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اگر اسوقت تمہارے سامنے ہوں اور تم اُنکو ستاؤ اور اُنکو برا بھلا کہو تو ممکن ہے کہ وہ خود بدلہ لے لیں اور جب کہ وہ غائب ہوں تب تم اُن کی برائی کرو تو وہ تو بدلہ نہیں لے سکتے

مگر حق تعالیٰ ہر حال میں اُن سے خبردار ہیں اور جب کوئی اُن کو ستاوے گا فوراً اُس سے بدلہ لیں گے

غائبی مندیش از نقصان شاں کو کشند کیں از برائے جان شاں

یعنی غائبی کو اُن کا نقصان مت سمجھو اس لیے کہ وہ اُن کی جان کے لیے کینہ کھینچتے ہیں۔ مطلب یہ اگر وہ اسوقت موجود نہیں ہیں اور کوئی برائی کرنے لگے تو یہ مت سمجھو کہ اُس سے اُن کا کوئی نقصان نہ ہوگا اُن کا کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لیئے کہ حق تعالےٰ اُن کی خبر رکھتے ہیں بس جو اُن کو ستاوے گا اُس سے وہ خود بدلا لے لیں گے۔

گفت اطفال من اند ایں اولیاءؒ در غریبی فرد از کار و کیا

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ اولیا میرے اطفال ہیں اور غربت میں شان و شوکت سے تنہا ہیں مطلب یہ کہ اگرچہ ظاہر حالت میں شان و شوکت اُن میں نہیں مگر یہ میری اولاد ہیں لہٰذا حقیقت میں اُن کا مرتبہ بہت بلند ہے اطفال ہونے کی توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ حدیث میں ہے الخلق عیال اللہ مگر اسمیں اولیا اللہ کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ خلق ایک کلی ہے جو کہ کل کفار و مسلمین سبکو شامل ہے بلکہ اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب یعنی جو میرے کسی ولی کو ستاوے گا میں اُسکو اعلان جنگ دیتا ہوں یہ تو مشہور ہی مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اس حدیث کے ساتھ ایک حصہ اور بڑھایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے کہ شیرنی کو اس کے بچہ کو چھیڑنے سے آتا ہے تو اس تشبیہ سے نکل سکتا ہے کہ اولیاء اللہ بھی بمنزلہ عیال و اطفال کے ہوئے اور چونکہ قاضی صاحب کی نظر حدیث پر بہت تھی اس لیئے اُن کی اس زیادتی کو تسلیم کیا جائے گا کہ زیادتی ایک ثقہ محدث کی ہی اور یہ توجیہ بہت ہی نفیس ہے کہ اسمیں اولیا اللہ کی نسبت صراحۃً ارشاد ہے تو یہ حضرات اگرچہ بظاہر بہت ہی شکستہ حالی میں ہوں مگر باطن میں بادشاہ ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ ؎ مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم + کہ شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند۔ اس شعر میں جو حدیث کیطرف اشارہ کیا ہے آگے بھی اسی کی روایت بالمعنی فرماتے ہیں کہ۔

از برائے امتحاں خوار و یتیم لیک اندر سر منم یار و ندیم

یعنی (دوسروں) کی آزمائش کے لیئے (ظاہر میں تو) خوار و بیکس ہیں۔ لیکن باطن میں ہیں اُن کا ندیم ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی آزمائش کے لیئے کہ دیکھیں کون تو اس امر کو سنکر کہ یہ ولی خدا ہیں اس ظاہری حالت کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی قدر کرتا ہے اور کون صرف اس ظاہری حالت پر نظر کرتا ہے۔ لہٰذا ظاہر میں تو اسطرح بیکس رہتے ہیں اور باطن میں حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

پشتدار جملہ عصمتہائے من گویا ہستند خود اجزائے من

یعنی میری عصمتوں کے پشت دار ہیں گویا خود میرے ہی اجزا ہیں۔ مطلب یہ کہ میری عصمتیں اور حفاظتیں اُن کے لیے پشت پناہ ہو رہی ہیں گویا کہ وہ میرے اجزا ہو گئے ہیں اور اتحاد اصطلاحی حاصل ہو گیا ہے۔ اور ارشاد ہے کہ

ہان وہاں ایں دلق پوشان منند صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند

یعنی کہ ہاں ہاں یہ دلق پوش میرے ہی ہیں لاکھ مضروب ہزار ہیں اور ایک تن ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دلق پوش میرے ہیں اور چونکہ انکو میری نسبت حاصل ہے ان میں کا ایک بھی اسقدر قدرت رکھتا ہے اور اسقدر قوی ہے کہ دوسرے دس کروڑ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ اُس کے سامنے ہیچ ہیں دس کروڑ اسلیئے کہا کہ مولانا نے صد ہزار مضروب ہزار کہا تو اُن کی ضرب سے دس کروڑ ہی حاصل ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اُن میں کا ایک بہتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے آگے اس کی نظائر بتاتے ہیں کہ۔

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر موسیٰ فرعون را زیر و زبر

یعنی ورنہ ایک ہنر کی لکڑی سے ایک موسیٰ فرعون کو کسطرح زیر و زبر کر دیتے مطلب یہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی نے فرعون جیسے بادشاہ کو زیر و زبر کر دیا اور وہ بھی ایک ذرا سی لاٹھی سے حالانکہ اس کے سامنے ایک آدمی کیا چیز ہے پھر اُس کے آلات حرب کے آگے یہ لاٹھی مگر چونکہ نسبت حق تعالیٰ حاصل تھی لہٰذا سب پر غالب ہوئے۔

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد نوح شرق و غرب را غرقاب خود

یعنی ورنہ ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام تمام شرق و غرب کو اتنا غرقاب کس طرح کرتے

غرقاب خود میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے یعنی وہ غرقاب جو کہ اُن کی وجہ سے ہوا تھا مطلب یہ کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو معیت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایک بددعا سے تمام عالم کو کسطرح غرقاب کر سکتے تھے یہ اُسی معیت کی برکت تھی۔

برنہ کندے یک دعائے لوط راد — جملہ شہرستان شاں را بیمراد

یعنی لوط بزرگ کی صرف ایک دعا اُن کی تمام شہروں بے مراد کو ہرگز نہ اکھاڑ سکتی۔ یہ ایک دعا سے تمام جہان کا تہ و بالا ہو جانا یہ قوت حق سے ہی ہوا۔ لوط علیہ السلام کی بددعا صراحتاً تو کہیں منقول ہی نہیں ہاں قرآن شریف میں اتنا آیا ہے کہ اُنھوں نے دعا کی رب نجنی و اھلی مما یعملون اور نجات کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اُن کو ہلاک کیا جاوے اور اُن کو نجات دی جاوے لہذا اس سے بددعا بھی مستنبط ہوتی ہے معیت حق کے حاصل ہونے کی وجہ سے اُن کی ایک دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

گشت شہرستان چوں فردوس شاں — دجلۂ آب سیہ رو بیں نشاں

یعنی اُن کا شہر جو مثل فردوس کے تھا ایک سیاہ پانی بہنے کی ندی ہو گئی نشان دیکھ لو مطلب یہ کہ وہ تمام شہر وغیرہ سب برباد ہو کر مٹ گئے جسکا ابتک نشان باقی ہے آگے اُن نشانات کی جگہ بتاتے ہیں کہ۔

سوئے شام است ایں نشان و ایں خبر — در رہ قدسش بہ بیں بر رہگذر

یعنی یہ خبر اور نشان شام کیطرف ہے بیت المقدس کے راستہ میں گذرگاہ پر دیکھو گے قرآن شریف میں بھی ثمود کے نشانات کی بابت ذکر ہے اور وہ بھی شام ہی کی راہ میں ہیں تو یہ بھی اُسی راستہ میں ہے سب ایک ہی جگہ قریب قریب بستیاں ہیں تو دیکھو یہ ساری برکت معیت مع اللہ کی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں اولیا حق پرست — خود بہر قرنے سیاستہا بدست

یعنی لاکھوں اولیائے حق پرست خود ہر زمانہ میں (موجب) سیاست ہوئے ہیں کہ اُن کو ستانے اور ایذا دہی کی بدولت حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود — خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود

یعنی اگر میں اسکو بیان کروں تو طویل ہو جاوے گا اور جگر تو کیا پتھر بھی خون ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مناقب تو بہت طول طویل ہیں اُن کے بیان میں خوف طویل کتاب کا ہے لہٰذا مختصر بیان کر کے ترک کیا جاتا ہے اگر ان کے پورے مناقب بیان کئے جائیں تو پتھر بھی خون ہو جاوے۔ جبکہ ان حضرات کی عظمت پیش نظر ہو تو وہ بھی سنبھل نہیں سکتا۔

خوں شود کہسار و باز آں بفسرد		تو نہ بینی خوں شدن کوری و رد

یعنی پہاڑ خون ہو جاویں اور پھر منجمد ہو جاویں تم ان کا خون ہونا دیکھتے نہیں ہو اسلیئے کہ اندھے اور مردود ہو اگر تمہارے آنکھیں ہوتیں تو تم کو اُن کا خون ہونا نظر آتا۔

طرفہ کوری دور بین و تیز چشم		لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم

یعنی تو عجب اندھا ہے کہ دور بین اور تیز چشم ہے لیکن اونٹ کے سوائے اون کے کچھ نہیں دیکھتا یعنی صرف ظاہر پر نظر کرتے ہو حالانکہ دیدے کھلے ہوئے ہیں مگر حقیقت کو نہیں دیکھتے اور ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ کو کوئی دیکھے اور کہے کہ ایک اون کا ڈھیر ہے اور اسکی حقیقت کو دریافت نہ کر سکے اسی طرح اس دنیا میں رہکر تم اس کے ظاہر کو دیکھ رہے ہو اور جو اس سے مقصود اصلی ہے یعنی یہاں رہکر عبادت اور یاد حق کرنا اسپر نظر نہیں ہوتی اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعلمون ظاھرًا من الحیٰوۃ الدنیا یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں اسکی غایت اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے اور اس ظاہر میں اسقدر منہمک ہیں کہ۔

مو بمو بیند ز صرفہ حرص انس		رقص بے مقصود دارد ہمچو خرس

یعنی حرص انسانی حرفۂ دنیا میں بال بال کو دیکھتا ہے اور ریچھ کیطرح رقص بے مقصود جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اسقدر طلب اور انہماک ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا ذرا سی بات بھی نہیں چھوٹتی حصول دنیا کے لیئے بہت بہت دور نظر پہونچتی ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں آخرت سے اندھے ہیں کہ خبر ہی نہیں اور دنیا کے لیئے رات دن چکر میں رہتے ہیں اور کمانے کے لیئے پھرتے ہیں اور انجام کار بے حاصل اور فضول ہوگا جیسے کہ ریچھ ناچتا ہے تو اسکو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ جو پیسے وغیرہ ملتے ہیں ریچھ والے کو ملتے ہیں اسکو خاک بھی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح اس ساری دوڑ دھوپ سے ان کو بھی کوئی فائدہ حقیقی نہیں ہوتا۔

موبمو بیند ز حرص خود بشر رقص او خالی ز خیر و پر زشر

یعنی اپنی حرص کی وجہ سے انسان بال بال کو دیکھتا ہے اور اُسکا رقص دنیا خیر سے تو خالی ہوتا ہے اور شر سے پُر ہوتا ہے یعنی خیر حقیقی اُسمیں نہیں ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ۔

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی پنبہ را از ریش شہوت برکنی

یعنی رقص تو اس جگہ کرو کہ اپنے کو شکستہ کرلو اور روئی کو شہوت کے زخم سے اکھاڑدو یعنی اس رقص دنیاوی کو ترک کردو کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ دین کے یئے کوشش کرو کہ جس سے فائدہ بھی حاصل ہو۔

رقص و جولاں بر سر میداں کنند رقص اندر خون خود مرداں کنند

یعنی رقص و جولانی میدان میں کرتے ہیں اور مردان راہ حق اپنے خون میں رقص کرتے ہیں یعنی جو کہ مردان حق ہیں وہ تو فنا ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں اُن کو اس سے اور خوشی ہوتی ہے اُن کی یہ حالت ہوتی ہے۔

چوں رہند از دست خود دستے زنند چوں جہد از نقص بر رقصے تنند

یعنی جب وہ لوگ اپنی ہستی کے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں تو تالیاں بجاتے ہیں اور جب اس نقص سے نکلتے ہیں تو رقص شروع کر دیتے ہیں۔

مطرباں شاں از دروں دف می زنند بحرہا در شور شاں کف می زنند

یعنی اُن کے مطرب اُن کے اندر سے دف بجاتے ہیں اور بیت سے دریا اُن کے شور میں کف مارتے ہیں یعنی انکو ان ظاہری دف و چنگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود اُن کے اندر دف و چنگ محبت حق کے موجود ہے جس سے کہ مست ہو رہے ہیں اور علوم و معارف کے دریا اُن کے اندر سے جوشش مارتے ہیں جس سے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

تو نہ بینی برگ ہا بر شاخ ہا کف زناں رقصاں ز تحریک صبا

یعنی کیا تم پتّوں کو شاخوں پر صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہوئے نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ دنیا میں بھی پتے اور شاخیں صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں اسی طرح جب ان حضرات پر واردات عشقیہ ہوتے ہیں تو ان کی یہی حالت ہوتی ہے جو ان

پتوں کی ہوتی ہے کہ خوش و خرم ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

تو نہ بینی لیک بہر گوش جاں — برگہا باشاخہا ہم کف زناں

یعنی تو تو نہیں دیکھتا لیکن اُن کے کان کے واسطے پتے شاخوں پر تالیاں بجا رہے ہیں مطلب یہ کہ تم کو تو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر وقت تالیاں بجا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔

تو نہ بینی برگ ہا را کف زدن — گوش دل باید نہ ایں گوش بدن

یعنی تم ان پتوں کے تالیاں بجانے کو دیکھ نہیں سکتے اور سن نہیں سکتے کیونکہ اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ گوش بدن کی اور تمہارے پاس گوش دل ہے نہیں لہذا تم سن بھی نہیں سکتے۔

گوش سر بر بند از ہزل و دروغ — تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ

یعنی ان گوش سر کو ہزل اور دروغ سے بند کر لو تاکہ شہر جان کو با فروغ دیکھ سکو یعنی ان کانوں کو واہیات اور فضولیات سے بند کرو تاکہ تم اُس عالم غیب کو جو کہ با فروغ ہے دیکھ سکو اور اُس کی زیارت کر سکو۔

بس دہاں بر بند از ہزل ای عمو — جز حدیث روئے او چیزے مگو

یعنی بس منہ کو ہزل سے بند کر لو اے چچا اور سوائے اُس ذات کے روئے ذکر کے اور کچھ مت کہو مطلب یہ کہ بس سوائے ذکر حبیب کے اور سب سے منہ کو بند کر لو کہ سب ہزل ہے سہ

درمصحف روئے او نظر کن ❊ خسرو غزل و کتاب تا کے — تو گوش و دہان دل حاصل کرو اور ان ظاہری گوش و دہان کو بند کر لو پھر دیکھو کیسے انوار نازل ہوتے ہیں۔

سر کشد گوش محمد در سخن — کش بگوید در نبی حق ہو اذن

یعنی گوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات میں سر جھکاتا ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ھو اذن مطلب یہ کہ دیکھو وحی کے وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسقدر کان لگاتے تھے کہ جسکی بدولت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ھو اذن پوری آیت یہ ہے ومنھم الذین یؤذون النبی ویقولون ھو اذن قل اذن خیر لکم یعنی اُن منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں (اور جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ کہنا تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن پائیں گے تو کیا کہیں گے) تو کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں (اُن کو جسطرح ہم کہہ دیں

گے مان لیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ فرما دیجئے کہ وہ کان کے کچے نہیں ہیں وہ بہتر ہیں تمہارے لیئے تو اول جو ھواذن ہے وہ تو یہاں مراد نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ یہ تو قول منافقین کا ہے لہذا یہ کہا جاوے گا کہ قل کے بعد جو اذن ہے وہ چونکہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اسلیئے اُسکی تقدیر ہو اذن ہے تو مولانا کا مراد وہ اذن ہے اور اُس مبتدا کو ظاہر کر دیا ہے کہ ھو اذن اس سے بہتر اور کوئی توجیہ اسکی ہرگز نہیں ہو سکتی وللہ الحمد درمولانا۔

بس سر گوش است و چشم است آں نبی　　رحمت حق مرضع است و ما صبی

یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراسر چشم و گوش ہیں اور رحمت حق ہیں جو کہ مرضع ہے اور ہم صبی ہیں یعنی جسطرح کہ حضور کو فیض ہوا تھا اور اُن کو چشم و گوش باطن عطا ہوئے تھے اسیطرح اب بھی ہمکو عطا ہو سکتے ہیں اس لیئے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بچے ہیں لہذا ہم پر بھی رحمت ہوگی۔ ؎

ہنوز آں ابر رحمت در فشانست　　خنم و خمخانہ با مہر و نشانست

اب فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد باز راں　　سوئے اہل پیل و بر آغاز راں

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہذا لوٹو طرف اہل پیل کے اور شروع کی طرف رجوع کرو یعنی شفقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انتہا ہی نہیں جتنا بیان کریں کم ہی ہے لہذا اسکو یہاں چھوڑ کر اس پیل بچگان کے قصہ کو بیان کردو۔

ہاتھی کے بچوں پر اعتراض کرنیوالوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے میکند　　گرد معدہ ہر بشر بر می تند

یعنی ہاتھی ہر شخص کے منہ کو سونگھتا ہے اور ہر آدمی کے معدہ کے گرد پھرتا ہے مطلب یہ کہ اُس ناصح نے کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ جب ہم کھالیں گے تو اُسکو کیا خبر ہوگی خوب منہ صاف کرلینگے وہ ہاتھی منہ سونگھتا ہے اور معدہ کے اندر سے بو کو معلوم کرلیتا ہے۔

تا کجا یابد کباب پور خویش　　تا نماند زجزا صد زخم ریش

یعنی تاکہ جہاں کہیں وہ اپنے بچہ کے کباب پاوے تو اسکو سزا میں سوز خم نیش کے مارے

تا کجا بوئے کباب بچہ را	یا بدوز خمش زند اندر جزا

یعنی یہاں تک کہ جہاں کہیں اپنے بچہ کے کباب کی بو پاتا ہے تو بدلے میں اُس کے زخم مارتا ہے
اور اس شخص کو جس نے کھایا ہے سزا دیتا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

لحمہائے بندگان حق خوری	غیبت ایشاں کنی کیفر بری

یعنی تم بندگان حق کے گوشت کھاتے ہو (اس طرح کہ) ان کی غیبت کرتے ہو تو بدلا پاتے ہو

ہیں کہ بویائے دہانت خالق است	کے برد جاں غیر او کو صادق است

یعنی ارے تمہارے منہ کو سونگھنے والا تو خالق ہے تو سوائے اسکے جو کہ صادق ہے کسکو جاں بری ہوسکتی ہے تو جب تمنے غیبت کر کے بمقتضائے آیہ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً کے تمنے اُن حضرات کا گوشت کھایا اور انکو ایذا دی تو اُن کے طرف سے تو بدلہ لینے والا حق ہے پھر بتاؤ کہ وہ تو عالم الغیب ہے اس سے کہاں بچ سکتے ہو۔

وائے آں افسوسیے کش بوی گیر	باشد اندر گور منکر با نکیر

یعنی اس افسوس والے کی حالت پر افسوس ہے کہ جسکا منہ قبر میں سونگھنے والے منکر نکیر ہوں اور افسوس اسلیئے ہے کہ

نے دہاں دزدیدن امکان زاں مہاں	نے تواں خوش کردن از دارو دہاں

یعنی نہ تو منہ کو ان سرداروں سے چھپا سکتے ہیں اور نہ دواسے منہ کو خوشبودار کر سکتے ہیں بس جو حالت ہوگی وہ سامنے ہوگی۔

آب و روغن نیست مر روپوش را	راہ حیلت نیست عقل و ہوش را

یعنی وہاں روپوشی کے لیئے آب و روغن نہیں ہے اور عقل و ہوش کے لیئے حیلہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے بس جو ہوگا وہ سامنے ہوگا کوئی دھوکہ دہی وغیرہ وہاں کچھ نہیں چلسکتی۔

چند کوبد زخمہائے گرزشاں	بر سر ہر ژاژ خا و مرزشاں

یعنی وہ کتنے ہی گرز کے زخم لگاویں گے ہر بیہودہ گو کے سر پر اور چہ تڑوں پر مرزبفتم میم تقعد
یعنی جب چھپا تو سکیں گے نہیں لہذا اُنپر ظاہر ہو جاوے گا اور وہ خوب گرز لگاویں گے اور پیٹیں گے

اب کوئی کہتا ہے کہ جناب ہم تو کہیں گرز دیکھیں نہ کچھ اس کا جواب دیتے ہیں۔

گرز عزرائیل را بنگر اثر گر نہ بینی چوب و آہن در صور

یعنی گرز عزرائیل کا اثر دیکھ لو اگر تم لوہا اور لکڑی صورت میں نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ نظر نہیں آتا تو اچھا نزع کے وقت عزرائیل علیہ السلام کے گرز کا اثر تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ خود موثر نہ معلوم ہو مگر اثر سے بھی موثر پہ دلالت ہوتی ہے لہذا اُس نزع والے کے کرب و بے چینی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت کوئی چیز ہے کہ جو اسپر سخت تر ہے تو اسی سے اُس گرز منکر نکیر کو بھی سمجھ لو اور اس سے قیاس کر لو اور بلکہ بعض مرتبہ صورت میں بھی نظر آجاتا ہے جسکو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہم بصورت می نماید گہہ گہے زاں ہمہ رنجور باشد آگہے

یعنی کبھی کبھی صورت میں بھی نظر آجاتے ہیں اور ان سب سے وہ بیمار ہی آگاہ ہوتا ہے اسکو سب خبر ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے اور بیان کرتا ہے اس سے تمکو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یار حرم چیست ایں شمشیر بر فرق سرم

یعنی وہ مریض کہتا ہے کہ اے گھر والو یہ تلوار میرے سر پر کیسی ہے۔

چوں نمی بینید کس از یاران او در جواب آیند ہر یک کاے عمو

یعنی جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی اسکو دیکھتا نہیں تو سب جواب دیتے ہیں کہ اے چچا۔

ما نمی بینیم باشد ایں خیال چہ خیال است ایں کہ ہست از ارتحال

یعنی ہم تو دیکھتے نہیں ہیں خیال ہوگا (مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ کیسا خیال ہے بلکہ یہ تو کوچ ہے یعنی وہ لوگ کہتے ہیں کہ بڑا رہے ہیں سرسام ہوگیا ہے خیالات منتشر ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ اسکا تو کوچ ہونے والا ہے تم اسکو خیال ہی کہہ رہے ہو۔

چہ خیال است ایں کہ ایں چرخ نگوں از نہیب آں خیالے شد کنوں

یعنی یہ کیسا خیال ہے کہ یہ چرخ نگوں اس کے خوف سے ایک خیال ہوگیا ہے اسوقت یعنی اس کے سامنے یہ بھی ضعیف ہوگیا ہے وہ وقت ارتحال بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ آسان فرماویں اور ساتھ ایمان کے خاتمہ فرماویں۔

گرز ہا و تیغہا محسوس شد پیش بیمار و سرش منکوس شد

یعنی تلواریں اور گرز اس بیمار کے آگے سب محسوس ہوگئے اور اس کا سر اوندھا ہو گیا۔

او ہمی بیند کہ آں از بہر اوست چشم دشمن بستہ زاں و چشم دوست

یعنی وہ مریض تو دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کے لیے ہے اور اس سے چشم دشمن و دوست سب بند ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں اور وہ انکو دیکھ دیکھ کر ہول کھا رہا ہے اور اسکو جو یہ ساری چیزیں دکھائی دے رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ۔

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد چشم او روشن گہہ خونریز شد

یعنی حرص دنیا کی جاتی رہی اور اس کی آنکھ تیز ہو گئی اور اس کی آنکھ بڑی خونریزی کے وقت بند ہوئی یعنی ان اشیاء کو دیکھنے سے مانع تو یہ حرص دنیا ہی تھی اب وہ نہیں رہی لہذا سب منکشف ہو گیا مولانا فرماتے ہیں کہ بہت ہی ناوقت اسکی آنکھ کھلی اگر کچھ پہلے سے آنکھ کھلتی تو کچھ علاج بھی کر لیتا۔

مرغ بے ہنگام شد آں چشم او از نتیجہ کبر او و زخشم او

یعنی اُس کی یہ آنکھ مرغ بے ہنگام ہو گئی ہے اُس کے کبر و خشم کے نتیجہ سے یعنی پہلے سے کبر و خشم اُس کی آنکھ کو بند کئے ہوئے تھے اب جب کہ وہ جاتے رہے تو اُس کی آنکھ کھلی تو یہ مرغ بے ہنگام ہے کہ جسطرح وہ اذان بے وقت دیتا ہے اُسی طرح یہ کھلی بے وقت ہے

سر بریدن واجب آمد مرغ را کو بغیر از وقت جنباند درا

یعنی اس مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا ضروری ہے (عرفاً) کیونکہ وہ بغیر وقت کے آواز کو ہلاتا ہے۔ تو اسی طرح اُس آنکھ کو بھی ہلاک کر دینا ضروری ہے اب کوئی کہتا ہے کہ اچھا سو وقت تو ہمکو نزاع نہیں ہے جب ہوگا دیکھا جائے گا۔ مولانا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہر زماں نزعی است جزو جان را بنگر اندر نزع جاں ایمانت را

یعنی تمہارے اجزاء جان کو ہر وقت نزع ہے تو تم نزع جان کے اندر ایمان کو دیکھو مطلب یہ کہ تم کہتے ہو کہ نزع کے وقت ایمان کو درست کر لیں گے تو تمہاری جان کا نزع تو جب ہوگا جب ہوگا سو وقت تمہارے اجزا کا نزع ہو رہا ہے کہ جوں جوں گھڑیاں گذرتی جاتی ہیں اُن میں کمی

اور انحطاط ہوتا ہے پھر جب ایک قسم کا نزع اب بھی ہو رہا ہے تو اب بھی تم دیکھو کہ ایمان درست ہے یا نہیں خوب کہا ہے ؎ تسر المرء ماذھب اللیالی + وکان ذھابھن لہ ذھابا + اور کہا ہے کہ۔ ہر دم تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی + لے ایک گھڑی عمر تری اور گھٹا دی + آگے اس عمر کے ہر وقت گھٹنے کی ایک بہت ہی نفیس مثال فرماتے ہیں۔ کہ

عمر تو مانند ہمیان زر است ... روز و شب مانند دینار اشمرست

یعنی عمر تیری اشرفیوں کی ہمیانی کی طرح ہے کہ رات دن اشرفی گننے والے کی طرح ہے۔

می شمارد می دہد زر بیوقوف ... تاکہ خالی گردد و آید خسوف

یعنی وہ گننے والا گن رہا ہے اور بے سوچے سمجھے دے رہا ہے یہاں تک کہ وہ خالی ہوجاویگا خسوف میں آجاوے گا یعنی جب وہ خرچ تو کرے گا اور اس کی جگہ اور رکھیگا نہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دن وہ خرچ ہو جاوے گی خواہ خزانہ قارون ہی ہو۔

گر ز کہ بستانی و نہی بجائے ... اندر آید کوہ زاں دادن ز پائے

یعنی اگر پہاڑ میں سے لینا شروع کرد اور اس کی جگہ کچھ رکھو نہیں تو اس دینے سے پہاڑ بھی جگہ سے گر پڑے اور ختم ہو جاوے تو جب تمہاری عمر ختم تو ہو رہی ہے اور اس کی جگہ کچھ رکھا جاتا نہیں ہے تو آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن ختم ہو جاویگی لہذا ضروری ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی ایمان کی خبر رکھو۔ تو اگر صرف خرچ ہو اور اسکی عوض میں کوئی چیز نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی ختم ہو جاو اور اگر عوض رکھدیا جاوے تو پھر نقصان نہیں ہوتا اسلئے فرماتے ہیں کہ

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض ... تا ز واسجد واقترب یابی غرض

یعنی پس ہر دم کا عوض اس کی جگہ رکھ تاکہ واسجد واقترب سے تم غرض کو حاصل کرو یعنی تم اپنے ہر سانس کے عوض میں جس سے کہ عمر ختم ہو رہی ہے ذکر اور طاعت کو عوض میں رکھو پھر اگر بظاہر عمر ختم بھی ہو جائیگی مگر حقیقت میں تمکو عمر جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہوگی۔

در تمامی کارہا چندیں مکوش ... جز بکارے کہ بود در دیں مکوش

یعنی تمام کاموں میں اتنی کوشش مت کرو سوائے اس کام کے جو دین میں ہو اور کسی میں کوشش مت کرو مطلب یہ کہ امور دنیاوی میں اسقدر کوشش مت کرو کہ بس اُسی میں کھپ جاؤ

اس قسم کی کوشش تو امور دینی میں ہونی چاہیئے نہ کہ امور دنیاوی میں اس لیئے کہ

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام کارہایت ابتر و نان تو خام

یعنی آخر کار تو ناتمام ہی چلا جلے گا کہ تیرے کام ابتر ہوں گے اور تیری روٹی کچی ہو گی مطلب یہ کہ دنیا کے تو تمام کام آخر کار ناتمام ہی رہ جاویں گے اس لیئے اس سے ابھی سے اُن کو ترک کردو کہ کچھ مفید نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب آپ موت کو یاد رکھنے کو کہتے ہیں تو ہمنے تو دلمیں اسقدر یاد کر رکھا ہے کہ اتنا بڑا مقبرہ بنایا ہے اور اسقدر لاگت سے سنگ مرمر کی قبر بنائی ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

وین عمارت کردن گور و لحد نے بہ سنگ است و نہ چوب و نہ لبد

یعنی اور یہ گور و لحد کی عمارت کرنا نہ پتھر سے ہے اور نہ لکڑی سے اور نہ نمدوں سے۔

بلکہ خود را در صفا گورے کنی در منی او کنی دفن این منی

یعنی بلکہ اپنی کو صفا میں ایک گور بنالو کہ اس کے وجود میں تم اپنے اس وجود کو دفن کردو مطلب یہ کہ صفائی قلب حاصل کرو اور اُسمیں مرتبہ فنا کا حاصل کرو کہ مردہ کی طرح اُسمیں دفن ہوجاؤ

خاک او گردی و مدفون غمش تا دمت یابد مددہا از دمش

یعنی اُسکی خاک بن جاؤ اور اُس کے غم میں مدفون ہوجاؤ تاکہ تمہارا دم دم حق سے مدد پاوے یعنی فنا حاصل کرو تاکہ حق تعالیٰ تمہاری مدد فرماویں۔

گور خانہ قبہا و کنگرہ نبود از اصحاب معنی آن سرہ

یعنی گور خانہ اور قبے اور کنگرے اصحاب معنی کو یہ پسندیدہ نہیں ہیں اس لیئے کہ

بنگر اکنوں زندہ اطلس پوش را ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را

یعنی اب تم کسی زندہ اطلس پوش کو دیکھ لو کہ اطلس نے کچھ ہوش میں مدد کی یعنی قبر میں کچھ اُس کے ہوش و حواس میں اطلس نے مدد کی اور اُن کو قوت پہونچائی ہے یا نہیں تم خود ہی دیکھ لو بلکہ جو زندہ ہی ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

در عذاب منکر ست آن جان او کژدم غم در دل غمدان او

یعنی اُس کی جان عذاب منکر میں ہے اور غم کے بچھو اُسکے دل غمدان میں ہیں۔

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار ... وز دروں اندیشہ ہایش زار و زار

یعنی باہر تو اس کے ظاہر میں نقش و نگار ہیں اور اندر سے اس کے افکار زار زار مطلب یہ کہ اس کی قبر وغیرہ بظاہر تو بہت منقش ہے مگر اندر سے جو حالت ہے اس کی خبر ہی نہیں کہ بیچارہ خراب و خستہ ہو رہا ہے اس رند اطلس پوش کی تو یہ حالت ہو گئی۔

واں یکے بینی دراں دلق کہن ... چوں نبات اندیشہ و شکر سخن

یعنی اس ایک کو دیکھو کہ پرانی گدڑی میں نبات کی طرح تو اس کے افکار ہیں اور باتیں شکر کی طرح ہیں یعنی ایک وہ شخص ہے کہ پھٹی پرانی گدڑی میں ہے اور اسکا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر قلب دیکھو تو اندر سے شگفتہ ہے اور قبر بھی اندر سے پرنور اور رحمت سے بھری ہوئی ہے تو ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اصل میں اعتبار اندروں اور قلب کا ہے لہذا اسکو درست کرو ظاہر خراب بھی ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے آگے پھر ان مسافروں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ۔۔۔

شرح حبیبی

گفت ناصح بشنوید ایں پند من ... تا دل و جاں تاں نگردد ممتحن

با گیاہ و برگ ہا قانع شوید ... در شکار پیل بچگاں کم روید

من بروں کردم ز گردن دام نصح ... جز سعادت کے بود انجام نصح

من بہ تبلیغ رسالت آمدم ... تا رہانم مر شمارا از ندم

ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند ... طمع برگ ایں جہاں تاں بر کند

ایں بگفت و خیر بادے کرد و رفت ... گشت قحط و جوع شاں در راہ زفت

ناگہاں دیدند سوئے جادہ ... پور فیلے فربہے نوزادہ

اندر افتادند چوں گرگان مست ... پاک خوردند و فرو شستند دست

آن یکی همره نخورد و پند داد / که حدیث آن فقیرش بود یاد
از کبابش مانع آمد آن سخن / بخت نو بخشد ترا عقل کهن
پس بیفتادند و خفتند آن همه / آن گرسنه پاسبان آن رمه
دید پیلی سهمناکی میرسید / اولا آمد سوی حارس دوید
بوی میکرد آن دهانش را سه بار / هیچ بوی زو نیامد ناگوار
چند باری گرد او برگشت و رفت / مر ورا نازرد آن شه پیل زفت
مر لب هر خفته را بوی کرد / بوی می آمد ورا زان خفته مرد
کز کباب پیل زاده خورده بود / بر درانید و بکشتش پیل زود
در زمان او یک بیک را زان گروه / بر درانید و نبودش زان شکوه
بر هوا انداخت هر یک از گزاف / تا همی زد بر زمین می شد شگاف
ای خورنده خون خلق از ره بگرد / تا نیارد خون ایشانت نبرد
مال ایشان خون ایشان دان یقین / زانکه مال از زور آید در یمین
مادر آن فیل بچه کین کشد / فیل بچه خورده را کیفر کشد
فیل بچه می خوری ای پاره خوار / هم برآرد خصم فیل از تو دمار
بوی رسوا کرد مکر اندیش را / پیل داند بوی بچه خویش را
آنکه یابد بوی حق را از یمن / چون نیابد بوی باطل را ز من
مصطفی چون برد بوی از راه دور / چون نیابد از دهان ما بخور
هم بیابد لیک پوشاند ز ما / بوی نیک و بد برآید بر سما
تو همی خسپی و بوی آن حرام / می زند بر آسمان سبز فام

ہمرۂ انفاس زشتت می شود
تا بہ بوگیران گردوں می رود

بوے کبر و بوے حرص و بوے آز
در سخن گفتن بیاید چوں پیاز

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام
از پیاز و سیر تقوی کردہ ام

آں دمت سوگند غمازی کند
بر دماغ ہم نشیناں بر زند

پس دعاہا رد شود از بوے آں
آں دل کژ می نماید از زباں

اخسئوا آید جواب آں دعا
چوب رد باشد جزائے ہر دغا

گر حدیثت کژ بود معنیش راست
آں کژی لفظ مقبول خداست

ور بود معنے کژ و لفظت نکو
آنچناں لفظے نیرزد یک تسو

آں بلال صدق در بانگ نماز
حی راہی خواند از روے نیاز

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست
ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

اے نبی و اے رسول کردگار
یک مؤذن کو بود افصح بیار

عیب باشد اول دین و صلاح
لحن خواندن لفظ حی علے الفلاح

خشم پیغمبر بجوشید و بگفت
یک دو رمزے از عنایات نہفت

کاے خساں نزد خدا ہی بلال
بہتر از صد حی و حی قیل و قال

وامشورانید تا من رازتاں
وانگویم زآخر و آغازتاں

گر نداری تو دم خوش در دعا
رو دعا میخواہ ز اخوان صفا

بہر ایں فرمود با موسیٰ خدا
وقت حاجت خواستن اندر دعا

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ
با دہانے کہ نکردی تو گناہ

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں
گفت ما را از دہان غیر خواں

آنچناں کن کہ دہانہا مر ترا   در شب و در روز ہا آرد دعا

از دہان غیر کے کردی گنا   از دہان غیر برخواں کاے خدا

یا دہان خویشتن را پاک کن   روح خود را چابک و چالاک کن

ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید   رخت بر بندد بروں آید پلید

می گریزد ضدہا از ضدہا   شب گریزد چوں برافروزد ضیا

چوں بر آید نام پاک اندر دہاں   نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

آں یکے اللہ می گفتے شبے   تا کہ شیریں گردد از ذکرش لبے

گفت شیطانش خمش ای سخت رو   چند گوئی آخر اے بسیار گو

ایں ہمہ اللہ گفتی از عتو   خود یکے اللہ را لبیک کو +

می نیاید یک جواب از پیش تخت   چند اللہ می زنی با روئے سخت

او شکستہ دل شد و بنہاد سر   دید در خواب او خضر اندر خضر

گفت ہیں از ذکر چوں وا ماندہٗ   چوں پشیمانی از آں کش خواندہٗ

گفت لبیکم نمی آید جواب   زاں ہمی ترسم کہ باشم رد باب

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن   کہ برو با او بگو اے ممتحن

گفت آں اللہ تو لبیک ماست   ایں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

نے ترا در کار من آوردہ ام +   نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام

حیلہ ہا و چارہ جوئیہاے تو   جذب ما بود و گشاد آں پاے تو

ترس و عشق تو کمند لطف ماست   زیر ہر یارب تو لبیک ہاست

جان جاہل ایں دعا جز دور نیست   زانکہ یارب گفتنش دستور نیست

هم دہان و هم لبش قفل است و بند
تا ننالد با خدا وقت گزند

داد مر فرعون را صد ملک و مال
تا بکرد او دعوئ عز و جلال

در همه عمرش ندید او درد سر
تا ننالد سوئے حق آن بدگهر

داد او را جمله ملک این جہاں
حق ندادش درد و رنج و اندہاں

زانکه درد و رنج و بار اندہاں
شد نصیب دوستانش در جہاں

درد آمد بہتر از ملک جہان
تا بخوانی تو خدا را در نہاں

خواندن بے درد از افسردگی است
خواندن با درد از دل بردگیست

آن کشیدن زیر لب آواز را
یاد کردن مبدء و آغاز را

آں شده آواز صافی و حزیں
کاے خدا اے مستغاث اے معین

نالۂ سگ در رہش بے جذبه نیست
زانکه هر راغب اسیر رہزنیست

چوں سگ کهفے که از مردار رست
بر سر خوان شہنشاہاں نشست

تا قیامت میخورد او پیش غار
عارفانه آب رحمت بے تغار

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست
لیک اندر پرده مے آں جام نیست

جاں بده از بہر آں جام اے پسر
بے جہاد و صبر کے باشد ظفر

صبر کردن بہر ایں نبود حرج
صبر کن بصر مفتاح الفرج

زیں کمیں بے صبر و حزمے کس نجست
حزم را خود صبر باشد پا و دست

حزم کن از خورد کایں زہرین گیاست
حزم کردن زور و نور اولیاست

کاه باشد کو بہر بادے جهد
کوه کے هر باد را وزنے نہد

هر طرف غولے همی خواند ترا
کاے برادر راه خواهی هین بیا

رهنمایم همرهت باشم رفیق | من قلاوزم درین راه دقیق

نی قلاوزست نی ره داند او | یوسفا کم رو سوی این گرگ خو

حزم آن باشد که نفریبد ترا | چرب و نوش و دامهای این سرا

که نه چربی دارد و نی نوش او | سحر خواند می دمد در گوش او

که بیا مهمان ما ای روشنی | خانه آن تست و تو آن منی +

حزم آن باشد که گوئی تخمه ام | یا سقیم و خسته این دخمه ام

یا سرم درد است و درد سر ببر | یا مرا خواندست آن خالو پسر

زانکه یک نوشت دهد با نیشها | که بکارد در تو نوشش ریشها

زر اگر پنجاه یا شصتت دهد | ماهیا او گوشت در شستت نهد

گر دهد خود کی دهد آن پر حیل | جوز پوسیدست گفتار دغل

ژغژغ آن عقل و مغزت را برد | صد هزاران عقل را یک نشمرد

یار تو خرجین تست و کیسه ات | گر تو رامینی مجو جز ویسه ات

ویسه و معشوق تو هم ذات تست | وین برونیها همه آفات تست

حزم آن باشد که چون دعوت کنند | تو نگوئی مست و خواهان منند

دعوت ایشان صفیر مرغ دان | که کند صیاد در مکمن نهان

مرغ مرده پیش بنهاده که این | می کند آواز فریاد و انین +

مرغ پندارد که جنس اوست او | جمع آید بر دردشان پوست او

جز مگر مرغی که حزمش داد حق | تا نگردد گیج آن دانه ملق

هست بی حزمی پشیمانی یقین | حزم را گاز زاد محکم کن تو دین

زانکہ بے حس مے شقاوت بر دہد	دیں رود از دست و درد سر دہد
بشنوایں افسانہ را و شرح ایں	تا شوی حازم برائے حفظ دیں

ناصح نے کہا کہ میری نصیحت خوب اچھی طرح سن لو تاکہ تمہارے دل و جان رنج و محن کی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں دیکھو میں تمسے تاکیداً کہتا ہوں کہ نباتات اور پتوں پر قناعت کرنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار کے در پے نہ ہونا میں نصیحت کا قرض اپنے سر سے اتار چکا ہوں تمکو اختیار ہے مانو یا نہ مانو لیکن اگر مانو گے تو یاد رکھو میری نصیحت کا انجام بہتر ہی ہوگا میں اس لیے آیا تھا کہ یہ پیغام جسکا پہونچانا بمقتضائے حکمت پھر واجب تھا تمکو پہونچادوں اور تاکہ تم کو اس ندامت سے نجات دوں جو کہ جہل واقعہ کے سبب تمکو پیش آتی دیکھو ایسا نہ ہو کہ طمع تمکو صراط مستقیم سے بھٹکا دے اور اس جہان کے بظاہر خوش و لذیذ متاع کی طمع تمہاری بیخ کنی نہ کر دے یہ نصیحت کی اور خدا حافظ کہکر رخصت ہو گیا جب وہ چلا گیا تو ان لوگوں نے سفر شروع کیا اور رستہ میں غذا کی کمی اور بھوک بیحد ہو گئی دفعتہً انھوں نے رستہ کی ایک جانب ہاتھی کا ایک بہت چھوٹا بچہ دیکھا جو خوب موٹا تازہ تھا اسکو دیکھکر یہ لوگ اسکو سب بھیڑیوں کی طرح لپٹ گئے اور اسکو چٹ کر کے فارغ ہو گئے لیکن ایک ہمراہی نے نہ کھایا بلکہ اوروں کو بھی منع کیا کیونکہ اسکو حکیم کی نصیحت یاد تھی اور وہی بات اسکو اسکے کباب کھانے سے مانع آئی۔ اے رفیق شاباش کہ تو نے اس نصیحت پر عمل کیا تو دیکھنا کہ وہ پرانی اور تجربہ کار عقل تجھکو ایک نیا نصیحت عطا کریگی جیسا کہ اس کا قاعدہ ہے۔ خیر یہ لوگ کھا پی کر لیٹ رہے اور سب کے سب سو رہے اور یہ بھوکا شخص ان سب کا پاسبان ہوا اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آیا اور اول وہ اس محافظ کی طرف لپکا اس نے تین مرتبہ اس کا منہ سونگھا۔ لیکن اسکو اس کے منہ سے اپنے بچے کے کبابوں کی بو نہیں آئی وہ کئی بار اس کے چاروں طرف گھوما اور چلا گیا اس زبردست ہاتھی نے اس بیچارہ کو کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد ان سونے والوں میں سے ہر شخص کا منہ سونگھا پس ان سونے والوں میں سے ہر ایک کے منہ سے جس نے اس کے بچے کے کباب

کھائے تھے کباب کی بو آئی اُس نے اُسکو فوراً چیر پھاڑ ڈالا اور مار ڈالا اس نے اس جماعت میں سے ایک ایک کو پھاڑ ڈالا اور اُسکو کچھ بھی خوف نہ ہوا یہ اُنکو اٹھا اٹھا کر اوپر پھینکتا تھا اور وہ گر کر پارہ پارہ ہو جاتے تھے یہاں تک ہاتھی کا واقعہ بیان فرماکر آگے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے مخلوق کے خون کھانے والے اس روش کو چھوڑ تاکہ ان کا یہ خون تجھے جنگ با خدا میں مبتلا نہ کردے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔ یا یوں کہو کہ ان کا خون تیرے مخالف نہ ہو جاوے اور تیری گردن پر سوار ہو کر تجھے کسی بلا میں نہ پھنساوے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ ان کا مال بھی خون ہی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال علی العموم کسب سے ہاتھ آتا ہے اور کسب قوت سے حاصل ہوتا ہے اور قوت خون سے پس مال کھانا بھی حکم میں خون کھانے کے ہوا حق سبحانہ اپنے بندوں کے یوں ہی مربی ہیں جسطرح ہاتھی اپنے بچوں کا بلکہ اس کی تربیت ہاتھی کی تربیت سے کہیں اعلیٰ ہے خون کھانیوالے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اُس سے انتقام لیتے ہیں اور گوشت کھانے والے تو ہاتھی کے بچے کھاتا ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو ستاتا ہی تجھکو آگاہ ہونا چاہیئے کہ ہاتھی (حق سبحانہ) مخالف ہو کر تجھے تباہ کردے گا یہ نہ سمجھنا کہ خبر کیسے ہوگی خود اس کی بو ایسے مکار کو رسوا کردیتی ہے ہاتھی اپنے بچے کی بو جانتا ہے یعنی گناہ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جس سے کہ وہ ظاہر ہو جاتا ہے مگر حق سبحانہ اپنے علم میں اس اثر کے محتاج نہیں بلکہ وہ قطع نظر اس اثر سے بھی جانتے ہیں افلا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر یہاں ہاتھی کے قصہ کی مناسبت سے یہ عنوان تعبیر اختیار کیا گیا ہے خیر وہ تو علیم و خبیر ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جسوقت حق سبحانہ چاہتے تھے) اپنے زمانہ میں گناہ کو اس کے اثر خاص سے معلوم کرلیتے تھے اس کا تمکو منکر نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن پس جب کہ وہ انفاس رحمانیہ کو یمن سے بقدرت حق سبحانہ و مشیت الہیہ معلوم کرسکتے ہیں تو وہ باطل کو اسکی بو اور اثر سے کیوں نہیں معلوم کرسکتے نیز جبکہ وہ اتنی دور سے ایک بو کو معلوم کرسکتے ہیں تو پاس سے کیوں نہیں دریافت کرسکتے (ف) یاد رکھنا چاہیئے کہ ادراک مغیبات آپکی عام حالت نہ تھی جیسا کہ نصوص اسپر شاہد ہیں بلکہ

احوال خاصہ میں ایسا ہوتا تھا اور راز اسمیں یہ ہے کہ اس ادراک میں قوت بشریہ کو دخل نہیں بلکہ اسکا تعلق قدرت الٰہیہ سے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر اہل اللہ قوت بشریہ سے جو کام کرتے ہیں وہ توان کا اختیاری ہے اور جو بقوت الٰہیہ کرتے ہیں اسمیں وہ مختار نہیں اس لئے ان میں مشیت الٰہیہ خاصہ کو دخل ہے جب حضرت حق چاہتے ہیں اُسوقت اُن سے افعال خرق عادت صادر ہوتے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ جسوقت وہ چاہیں دیگر افعال اختیاریہ کی طرح یہ افعال بھی صادر ہو جائیں اس بناپر ہم نے جسوقت حق سبحانہ چاہتے تھے وغیرہ الفاظ بڑھائے اور چونکہ فرمایا ہے کہ جب وہ اتنی دور سے معلوم کر لیتے تھے تو پاس سے کیوں نہ دریافت کر لیتے ہوں گے یہ قرینہ ہے اسکا کہ یہ بیان حالت حیات کا ہے نہ کہ بعد الممات کا کما ہو الظاہر اسلیے "ہم نے اپنے زمانہ میں" یہ الفاظ بڑھائے اور صیغ حال جو شعر آئندہ میں مستعمل ہوئے ہیں اُن سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مولانا استعمال صیغ میں اکثر تسامح فرماتے ہیں علاوہ ازیں یہ کلام حکایت حال پر محمول ہو سکتا ہے خنتد بردہ ضرور دریافت کر لیتے تھے مگر غایت کرم سے ہمپر اپنا علم ظاہر نہ فرماتے تھے کیونکہ افعال حسنہ وسیئہ کا اثر تو اسقدر قوی ہے کہ آسمان والوں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے اور بقدرت الٰہیہ پھر ارباب بصیرت کاملہ جو زمین پر رہتے ہیں کیوں نہیں جان سکتے تم سوتے ہوتے ہو مگر اس حرام کی بو جو تمنے کھلایا ہے آسمان سے ٹکر کھاتی ہے وہ تمہارے بُرے سانسوں کے ساتھ ساتھ جاتی ہے حتیٰ کہ آسمان کے صاحب ادراک رہنے والوں تک پہونچتی ہے یہ عنوان بیان بطور استعارہ کے ہے نہ کہ بطور حقیقت کے اور مقصود صرف اتنا ہے کہ تمہارے گناہوں کی آسمان والوں کو بھی اطلاع ہوتی ہے فقط) آدمی جب بات کرتا ہے تو جسطرح اسوقت پیاز کی بو آتی ہے یوں ہی تکبر اور حرص اور آز کی بو بھی آتی ہے اور باتوں ہی سے تکبر اور حرص کا پتہ چل جاتا ہے اگر تم انکار کرو کہ میرے اندر تکبر اور حرص نہیں اور قسم بھی کھاؤ تب بھی یقین نہیں ہو سکتا جسطرح کوئی شخص لہسن پیاز کھائے اور قسم کھائے کہ میں نے نہیں کھائے تو ہرگز یقین نہیں ہو سکتا بلکہ تمہارا یہ کلام یعنی یہی خود چغلی کھاوے گا اور کہیگا کہ اس نے ضرور کھایا ہے اور یہ جھوٹا ہے۔ جو انکار کرتا ہی اس لئے کہ اسوقت اس کے منہ سے ایک بھپکارا نکلے گا جو کہ پاس بیٹھنے والوں کے دماغ سے ٹکرائیگا جب کہ تم کو معلوم ہو گیا کہ گناہوں کے لیئے ایک خاص قسم کی بو ہے جو اس کے مناسب ہے پس وہ

قبول دعا سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا اس بو کے ساتھ ملتبس ہوتی ہے اور اسی کی بو ناپسندی کے سبب سے دعا بھی رد ہو جاتی ہے نیز جس طرح بوئے پیاز سے باطنی حالت معلوم ہو جاتی ہے یعنی اس دعا سے بھی دل کی کجی معلوم جاتی ہے پس ایسی دعا کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ... ہو جاؤ مجھ سے کلام مت کرو کیونکہ یہ ایک قسم کا فریب ہوتا ہے اور فریب کا جواب رد کے ڈنڈے سے دیا جاتا ہے یاد رکھو کہ حق سبحانہ کی جناب میں الفاظ کام نہیں دیتے بلکہ وہاں نیت کی درستی ہو پس اگر الفاظ درست نہوں اور نیت ٹھیک ہو تو وہ نادرست الفاظ حق سبحانہ کے یہاں مقبول ہیں اور اگر معنی درست نہوں اور الفاظ درست ہوں تو انکی جناب میں الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں بجائے حی کے ہی کہتے تھے مگر خلوص کے ساتھ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور والا اسوقت دین کی ابتدائی حالت ہے ایسی حالت میں ایسی غلطی ٹھیک نہیں پس یا رسول اللہ و یا نبی اللہ آپ کوئی ایسا موذن مقرر فرمایئے جس کی زبان صحیح اور صاف ہو کیونکہ ابتدائے دین و آغاز ہدایت میں حی علی الفلاح کو ہی علی الفلاح پڑھنا سخت عیب کی بات ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوگی یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب جوش میں آیا اور حق سبحانہ کی ان مخفی عنایتوں میں سے ایک دو کو اشارۃً ظاہر فرمایا جو کہ مخلصین پر ہوتی ہیں اور یہ فرمایا کہ اے یا خبیثو بلال کے ہی حق سبحانہ کی جناب میں تمہاری محض زبانی حی وحی سے بہتر ہے دیکھو تم مجھے بہت نہ پریشان کرو ورنہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک سب کہہ ڈالوں گا اس سے ثابت ہوا کہ وہاں الفاظ کی پوچھ نہیں بلکہ معنی کی قدر ہے اب اگر خود تمہارے اندر یہ صفت نہیں ہے تو جاؤ۔ دیگر اہل اللہ اور ارباب صفائے باطن سے دعا کراؤ چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ گناہ ضرور کرتا ہے خواہ وہ اس کے مرتبہ ہی کے نسبت سے گناہ ہو اور فی نفسہ گناہ نہ ہو اسلیئے اس کے حق میں خود انکی دعا کی نسبت دوسروں کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اس بنا پر حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ دعا میں اپنی حاجات طلب کر رہے تھے یہ فرمایا کہ اے کلیم مجھے مجھکو ایسے منہ سے مانگنا چاہیئے جس سے تمنے گناہ نہ کیا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میرا منہ تو ایسا نہیں حق سبحانہ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اپنے لیئے دعا منگواؤ یعنی تمکو ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیئے کہ وہ رات دن تمہارے لیئے دعا کریں پس یہ وہ منہ ہے جس سے تم نے گناہ نہیں کیا کیونکہ دوسرے کے منہ سے آدمی گناہ نہیں کرتا لہذا اس سے دعا

منگوانا چاہیئے اور دوسری صورت یہ ہے خود اپنے ہی منہ کو پاک کرنا چاہیئے۔ جسکا طریقہ یہ ہی
کہ اپنی روح کو راہ طاعت میں چُست و چالاک کرنا چاہیئے اور ذکر حق میں مشغول ہونا چاہیئے اس سے
پاکی حاصل ہو جاویگی کیونکہ حق سبحانہ کا ذکر تو پاک ہے جب پاکی آجائیگی تو ناپاکی خود ڈیڑہ ڈنڈا اٹھا
چلتا ہوگی۔ کیونکہ پاکی اور ناپاکی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک ضد دوسری ضد سے بھاگتی ہے
دیکھو جب روشنی آتی ہے تو تاریکی چھپت ہو جاتی ہے پس جب ذکر اللہ منہ میں آئیگا تو نہ ناپاکی رہیگی
اور نہ ناپاک منہ رہے گا۔ اب ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بدلالت مطابقی تو قبولیت ذکر
ثابت ہوگی اور بدلالت التزامی ذکر اللہ کا مطہر دہن ہونا ظاہر ہوگا ایک شخص رات کو اللہ اللہ
کیا کرتا تھا تاکہ ذکر اللہ سے اس کے ہونٹوں کو شیرینی اور لذت حاصل ہو۔ ایک مرتبہ شیطان نے
اس سے کہا کہ اے بے حیا چپ بھی رہ آخر تو کب تک اللہ اللہ کرے گا تو نے حد سے بڑھکر اور
اسقدر کثرت سے اللہ اللہ کی بھلا ایک ندا کا بھی جواب ملا تخت شاہی سے تو ایک بھی جواب نہ ملا
تو بے حیائی سے کب تک اللہ اللہ کے نعرے لگاتا رہے گا اس وسوسہ سے وہ شکستہ دل ہو کر
لیٹ رہا تب لیٹے ایک سبزہ زار کے اندر حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انھوں نے فرمایا
ارے تو نے ذکر کیوں چھوڑ دیا اور خدا کو پکارنے سے تو پشیمان کیوں ہوا اس نے کہا
چونکہ میری ندا کا جواب نہیں ملتا اس لیئے میں خیال کرتا ہوں کہ حق سبحانہ کو میرا پکارنا پسند
نہیں اور جب میرا پکارنا ان کو ناپسند ہے تو ایک ایسے فعل کی کثرت سے جوان کو ناپسند ہے
مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ زیادہ ناخوش نہوں۔ اور میں بالکل ہی مردود ہو جاؤں حضرت
خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت حق جل علا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جاؤ اور جاکر اس سے یہ کہو
کہ اے کمبخت مارے یہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری لبیک ہے جو تجھکو خشوع و خضوع اور درد و
سوز کے ذریعہ سے پہونچتی ہے جو کہ ہمارے قاصد ہیں یعنی میں نے ہی تو تجھے دین کے کام میں لگایا
ہے اور میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول کیا ہے یہ تیری تدبیریں اور علاج ہمارے جذب کا نتیجہ
ہیں جنھوں نے تیرا پاؤں کھولا اور ہمارے رستہ پر چلا آیا اور یہ جو تیرے اندر خوف اور محبت
ہے یہ ہماری ہی لطف کی کمند ہے اس سے ثابت ہوا کہ تیرے ایک اللہ کے تحت میں ہمارے
بہت سے جواب موجود ہیں یاد رکھو کہ خدا کو نہ پہچاننے والیکو دعا ہی میسر نہیں ہوتی کیونکہ اُسکو

دعا کی اجازت ہی نہیں اس کے منہ پر اس کے ہونٹوں پر قفل لگا ہوا ہے تاکہ تکلیف کے وقت وہ
حق سبحانہ کے سامنے نہ رو سکے چنانچہ فرعون کو بہت کچھ مال اور ملک دیا حتی کہ اُسنے عزت وعظمت
حقیقی کا دعویٰ کیا اور عمر بھر میں اس کے سر میں کبھی درد نہیں ہوا یہ سب اسلیئے کیا گیا کہ یہ امور اسکے
ہونٹوں کے لیئے قفل کا کام دیں اور توجہ الی اللہ سے اسکو مانع ہو جائیں اور وہ حق سبحانہ کے
حضور میں رو نہ سکے حق سبحانہ نے اسکو ملک دنیا عطا کیا اور رنج وغم کچھ نہ دیا اسکی وجہ یہ تھی کہ
رنج وغم دنیاوی اس کے دوستوں کا حصہ ہیں کیونکہ یہ باعث ہیں مزید توجہ الی الحق کے پس دشمنوں کو
کیسے مل سکتے ہیں (ف یاد رکھنا چاہیئے کہ مطلق رنج وغم دنیاوی دوستوں کا حصہ نہیں ہیں کیونکہ
یہ خلاف مشاہدہ ہے بلکہ وہ رنج وغم اُن کا حصہ ہیں جو موجب توجہ الی اللہ ہوں) پس درد تمام ملک دنیا
سے بہتر ہے اسلیئے کہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم متوجہ الی الحق ہوتے ہو برخلاف ملک دنیا کے کہ وہ
مشاغل عن الحق ہے اور اگر بدون درد کے کوئی پکارتا ہے تو محض اوپری دل سے ہوتا ہے جو
نہ پکارنے کے برابر ہے اور درد کے ساتھ پکارنا یہ شکستگی کے ساتھ اور تہ دل سے ہے چپکے ہی چپکے
حق سبحانہ کو پکارنا اپنی ابتدائی حالت کو یاد کرنا آواز کا صاف اور غمگین ہونا اور یہ کہنا کہ اے
خدا اے فریادرس اے مددگار یہ تمام باتیں درد ہی سے ہوتی ہیں جو عطاء حق سبحانہ ہوتا ہے
آدمی تو آدمی کتے کا نالہ بھی اُس کی راہ میں بدون جذب حق سبحانہ نہیں ہے کیونکہ جو حق سبحانہ
کی طرف راغب ہونے والا ہے وہ پابند ہے ایک رہزن کا جو اسکو مانع ہوتا ہے اس رغبت
سے پس اس معاوقت کو اٹھانا اور دواعی کو مسلط کرنا یہ کام حق سبحانہ ہی کا ہے اس لیئے ہر
توجہ الی اللہ ناشی از جذب حق ہے (مگر جذب حق کے درجات متفاوت ہیں بعض جذبات
کے بعد خذلان نہیں ہوتا اور بعض کے بعد ہو جاتا ہے) جیسے اوپر کہا تھا کہ کتا بھی اس کی راہ میں
بدون جذب کے نالاں نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ کتا بھی مجذوب حق ہوتا ہے اپر
کسی کو استبعاد نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی مثال موجود ہے۔ دیکھو سگ اصحاب کہف مردار
سے چھوٹا بادشاہوں کے ساتھ خوان رحمت پر بیٹھ گیا اور قیامت تک وہ غار کے سامنے بیٹھا
ہوا آب رحمت سے بدون تغاری کے سیراب ہوتا رہے گا یہ تو حقیقی کتا تھا اور بہت سے اہل اللہ
ایسے ہیں کہ کتے کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہیں اور ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا

لیکن باطن میں وہ جام محبت سے خالی نہیں ہیں پس انکی طرح تمکو بھی یہ جام حاصل کرنا چاہیے
اور اس کے حاصل کرنے کے لئے جان بھی دیدینی چاہیئے اس لیئے کہ بدون مجاہدہ اور صبر کے
کامیابی دشوار ہے اور اس جام کے حاصل کرنے کے لیے صبر کرنا حقیقت میں کچھ تنگی نہیں ہے
پس صبر کرنا چاہیئے کیونکہ صبر ہی فراخی کا آلہ ہے یاد رکھو کہ عام طور پر یہ ہی حالت ہے کہ بدون
صبر علی الطاعات وعن المعاصی اور بغیر حزم واحتیاط کے اس گھاٹی سے کوئی نہیں نکلا الا ماشاء اللہ
حزم کا ضروری ہونا تو ظاہر رہا صبر وہ حزم کے لیے ممد ومعاون بلکہ لازم ہے کہ اس کے
بغیر حزم بھی نہیں ہو سکتا پس صبر کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہو گیا تمکو کھانے میں احتیاط کو کام
میں لانا چاہیئے اس لیئے کہ زہریلی گھاس ہے حزم واحتیاط بڑی اچھی چیز ہے کہ اولیاء اللہ کے
لیۓ یہ قوت بازو اور موجب نور ہے یہ لوگ حزم کو ہرگز نہیں چھوڑتے اس لیئے کہ ان کی
مثال پہاڑ کی سی ہے اور اوروں کی مثال کاہ کی سی پس ہوا کاہ کو تو جنبش دے سکتی ہے
مگر پہاڑ کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں یہ ہی لذائذ دنیاوی عوام کو ڈگمگا سکتے ہیں مگر
اہل اللہ کو نہیں ڈگمگا سکتے یاد رکھ کہ ہر طرف سے تجھے ایک شیطان بلا رہا ہے کہ اے بھائی
اگر تجھے راہ راست مطلوب ہے تو ادھر آ میں رہنما ہوں میں تیری ساتھ چلوں گا میں اس کٹھن منزل
کا رہنما ہوں تجھکو میرا اتباع لازمی ہے۔ یعنی شیاطین تمکو معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور
ظاہر کرتے ہیں کہ یہی سید ھا راستہ ہے لیکن تمکو آگاہ ہونا چاہیئے کہ نہ وہ رہبر ہیں اور
نہ راستہ جانتے ہیں بلکہ وہ گرگ خصلت شیاطین ہیں پس اسے یوسف دیکھ اس گرگ خصلت
کی طرف نہ جانا ورنہ کھا ہی جائے گا کیسی اچھی بات ہو کہ تو چرب وشیریں غذا سے دنیا کے دھوکہ
میں نہ آئے اسلیئے کہ نہ اسمیں درحقیقت چکنائی ہے اور نہ شیرینی بلکہ اس کی یہ ظاہری چربی و
شیرینی بمنزلہ ایک منتر کے ہے جو تجھپر پھونکا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھکو پھنسایا جا رہا
ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آپ دعوت قبول فرمائیے مکان آپ ہی کا ہے اور آپ بھی ہمارے
ہی ہیں کوئی تکلف کی بات نہیں پس اسوقت احتیاط یہ ہے کہ تم کہدو کہ جناب مجھے بدہضمی ہو رہی
ہے یا میں بیمار اور قریب المرگ ہوں یا میرے سر میں درد ہے آپ اگر میرے سر کا درد کھو سکیں
تو میں دعوت قبول کر سکتا ہوں یا میرے خالو کے بیٹے نے میری دعوت کر دی ہے لہذا میں

معذور ہوں غرضکہ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھوڑانا چاہیئے کیونکہ وہ ایک ایسی مٹھائی ہے جسمیں سیکڑوں ڈنک ہیں اور لذت نفسانی کے ساتھ روحانی تکالیف بیحد ہیں اور اگر وہ پچاس ساٹھ اشرفیاں بھی تجھے دے تب بھی تجھے واپس کردینی چاہیئے کیونکہ یہ گوشت ہے جو شست میں لگایا جارہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھے ہلاک کیا جارہا ہے اگر وہ بظاہر دیتا ہے تو فی الحقیقت نہیں دیتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے بوسیدہ اخروٹ کے دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ اخروٹ دیا اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں دیا اور یہ گفتگو محض فریب ہے کہ میں تجھے یہ دیتا ہوں وہ دیتا ہوں حالانکہ دیتا کچھ بھی نہیں بلکہ نقصان لیتا ہے تکو بہت ہوشیار رہنا چاہیئے نہایت ضرورت ہے اس لیئے کہ اگر دنیا کو تاہی کرے گا تو اس کی بو اس تیری عقل کو کھو دیگی اور تو بالکل اس کی مٹھی میں آجائے گا وہ بڑی بلا کی گفتگو ہے کہ سیکڑوں عقلوں کو ایک کے برابر بھی نہیں سمجھتی تو ہرگز لالچ میں نہ آنا اور سمجھنا تیرا یار تو تیرا کیسہ اور تیری خُرجین ہے اسمیں جو کچھ ہے وہ تیرے لیئے مفید ہے اور اگر تو راہ میں ہے تو وہی تیری معشوقہ ولیہ ہے بس اسکو چھوڑ کر کسی اور کو طلب نہ کرنا چاہیئے اب ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ ولیہ کون ہے وہ ولیہ اور تیری معشوقہ خود تیری ذات ہے تجھکو اس کی قدر کرنی چاہیئے اس کی حفاظت چاہیئے اور یہ چیزیں جو شیطان تیرے سامنے پیش کررہا ہے یہ تو دین کھو دینے والی اور آفتیں ہیں پس احتیاط کی بات یہ ہے کہ جب شیاطین تیری دعوت کریں اور تجھے معاصی کی طرف بلائیں تو تو ان کو اپنا مشتاق اور طالب نہ سمجھ بیٹھے بلکہ ان کی دعوت کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے وہ آواز جو شکاری گھات میں چھپکر جانوروں کی آواز کے مشابہ بولتا ہے اور اپنے سامنے ایک مردہ جانور اس لیئے رکھ لیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ فریاد آہ وزاری کرتا ہے جانور سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جنس سے ہے یہ سمجھکر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ شکاری پکڑ کر سب کی کھال ادھیڑ ڈالتا ہے اس تدبیر سے سب جانور دھوکے میں آجاتے ہیں مگر وہی جانور بچتا ہے جسکو حق سبحانہ نے حزم عطا کیا ہے وہ اس خوشامد کے دانہ کے لیئے احمق نہیں بنتا یوں ہی شیاطین کی حالت سمجھ لو کہ وہ ہر ایسی تدبیر کرتے ہیں جس سے آدمی پھنسے چنانچہ عوام پھنس جاتے ہیں مگر اہل اللہ جو کہ حزم کو کام میں لاتے ہیں نہیں پھنستے سمجھ لو کہ بدوں حزم کے پشیمانی یقینی ہے دیکھنا حزم کو نہ چھوڑنا اور اپنے

دین کو مضبوط پکڑنا کیونکہ بے احتیاطی کا نتیجہ محرومی ہے دین بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خواہ مخواہ کی چپقلش میں آدمی پھنس جاتا ہے اب یہ قصہ اور اس کی تفصیل سنو تاکہ تم اپنے دین کی حفاظت کے لیے محتاط بنو فقط۔

شرح شبیری

مسافروں اور ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف رجوع

گفت ناصح بشنوید ایں پند من تادل وجاں تاں نگردد ممتحن

یعنی اس ناصح نے کہا کہ میری بات سن لو تاکہ تمہارا دل وجان مصیبت میں نہ پڑے

باگیاہ وبرگ ہا قانع شوید در شکار پیل بچگاں کم روید

یعنی گھاس اور پتوں ہی پر قانع رہنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار میں مت جانا۔

من بروں کردم زگردن وام نصح جز سعادت کے بود انجام نصح

یعنی میں نے اپنی گردن سے نصیحت کے جال کو نکال دیا اور سوائے سعادت کے اور کچھ انجام نصیحت کب ہو گا۔ مطلب یہ کہ میرے ذمہ جو نصیحت کرنا تھی میں کر چکا اب تسلیم کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے میں سبکدوش ہو گیا۔

من بہ تبلیغ رسالت آمدم تارہانم مر شمارا از ندم

یعنی میں تو پیام رسانی کے لیے آیا ہوں تاکہ تمکو ندامت سے چھڑا دوں

ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند طمع برگ از بیخہا تاں بر کند

یعنی ایسا نہ ہو کہ طمع تمہاری راہ مارے اور توشہ کی طمع کہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت وخیر بادی کرد ورفت گشت قحط وجوع شاں در راہ زفت

یعنی اس نے یہ کہا اور ایک خیر بادی اور چلدیا اور ان لوگوں کی بھوک اور قحط راستہ میں اور سخت ہو گیا۔

ناگہاں دیدند سوئے جادہ — پور فیلے فربۂ نو زادہ

یعنی انھوں نے ناگاہ ایک بٹیا کی طرف ایک ہاتھی کا بچہ موٹا نیا پیدا شدہ دیکھا۔

اندر افتادند چوں گرگان مست — پاک خوردند و فرو شستند دست

یعنی اس میں مست بھیڑیوں کی طرح پڑ گئے اور بالکل صاف کر کے کھا گئے اور ہاتھ دھو لیے یعنی خوب کھا پی کر فارغ ہو گئے۔

آں یکے ہمرہ نہ خورد و پند داد — کہ حدیث آں فقیرش بود یاد

یعنی اُس ایک ہمراہی نے نہ کھایا اور سب کو نصیحت کی کیونکہ اُسکو اُس فقیر کی نصیحت یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نو بخشد ترا عقل کہن

یعنی کبابوں سے اُسکو وہ بات مانع ہوئی (مولانا فرماتے ہیں کہ) پرانے لوگوں کی عقل تم کو بخت نو بخشتی ہے اور اُس سے بخت تو حاصل ہوتا ہے خیر اسنے نہ کھایا اور اُن سب نے کھایا اور نیند کھانے کے نیند آتی ہے تو وہ تو سو رہے اور یہ چونکہ بھوکا تھا لہذا اُسکو نیند کہاں۔ یہ چوکیدار کی طرح بیٹھ گیا۔

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ پاسباں آں رمہ

یعنی سب پڑ گئے اور سو گئے اور وہ بھوکا اس جماعت کا پاسبان تھا۔

دید پیلے سہمناکے در رسید — اولاً آمد سوئے حارس دوید

یعنی ایک خوفناک ہاتھی کو دیکھا کہ وہ آیا اول تو اس چوکیدار کی طرف لپکا

بوئے می کرد آں دہانش را سہ بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار

یعنی اُس کے منہ کو تین دفعہ سونگھا تو کوئی ناگوار بو اس کے منہ میں سے نہ آئی

چند بارے گرد او بر گشت و رفت — مر ورا نازد آں شہ پیل زفت

یعنی چند بار اس کے گرد پھرا اور چلدیا اور اس زبردست ہاتھی نے اُس شخص کو کچھ بھی نہ ستایا

پس لب ہر خفتہ را بوئے کرد — بوئے می آمد در ازاں خفتہ مرد

یعنی پھر ہر سونے والے کے منہ کو سونگھا تو ہر سونے والے میں سے اُسکو بو آئی

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود — بر درانید و بکشتش پیل زود

یعنی کیونکہ کباب پیل زدہ میں سے کھائے تھے تو اس ہاتھی نے اسکو جلدی سے پھاڑ دیا اور مار دیا

در زماں او یک بیک را زاں گروہ می درانید و نبود ش زاں شکوہ

یعنی اُس نے اُسی وقت اس گروہ میں سے ایک ایک کو چیر پھاڑ دیا اور کوئی خوف نہیں کیا

بر ہوا انداخت ہر یک از گزاف تا ہمی زد بر زمیں می شد شگاف

یعنی ہر ایک کو پراگندگی سے ہوا پر پھینک دیتا تھا اور زمین پر مارتا تھا تو وہ پھٹ جاتا تھا۔ غرضکہ اُس نے خوب ہی گت بنائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ای خورندہ خون خلق از رہ بگرد تا نیارد خون ایشانت نبرد

یعنی اے خلق کا خون کھانے والے اس راستہ سے پھر جا تاکہ ان کا خون تجھے منفا ومت پر نہ لاوے مطلب یہ کہ دیکھ ان کے خون کا کہیں تجھ سے بدلا نہ لیا جاوے تو اس حرکت کو ترک کر دے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ جناب ہم تو کسی کا خون نہیں کھاتے اسکا جواب دیتے ہیں کہ۔

مال ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں زانکہ مال از زور آید در یمیں

یعنی ان کے مال کو ان کا خون جانو یقیناً اس لیے کہ مال زور ہی سے تو ہاتھ میں آتا ہے یعنی چونکہ مال محنت و مشقت و بذل نفس سے حاصل ہوتا ہے اور تم لوگوں کا مال خوب اُڑاتے ہو تو گویا اُن کا خون اور اُن کی جان کھا رہے ہو۔

مادر آں فیل بچہ کیں کش شد فیل بچہ خوارہ را کیفر کش شد

یعنی اس ہاتھی کے بچہ کی ماں کینہ کھینچتی ہے اور ہاتھی کے بچہ کھانے والے کو سزا میں کھینچتی ہے مطلب یہ کہ جسطرح وہ اپنے بچہ کا انتقام لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ جو کہ خلق کے مربی ہیں انتقام لیتے رہیں۔

فیل بچہ میخوری اے پارہ خوار ہم بر آرد خصم فیل از تو دمار

یعنی اے پارہ خوار تو ہاتھی کے بچے کو کھا رہا ہے تو ہاتھی جو کہ دشمن ہے تیرے اندر سے دماغ کو نکالے گا یعنی تجھے سزا دے گا۔

بوے رسوا کرد مکر اندیش را پیل داند بوے بچہ خویش را

یعنی اُس مکار کو بو نے رسوا کر دیا اور ہاتھی اپنے بچہ کی بو کو جانتا ہے اسیطرح حق تعالیٰ بھی جانتے ہیں کہ اُسنے میری مخلوق کو ستایا ہے اور اُس نے نہیں بلکہ اُس ہاتھی کو اسباب ظاہر مثل سونگھنے وغیرہ

کی بھی ضرورت ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کو تو ان اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ تو عالم الغیب ہے وہ ہر شخص کی حالت کو جانتے ہیں کہ یہ مرزی ہے اور یہ نہیں اور بھلا حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاتا تو کچھ بھی بعید نہیں ہے جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوئے حق و باطل بہت دور سے آجاتی تھی اُسی کو فرماتے ہیں

آنکہ یابد بوئے حق را از یمن — چوں نیابد بوئے باطل را ز من

یعنی جو شخص کہ حق کی بو کو یمن سے پالیتے ہیں تو بو باطل کی میرے اندر سے کس طرح محسوس نکریں گے حدیث میں ارشاد ہے انی لاجد ریح الرحمان من قبل الیمن شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اسکے مصداق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں تو جب یمن سے آپکو بو حق کی آگئی تو بھلا باطل کی بو ہمارے اندر سے نہ آویگی ۔

مصطفے چوں بوے برد از راہ دور — چوں نیابد از دہان ما بخور

یعنی مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ راہ دور سے بو محسوس فرمائی تو ہمارے منہ سے توکسطرح بو کو محسوس نہ فرماویں گے مطلب یہ کہ حضور تو حق و باطل سبکی بو محسوس فرماتے ہیں جیسا کہ انکی دور سے بوئے حق حضور کو آئی پھر ہمارے اندر سے حضور کو کس طرح بوئے باطل نہ آویگی یقیناً معلوم ہو جاویگا کہ یہ لوگ گنہگار اور نافرمان ہیں تو حق تعالیٰ کا معلوم ہو جانا تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔ یہاں شبہ ہوا کہ اگر حضور کو بو آتی تو کبھی تو ظاہر فرماتے حیات میں خود فرماتے اور آپ حق تعالیٰ سے عرض کر کے ظاہر فرما دیتے کہ وہ شخص رسوا ہوتا اُس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ہم بیابد لیک پوشاند ز ما — بوئے نیک و بد بر آید بر سما

یعنی محسوس تو فرماتے ہیں لیکن ہم سے نیک و بد کی بو کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور وہ آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ حضور تو کسی کو رسوا نہیں فرماتے وہ تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر وہ بو خود آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہر آسمان پر چند فرشتے ہیں کہ جو خاص خاص گناہوں کو محسوس کرتے ہیں اور اُنکو چڑھنے سے اوپر روکتے ہیں مثلاً کبر کے لیئے اول آسمان کے فرشتے روکتے ہیں اور اسی طرح سے بعض نے اسکو حدیث بھی کہا ہے لیکن خیر اگر حدیث نہ بھی ہو تب بھی یہ مضمون ثابت ہے اس لیئے کہ فرشتوں کو تو محسوس ہوتا ہی ہے تو حضور تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر اس طریقہ سے فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اظہار خود ہمارے ہاتھوں ہوتا ہے نہ ایسا کام کرتے نہ یہ اظہار ہوتا

تو ہمی خسپی و بوئے آں حرام میزند بر آسمان سبز فام

یعنی تم تو سو رہے ہو اور اُس حرام کی بو آسمان سبز فام پر پھیل رہی ہے جسطرح کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ہمرہ انفاس زشتت می شود تا بہ بوگیران گردوں می رود

یعنی وہ بو تیرے انفاس زشت کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک آسمان کے بوگیروں تک جاتی ہے وہی مضمون مولانا خود بیان فرما رہے ہیں کہ جب گناہ کی بو اوپر کو صعود کرتی ہے تو وہ فرشتے جو کہ آسمان پر بوگیر ہیں اسکو محسوس کرتے ہیں اور تم کو اسکی خبر بھی نہیں ہوتی۔

بوئے کبر و بوئے حرص و بوئے آز در سخن گفتن بیاید چوں پیاز

یعنی کبر اور حرص کی بو بات کہنے میں پیاز کی طرح آتی ہے یعنی جس طرح کہ پیاز کھانے سے منہ میں سے بات کرنے میں بو آتی ہے اسی طرح گناہ کرنے کے بعد اس کی بو بھی اسی طرح آتی ہے اور اسکو فرشتے اور حضور محسوس فرماتے ہیں اور جب تم مخلوق خدا کو ستاؤ گے تو یقینی امر ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے گا اور وہ تمکو اسکا بدلا دیں گے۔

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام از پیاز و سیر تقوے کردہ ام

یعنی اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے کب کھایا ہے پیاز اور لسن سے تو میں نے پرہیز کیا ہے۔

آں دمت سوگند غمازی کند بر دماغ ہم نشیناں بر زند

یعنی اسوقت وہ قسم تمہاری غمازی کرے گی اور ہمنشینوں کے دماغ پر حملہ کریگی مطلب یہ کہ اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے تو پیاز نہیں کھایا ہے تو اس کہنے سے جو ایک ہوا تمہارے منہ سے نکلے گی اس ہوا میں بوئے پیاز ہوگی اور وہ بتادے گی کہ اس شخص نے پیاز کھایا ہے اسی طرح تم انکار بھی کروگے کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے مگر تمہارے اس کہنے سے ہی معلوم ہو جاوے گا کہ تم نے کیا ہے اور جب معلوم ہو جاتا ہی تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

پس دعاہا رد شود از بوئے آں آں دل کژ می نماید در زباں

یعنی پس اسکی بو کیوجہ سے دعائیں رد ہو جاتی ہیں اور وہ کجی قلب زبان ہی سے معلوم ہو جاتی ہی یعنی اسکا اثر زبان پر آجاتا ہے اور محسوس ہو جاتا ہے کہ اسکا قلب کج ہے۔

اخسئوا آید جواب آں دعا چوب رد باشد جواب ہر دغا

یعنی اس دعا کا (جو قلب کج سے ہو) جواب اخسئوا آیا ہے اور رد کر دینے کی لکڑی ہر دغا باز کی سزا ہے قرآن شریف میں ہے کہ جب کفار کہیں گے کہ ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظالمون تو ارشاد ہوگا کہ اخسئوا فیہا ولا تکلمون تو یہ جو ارشاد اخسئوا ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ اُن کے قلوب گندہ گندہ تھے اور اُس گندگی کی بو اُن سے محسوس ہوتی ہے تو اُن کی دعا مردود ہوگئی اللھم احفظنا نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر حدیثت کژ بود معنیش راست آں کژی لفظ مقبول خداست

یعنی اگر تمہارے الفاظ کج ہوں اور معنی درست ہوں تو یہ کجی الفاظ خدا کے یہاں مقبول ہے مثلاً کسی کا شین قاف درست نہیں ہے مگر دل پر از محبت حق ہے تو اس کے وہ الفاظ بھی مقبول حق ہیں۔

ور بود معنے کژ و لفظت نکو آں چناں معنی نیرزد یک تسو

یعنی اور اگر معنی تو کج ہوں اور لفظ اچھے ہوں تو ایسے معنی ایک تسو کی بھی برابر نہیں مطلب یہ کہ ظاہری الفاظ تو بڑے فرق البھڑک ہوں بڑے بھاری مقرر ہیں مگر قلب اندر سے گندہ ہے تو ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ شخص مردود اور غیر مقبول ہی ہوگا آگے حضرت بلالؓ کی حکایت بیان فرماتے ہیں

بیان میں اس کی کہ محبوں کی خطا بیگانوں کے صواب سے بھی اولیٰ ہے

آں بلال صدق در بانگ نماز حی راہی خواند از روئے نیاز

یعنی وہ سچے بلال نماز کی اذان میں حی کو ہی کہا کرتے تھے نیاز کے طریقہ پر مطلب یہ کہ حاء حطی کی جگہ ہائے ہوز اُن سے نکلتی تھی مگر یہ کسی شرارت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تھا نیاز و عاجزی ہی سے مگر اُن کے منہ سے نکلتا ہی اسطرح تھا۔

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

یعنی یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا کہ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلطی اسوقت ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ شروع بنائے اسلام ہے تو لوگوں کو اعتراض کا موقعہ ملیگا کہ موذن بھی ایسا رکھا گیا جو صحیح بھی نہیں بول سکتا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتند کے فاعل مومنین نہیں ہیں منافقین ہیں جنکو کہ اس قول

سے ہمدردی اسلامی مقصود نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضرت بلال پر جو یہ عنایت ہے کہ انکو اتنا بڑا کام ملا ہے یہ عنایت ان سے جاتی رہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کمینے فرمایا اور فرمایا کہ دیکھو چپ رہو ورنہ تمہارے اتر بتر سے کھولدوں گا تو حضور کی عادت مومنین کے لیئے ایسے ارشاد کی نہ تھی لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول مومنین نہیں ہے پھر اگر یہ قول دل سوزی اور ہمدردی سے ہوتا تو حضور اسمیں غور فرماتے اور گمان غالب تھا کہ اسکو قبول فرما لیتے مگر اسطرح رد فرمانے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ہرگز مسلمانوں کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ

اے نبی و لے رسول کردگار یک موذن کو بود افصح بیار

یعنی اے نبی اور اے رسول خدا ایک اور موذن جو کہ فصیح ہو بلایئے اسلیے کہ

عیب باشد اول دین و صلاح لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح

یعنی اول دین اور صلاح میں لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب ہے (لہذا دوسرا موذن تجویز فرما دیجیے)

چشم پیغمبر بجوشید و بگفت یک دو رمزے از عنایات نہفت

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جوش میں آگیا اور عنایات پوشیدہ میں سے دو ایک رمز ارشاد فرمائے مطلب یہ کہ اسکو سنکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا اور حضرت بلال پر جو خاص عنایات تھیں انکو ارشاد فرمایا مثلاً یہ کہ مقرب الی الحق ہونا اور ان کے اوپر رحمت کا نازل ہونا حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ ۔

کائے خسان نزد خدا ہیّ بلال بہتر از صد حی و حی قیل و قال

یعنی اے کمینو بلال کا ہیّ (بہ ہا ہوز) سیکڑوں حی (بہ حا حطی) سے اور قیل وقال سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان ظاہری الفاظ کی بناوٹ سے ان کا وہ غلط پڑھنا ہی بہتر ہے ۔

وامشورانید تا من راز تاں وا نگویم ز آخر و آغاز تاں

یعنی بہت شور مت کرو کہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک ظاہر نہ کردوں یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت ساری گڑبڑ مت کرو ورنہ یاد رہے کہ تمہارے سارے مکر اور فساد کھولدوں گا اور لوگوں کو بتادوں گا کہ یہ اسقدر مکار اور دغا باز ہیں اب بھلا مومنین سے حضور نے کبھی اس طرح ارشاد

فرمایا ہے ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسطرح ارشاد فرمانا دلیل اس کی ہے کہ یہ سب کمبخت منافقین تھے تو دیکھو چونکہ حضرت بلال کا قلب درست تھا اُن کے الفاظ غیر فصیح ہونے پر نظر نہیں کی گئی بلکہ اُن کے اس غیر فصیح ہی کو قبول کیا گیا قصص میں لکھا ہے کہ حسن بصری جو کہ ہر فن میں ماہر تھے تجوید بھی خوب جانتے تھے ایک مرتبہ پچھلی شب کو جا رہے تھے تو ایک بزرگ حبیب عجمی قرآن پڑھ رہے تھے تجوید سے کما حقہ واقف نہ تھے اور پھر تھے عجمی لہٰذا جیسا اس حالت میں قرآن پڑھنا چاہیئے پڑھ رہے تھے حضرت حسن نے چاہا کہ اُن کی اقتدا کریں مگر خیال ہوا کہ ان کو تجوید آتی نہیں ہے اور مجھے آتی ہے اس خیال سے آپ نے اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تشریف لیجاکر کہیں اور نماز پڑھ لی بعد تہجد ذرا سو گئے خواب میں حق تعالیٰ جل شانہ کی زیارت ہوئی اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رب دلنی علیٰ عمل یقربنی الیک یعنی اے اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جس سے آپ کا قرب حاصل ہو ارشاد ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی یعنی حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا یہ بہت بڑی عبادت ہے جس سے کہ میرا قرب نصیب ہو سکتا ہے اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ اسوقت حضرت حسن بصری نے اُن کے الفاظ ہی کیطرف نظر کی اس کی طرف نظر نہ کی کہ یہ جو نکل رہا ان کے دل سے نکل رہا ہے غرضکہ مقصود یہ ہے کہ اصل میں اعتبار قلب کا ہے اگر وہ پاک ہے تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہے پس قلب کو صاف کرو یہ اصل جڑ ہے اُس کے بعد دعا قبول ہوگی اس قصہ کو درمیان میں بیان کر کے آگے پھر اُسی مضمون بالا کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

گر نداری تو دم خوش در دعا　　　رو دعا کے خواہ اخوان صفا

یعنی اگر تم دعا میں دم خوب نہیں رکھتے تو جاؤ اخوان صفا سے دعا چاہو مطلب یہ کہ اگر تمہارا منہ بوجہ گناہوں کے قابل دعا کے نہیں ہے تو خیر خود تو کر دہی اور اس کی تلافی کے لیئے اور حضرات اہل اللہ سے بھی دعا کراؤ کہ اس گندگی دہن کی تلافی اُن کی دعا کرنے سے ہو جاوے گی آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے کہ دوسروں سے دعا کرانے کی خوبی معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم کو اُس مُنہ سے پکارو جس سے کہ تمنے گناہ نہ کیا ہو

ہیر ایں فرمود با موسےٰ خدا　　　وقت حاجت خواستن اندر دعا

یعنی اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے دعا میں حاجت چاہنے کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ۔

کاے کلیم اللہ زمن میجو پناہ　　　با دہانے کہ نہ کردی تو گناہ

یعنی اے کلیم اللہ مجھ سے اُس منہ سے پناہ مانگو کہ جس سے تمنے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں　　　گفت مارا از دہانِ غیر خواں

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو وہ منہ نہیں رکھتا تو ارشاد ہوا کہ مجھے دہان غیر سے پکارو گناہ سے مراد اُن کے مرتبہ کے موافق لغزش ہے ورنہ انبیا تو معصوم ہوتے ہی ہیں لہذا ارشاد ہوا کہ تم دوسروں سے دعا منگواؤ تو اُس کے مُنہ سے تمنے تو گناہ کیا نہ ہوگا۔ اگرچہ اُس شخص نے کیا ہو لہذا یہ ارشاد کہ اس منہ سے دعا کرو کہ جس سے تمنے گناہ نہ کیا ہو صادق ہو گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ۔

از دہانِ غیر کے کردی گناہ　　　از دہانِ غیر برخواں کاے الہ

یعنی دوسرے کے منہ سے تم نے کب گناہ کیا ہے تو دوسرے کے منہ سے دعا کراؤ کہ اے الٰہی

از دہانے کہ نکردستی گناہ　　　از دہانِ غیر باشد عذر خواہ

یعنی اُس منہ سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو (دعا مانگنا یہ ہے) کہ دہان غیر سے عذر خواہ ہو اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ دوسرے سے دعا کرانا تو اپنے قبضہ میں نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے نہیں اور وہ دعا نہ کرے تو اسکا کیا علاج ہے آگے اسکا علاج فرماتے ہیں کہ

آں چناں کن کہ دہانہا مر ترا　　　در شب و در روز ہا آرد دعا

یعنی کام ایسے کرو کہ تمام منہ تمہارے لیئے راتدن دعائیں کریں مطلب یہ کہ سب کے ساتھ بھلائی کرو کہ اُس سے سب لوگ خود تمہارے لیئے دعا کریں گے کسی سے کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ ہوگی

خیر یہ نہ ہو سکے تو آگے اسکی ترکیب فرماتے ہیں کہ

یا دہانِ خویشتن را پاک کن　　　روح خود را چابک و چالاک کن

یعنی یا اپنے منہ کو پاک کرلے اور روح اپنی کو چابک و چالاک کردے یعنی اپنے ہی منہ کو استغفار وغیرہ سے پاک کرو اور اس کے بعد دعا کرو کہ وہ مقبول ہوگی انشاء اللہ اسلیئے کہ۔

ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید　　　رخت بربندد برون آید پلید

یعنی ذکر حق پاک ہے تو جب پاکی پہونچی تو پلید نے اسباب باندھا اور چلتا ہوا مطلب یہ کہ اگر تم دعا سے قبل استغفار اور ذکر حق میں مشغول ہو جاؤ گے تو چونکہ ذکر حق پاک ہے لہذا تمہاری وہ ساری گندگیاں اور ناپاکیاں زائل ہو جاویں گی اور آب آمد تیمم برخاست کا مضمون ہو جاویگا اور تمہارا منہ پھر اس قابل ہوگا کہ اس سے دعا کر سکو۔

می گریزد ضدہا از ضدہا　　　شب گریزد چوں برافروزد ضیا

یعنی ایک ضد اپنی دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو رات چلی جاتی ہے جب روشنی چمکتی ہے۔

چوں درآید نام پاک اندر دہاں　　　نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

یعنی جب کہ منہ کے اندر نام پاک حق تعالیٰ کا آیا تو نہ پلیدی رہی اور نہ وہ منہ رہا بلکہ اب دہان پاک ہوگیا لہذا چاہیئے کہ ہمیشہ دعا سے پہلے حق تعالےٰ سے استغفار کرلے آگے ذکر کے فضائل اور اس کی قبولیت کی علامات بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اس کے بندے کا اللہ کہنا عین حق تعالیٰ کا لبیک فرمانا ہے

آں یکے اللہ میگفتے شبے　　　تا کہ شیریں گردد از ذکرش لبے

یعنی ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تاکہ ذکر حق سے لب شیریں ہوں یعنی لطف حاصل ہو اس لیئے وہ ذکر حق کیا کرتا تھا۔

گفت شیطانش خمش اے سخت رو　　　چند گوئی آخر اے بسیار گو

یعنی اس عابد سے شیطان نے کہا کہ ارے بیحیا آخر کہاں تک پکارے گا اے بسیار گو

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو　　　خود یکے اللہ را لبیک کو

یعنی اے سرکش تو یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لبیک کہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اُس خبیث نے بہکایا کہ اے تو تو یوں پکار رہا ہے اور اللہ میاں تجھے پوچھتے بھی نہیں یہ بھی نہیں کہ کبھی لبیک ہی فرمادیں اور جواب ہی دیدیں

می نیاید یک جواب از پیش تخت　　چند اللہ می زنی بارو ئے سخت

یعنی عرش کے آگے سے ایک جواب بھی نہیں آتا تو اس بے حیائی کے ساتھ کب تک اللہ اللہ کریگا

او شکستہ دل شد و بنہاد سر　　دید در خواب او خضر را در خضر

یعنی وہ شکستہ دل ہو کر سو رہا تو خواب میں خضر علیہ السلام کو ایک باغ میں دیکھا۔

گفت ہیں از ذکر چوں واماندۂ　　چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ارے ذکر سے کیوں رہ گیا اور جسکو کہ پکارا کرتا تھا اُس سے کیوں پشیمان ہوتا ہے۔

گفت لبیکم نمی آید جواب　　زاں ہمی ترسم کہ باشم رد باب

یعنی اُس نے عرض کیا کہ میرے جواب میں لبیک تو آتا نہیں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مردود بارگاہ نہو جاؤں مطلب یہ کہ جب وہاں مقبول نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں اس سے بھی نہ جاؤں اور بالکل ہی مردود نہ ہو جاؤں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن　　کہ برو بااو بگو اے ممتحن

یعنی خضر علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھسے فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ اے ممتحن

گفت آں اللہ تو لبیک ماست　　ایں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

یعنی ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کہنا تیرا ہمارا لبیک ہے اور یہ نیاز و سوز اور درد تیرا ہمارا قاصد ہے

نے ترا در کار من آوردہ ام　　نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام

یعنی کیا میں نے ہی تجھے کام میں نہیں لگایا ہے اور کیا میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول نہیں کیا

حیلہ ہا و چارہ جو یہائے تو　　جذب ما بود و کشاد ایں پائے تو

یعنی تیرے حیلے اور تیری چارہ جوئیاں یہ ہمارا جذب تھا کہ جس نے تیرا پاؤں کھولدیا۔

ترس و عشق تو کمند لطف ماست　　زیر ہر یارب تو لبیک ماست

یعنی تیرا خوف اور تیری محبت یہ ہمارے لطف کی کمند ہے اور تیرے ہر یارب کے نیچے بہت سی لبیک ہیں مطلب یہ کہ تم جو پکار رہے ہو اور اللہ اللہ کر رہے ہو یہ ہماری توفیق ہی سے تو ہے اور تمہارا یہ اللہ اللہ کرنا ہی ہمارا لبیک کہنا ہے اس لیئے کہ اگر ہم جواب نہ دیتے تو پھر دوبارہ تم کو توفیق ہی کیوں دیتے ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ توفیق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمنے اول کو قبول کرلیا اور اسکا جواب دیدیا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ

جان جاہل از دعا جز دور نیست　　　زانکہ یارب گفتنش دستور نیست

یعنی جاہل کی جان دعا سے سوائے دور کے نہیں ہے اسی لیے یارب کہنا اسکا دستور نہیں ہے یعنی دیکھو مطلب یہ کہ جو کہ محجوب ہے اسکو اللہ کہنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جسکو توفیق ہوتی ہے وہ مقبول ہوجاتا ہے جب تو توفیق ہوتی ہے۔

بر دہان و بر دلش قفل است و بند　　　تا نہ نالد با خدا وقت گزند

یعنی اس محجوب کے منہ اور دل پر تو قفل اور قید ہے تاکہ خدا کے آگے مصیبت کے وقت نہ رو سکے اور جو کہ عرض اور دعا کرسکے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہوگیا۔ آگے اس محجوبیت کی وجہ سے دعا نہ کرسکنے کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں۔

داد مر فرعون را صد ملک و مال　　　تا بکرد او دعوئے عز و جلال

یعنی حق تعالی نے فرعون کو سیکڑوں ملک اور مال دیئے یہانتک کہ اس نے خدائی کا دعوی کیا

در ہمہ عمرش نہ دید او درد سر　　　تا نہ نالد سوئے حق آں بد گہر

یعنی تمام عمر میں اسکو درد سر بھی نہ ہوا تاکہ وہ بد ذات حق تعالی کی درگاہ میں دعا ہی نہ کرسکے

داد او را جملہ ملک ایں جہاں　　　حق نہ دادش درد و رنج و اندہاں

یعنی اسکو اس جہان کے تو تمام ملک و مال دیئے مگر حق تعالی نے اسکو درد اور رنج اور اندوہ نہ دیا اسی لیئے وہ مبغوض تھا حق تعالی کو منظور نہ ہوا کہ وہ دعا کرے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد آمد بہتر از ملک جہاں　　　تا بخوانی تو خدا را در نہاں

یعنی درد اس ملک جہان سے بھی بہتر ہے تاکہ تو خدا کو پوشیدگی میں پکار سکے مطلب یہ کہ وہ ملک و مال جو کہ غافل عن الحق کرنیوالا ہو اس سے وہ درد جو کہ یاد دلانے والا ہو بہتر ہے کہ اس

یعنی یاد حق تو ہے۔

زانکہ دردورنج و باراندہاں شد نصیب دوستانش درجہاں

یعنی اس لیئے کہ دردورنج اور باراندو دوستان حق کو نصیب ہوتا ہے اور جو محجوب اور دشمن ہیں ان کا تو کبھی کان بھی گرم نہیں ہوتا۔

خواندن بیدرد از افسردگیست خواندن بادرد از دل بردگیست

یعنی بے درد کی دعا تو دل افسردگی سے ہوگی اور بادرد کی دعا دل بردگی سے ہوگی اس میں ضرور ایک سوز و گداز ہوگا جو کہ دراجابت تک پہونچادے گا۔

آں کشیدن زیر لب آواز را یاد کردن مبدء و آغاز را

یعنی وہ زیر لب آواز کو کھینچنا اور مبدء کو اور آغاز کو یاد کرنا۔

آں شدہ آواز صافی و حزیں کاے خدا اے مستغاث و اے معیں

یعنی وہ صاف اور حزیں آوازیں ہوں کہ اے مستغاث اور اے مددگار مطلب یہ کہ جب درد ہوتا ہے تو آواز میں بھی لوچ پیدا ہوجاتا ہے اور اسکی وجہ سے وہ مقبول ہوجاتی ہے اور یہ اثر اُس جذبہ حق کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ مرض آیا ہے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے آگے ترقی کرکے فرماتے ہیں کہ

نالہ سگ در رہش بے جذبہ نیست زانکہ ہر راغب اسیر رہزنیست

یعنی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بے جذبہ نہیں ہے اس لیئے کہ ہر راغب ایک رہزن کا اسیر ہے مطلب یہ کہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی طمع وغیرہ میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ اُسکو مانع عن الحق ہوتی ہے مثلاً کتا ہے وہ ہڈی بوٹی کی طمع میں ہے مگر اُن سب سے الگ کرکے جو اُن کو متوجہ بحق کردیتا ہے وہ جذبۂ حق ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دنیا میں جسکو بھی توجہ الی الحق ہوتی ہے وہ بغیر جذبہ کے نہیں ہوتی۔ آگے ایک نظیر فرماتے ہیں۔

چوں سگ کہفے کہ از مردار رست بر سر خوان شہنشاہاں نشست

یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح کہ وہ مردار سے چھوٹ گیا اور بادشاہوں کے خوان پر بیٹھا مطلب یہ کہ دیکھو جذب حق وہ شئے ہے کہ وہ کتا تھا مگر وہ آرام سے سورہا ہے مردار خوری

سے چھوٹ گیا اور پھر دیکھو آخر اسمیں کوئی تو بات تھی جو اس کا ذکر قرآن شریف میں آیا یہ ساری برکت جذبۂ حق کی تھی۔

تا قیامت او خورد در پیش غار　　آب رحمت عارفانہ بے تغار

یعنی وہ قیامت تک غار کے آگے آب رحمت کو بے کسی برتن کے کھاتا رہے گا اس لیے کہ جب رحمت اُن اصحاب کہف پر نازل ہوتی ہے تو اسمیں سے ضرور ہے کہ اُسکو بھی حصہ ملتا ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ آب رحمت کے کھانے کے لیے برتن وغیرہ کی کہیں کی بھی ضرورت نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست　　لیک اندر پردہ بے آں جام نیست

یعنی بہت سے سگ پوست کہ جنکا نام بھی نہیں ہے لیکن پردہ میں اس جام بغیر نہیں ہیں مطلب یہ کہ بہت ایسے ہیں کہ جو ظاہر میں بے نام و نشان ہیں مگر باطن میں شراب محبت حق سے پر ہیں بلکہ زیادہ تو وہی ہیں [illegible] ہیں بہت سے تو اسی پردہ میں پوشیدہ ہیں۔

جان بدہ از بہر آں جام اے پسر　　بے جہاد و صبر کے باشد ظفر

یعنی اے صاحبزادے اس جام محبت کے (حصول کے) لیے جان دیدو اسلئے کہ بے مجاہدہ اور صبر کے فتح کب حاصل ہو سکتی ہے فتح تو جب ہی ہوگی جب کہ صبر سے کام لوگے اور مجاہدہ کروگے۔

صبر کردن بہر ایں نبود حرج　　صبر کن کالصبر مفتاح الفرج

یعنی اس کے لیے صبر کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے صبر کرو اس لیے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

زیں کمیں بے صبر و حزمے کس نجست　　حزم را خود صبر آید پا و دست

یعنی اس گھاٹی سے بے سوچ بچار کے اور صبر کے کوئی نہ نکل سکا اور حزم کے لیئے خود صبر پاؤں ہاتھ ہیں مطلب یہ کہ بے صبر کے اور مجاہدہ کے حزم سے کام نہیں چلتا لہذا دونوں کی ضرورت ہے۔

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست　　حزم کردن زور و نور انبیاست

یعنی اس کے کھانے سے پرہیز کرو اس لیئے کہ یہ گھاس زہریلا ہے اور حزم کرنا زور اور نور انبیا

علیہم السلام کا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں رہو تو سوچ سے کام لو اس لیئے کہ یہ دنیا زہریلا گھاس ہے کہ ظاہر میں سرسبز ہے مگر حقیقت میں قاتل ہے اور اسکو سوچ سمجھکر استعمال کرو اور خود حضرات انبیا علیہم السلام نے حزم سے کام لیا ہے تو تم کو اُن کی اتباع کی وجہ سے بھی حزم ضروری ہے آگے فرماتے ہیں کہ

کاہ باشد کو بہر بادے جہد — کوہ کے ہر بادرا وزنے نہد

یعنی جو کہ ہر ہوا سے اوچھلنے کودنے لگے وہ تو گھاس ہوتا ہے اور پہاڑ کب ہر ہوا کا وزن رکھتا ہے مطلب یہ کہ جو خام ہیں وہی ان تغیرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس دنیا کو خیال میں لاتے ہیں ورنہ جو پختہ ہو چکے ہیں اُنکو تو ان حوادث کی پروا ہی نہیں ہوتی لہذا خامی کو ترک کر کے پختگی حاصل کرو

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا — کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا

یعنی شیاطین تجھے ہر طرف بلا رہے ہیں کہ اے بھائی اگر راہ چاہتا ہے تو یہاں آ اور کہتا ہے کہ

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق — من قلاوزم دریں راہ دقیق

یعنی میں رہنما ہوں اور تیرے ہمراہ ہوں اور رفیق ہوں اور اس راہ دقیق میں میں رہبر ہوں غرضکہ خوب بہکاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ پھنس جاوے مولانا بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

نے قلاوزست نے رہ داند او — یوسفا کم رو سوئے ایں گرگ خو

یعنی نہ وہ رہبر ہے اور نہ خود راہ جانتا ہے تو اے یوسف (جیسے) تم اس بھیڑیا خصلت کی طرف مت جاؤ اگر اس کے کہنے کو صحیح مان لیا تو بس پھر غارت ہو گئے اور اس سے بچنا ہی تو حزم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ نہ فریبد ترا — چرب و نوشیں دامہائے ایں سرا

یعنی حزم یہی ہے کہ تم کو اس سرا دنیا کے جال کی چکنی چپڑی باتیں لبھا نہیں اس لیئے کہ

کہ نہ چربی دارد و نے نوش او — سحر خواند می دمد در گوش تو

یعنی کہ نہ یہ چربی رکھتا ہے اور نہ لذت وہ جادو پڑھ رہا ہے اور کان میں پھونک رہا ہے

لہٰذا اس سے بچنا اور پرہیز کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شیاطین کہتے ہیں کہ۔

کہ بیا مہمان ما اے روشنی   خانہ آں تست تو آن منی

یعنی کہ اے روشن دل، ہمارا مہمان آ۔ گھر تیری ملک ہے اور تو میری ملک ہے مطلب یہ کہ تو یہاں آ گھر تیری ملک ہے مگر پھر میرا قابو ہے تو جب وہ یہ کہے تو تمکو چاہیئے کہ اُس سے انکار کر دو اور کہدو کہ بھائی ہم تیرے گھر باہر سے باز آئے اور یہی حزم ہے اور اسی کو سوچ اور اسی کو پرہیز کہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام   یا سقیم و خستہ این دخمہ ام

یعنی حزم تو یہ ہے کہ کہدو مجھے تخمہ ہو رہا ہے یا میں مریض اور خستہ اس دخمہ کا ہوں مطلب یہ کہ جب وہ بلاوے اور کہے کہ یہ میری چیزیں کھالو تو حزم کی بات تو یہ ہے کہ اُنکو ہاتھ بھی نہ لگاؤ بلکہ اُس سے انکار کردو یا یوں کہدو۔

یا سرم درد ست وردِ سر ببر   یا مرا خواند است آں خالو پسر

یعنی یا میرے سر میں درد ہے تو میرے سر کے درد کو کاٹ دے یا یہ کہ مجھے اُس خالو کے بیٹے نے بلایا ہے یعنی اس سے یہ عذر کردو کہ اچھا اگر فلاں کام میرا کردو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور کام ایسا بتاؤ کہ اُس سے نہ ہو سکے غرض کہ کسی نہ کسی طرح اُس سے جان بچاؤ اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا   کہ بکارد در تو نیشش ریشہا

یعنی اس لیئے کہ وہ تجھے ایک نوش بہت سے نیشوں کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اُس کے نیش تیرے اندر بہت سے زخم پیدا کردیں گے۔

زر اگر پنجاہ یا شصتت دہد   ماہیا او گوشت در شستت دہد

یعنی وہ اگر تمہیں پچاس یا ساٹھ روپے دیتا ہے تو اے مچھلی وہ شست میں تجھے گوشت دے رہا ہے۔

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل   جوز پوسیدست و گفتار شغل

یعنی اگر وہ (ظاہر میں) دیتا بھی ہے (مگر حقیقت میں) وہ پر حیل کب دیتا ہے وہ جوز پوسیدہ ہے

اور اس کی بات دھوکہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ شیاطین ظاہر میں کوئی بات نفع کی بھی بتادیں مگر حقیقت میں اور اصل میں وہ مضر اور نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

زرغ زرغ زر مغز و عقلت را برد　　صد ہزاراں عقل را یک نشمرد

یعنی روپیہ کا بجنا تیرے مغز اور عقل کو لیجاتا ہے اور لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں گنتا مطلب یہ کہ دنیا کی محبت وہ ہے کہ تمام عقول اُس کے آگے پست ہوجاتی ہیں اور سب پر یہ غالب آتی ہے اور عقل کو بالکل سلب کردیتی ہے پس چاہیئے کہ حرص اور محبت دنیا کو دل میں جگہ نہ دے اس لیئے کہ۔

یار تو خرجین تست و کیسہ ات　　گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات

یعنی تیرا یار تیری خرجین اور تیرا کیسہ ہے اگر تو رامین ہے تو سوائے اپنی ویسہ کے اور کسی کو مت تلاش کر رامین ایک عاشق کا نام ہے اور ویسہ اس کی معشوقہ کا مطلب یہ کہ تمہارا معشوق اور مطلوب اصل جو ہے اس کی تلاش کرو اور اِدھر اُدھر بھٹکتے ہوئے مت پھرو آگے خود اس کی تعیین فرماتے ہیں کہ۔

ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست　　ویں برونیہا ہمہ آفات تست

یعنی تمہاری ویسہ اور تمہارا معشوق خود تمہاری ذات ہے اور یہ باہر کی اشیا رسب تمہاری آفات ہیں مطلب یہ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اگر تم کو خود اپنی ذات کی معرفت ہوجاوے تو ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت ضرور ہوگی تو بس تمہارا مطلوب تمہاری ذات ہے تم باہر کیوں تلاش کرتے ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند　　تو نگوئی مست و خواہان منند

یعنی حزم تو یہ ہے کہ شیاطین جب بلاویں تو تم یہ نہ کہو کہ یہ میرے مست اور خواہاں ہیں بلکہ انکو غیر اپنا سمجھو اس لیئے کہ

دعوت ایشاں صفیر مرغ داں　　کہ کند صیاد در مکمن نہاں

یعنی اُن کی دعوت وہ آواز مرغ ہے جسکو صیاد گھات میں پوشیدہ کردیتا ہے۔

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں　　می کند ایں بانگ و آواز حنیں

یعنی اس صیاد نے مرغ مردہ ایک آگے رکھ لیا ہے کہ یہ آواز اور بکا کر رہا ہے۔

مرغ پندارد کہ جنس اوست او — جمع آید بر درد شاں پوست او

یعنی جانور تو سمجھتا ہے کہ یہ اُس کی جنس ہی ہے تو وہ گرد آجاتا ہے اور وہ صیاد اس کی کھال پھاڑ ڈالتا ہے۔ مطلب یہ کہ جسطرح صیاد جال کے آگے ایک مردہ جانور بٹھا کر سیٹی بجاتا ہے تو دوسرے جانور جو سنتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہمجنس سامنے بیٹھا ہے اور وہ آواز کر رہا ہے لہذا سب اُس کے پاس آکر جمع ہوتے ہیں اور جال میں پھنستے ہیں اسی طرح شیاطین تلبیس کرتے ہیں اور تمکو پکارتے ہیں ہم اپنے ہمجنس جانکر اُن کے پاس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہمکو بھی درست بناتے ہیں لہذا ہم کو چاہیئے کہ خدا سوچ سمجھکر دیکھ بھال کر سمجھیں کہ آیا ہمارا ہمجنس ہی ہے یا کوئی اور ہے آگے فرماتے ہیں کہ

جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق — تانگردد گیج ازاں دانہ ملق

یعنی سوائے اُس جانور کے کہ جسکو حق تعالیٰ نے حزم عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اس دانہ چاپلوسی سے پریشانی میں نہ پڑے۔ مطلب یہ کہ اور سب جال میں پھنس جاتے ہیں مگر جسکو کہ حق تعالیٰ نے عقل اور حزم عطا فرمایا ہو بھلا وہ اس بناوٹی دانہ اور چاپلوسی میں کب پھنس سکتا ہے اسکو تو اُس سے ہرگز پریشانی نہ ہوگی۔

ہست بے حزمے پشیمانی یقیں — حزم را مگذار و محکم کن تو دیں

یعنی بے حزم کے پشیمانی یقینا ہے تو حزم کو ترک مت کرو اور دین کو مضبوط کرو مطلب یہ کہ بے سوچ اور فکر کے تو ضرور پریشانی اور پشیمانی ہوتی ہے لہذا چاہیئے کہ دین کو مضبوط رکھو اور حزم کو اختیار کرو تاکہ ان ساری بلاؤں سے نجات ہو۔

زانکہ بے حزمے شقاوت بر دہد — دیں رود از دست و درد سر دہد

یعنی اس لیئے کہ بے حزم کے شقاوت پھل دیتی ہے اور ہاتھ سے دین جاتا رہتا ہے اور درد سر دیتا ہے مطلب یہ کہ بے فکر کے ہمیشہ پریشانی ہی ہوتی ہے لہذا چاہیئے کہ کام ہمیشہ حزم اور فکر سے کرے تاکہ پشیمانی اور پچھتانا نہ پڑے۔

بشنو ایں افسانہ را در شرح ایں — تا شوی حازم برائے حفظ دیں

یعنی اس امر کی شرح میں اس قصہ کو سنو تاکہ تم حفاظت دین کے لیئے حزم والے ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ ہر کام میں حزم اور احتیاط کی ضرورت ہے اُس سے استدلال کرکے تمکو چاہیئے کہ امور دین میں احتیاط سے کام لو اس لیئے کہ امور دین تو بہت اہم اور احتیاط کے قابل ہیں آگے حکایت کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی اور ایک شہری کی آپس میں دوستی تھی وہ دیہاتی ہمیشہ اس شہری کا مہمان رہا کرتا تھا اور اصرار کیا کرتا تھا کہ تم بھی کبھی ہمارے یہاں آؤ اور وہ ہمیشہ بہلانے کیا کرتا تھا آخرکار ایک مرتبہ کمبختی کا مارا چلا گیا اس دیہاتی نالائق نے خوب ہی پریشان کیا تو دیکھو چونکہ اس شہری نے احتیاط اور حزم سے کام نہ لیا تھا اس لیئے پریشان ہوا اور نہ کیوں پریشان ہوتا اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

اے برادر بود اندر ما مضے — شہرئے با روستائے آشنا

روستائی چوں سوئے شہر آمدے — خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے

دو مہ و سہ ماہ مہمانش بُدے — بر دوکان او و بر خوانش بدے

ہر حوائج راکہ بودش آں زماں — راست کردے مرد شہری رائگاں

رو بشہری کرد وگفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائے سوئے دہ فرجہ جو

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمان گلشن است و نوبہار

یا بتابستاں بیا وقت ثمر — تا بہ بندم خدمتت رامن کمر

خیل و فرزندان و قومت را بیار — در دہِ ما باش خود ماہے سہ چار

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود — کشت زار و لالہ دلکش بود

وعدہ دادے خواجہ او را دفع حال
او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے
او بہانہ ساختے کامسال ماں
سال دیگر گر توانم وارہید
گفت ہستند آں عیالم منتظر
باز ہر سالے چو لکلک آمدے
خواجہ ہر سالے ز زاد مال خویش
آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں
از عجالت باز گفت او خواجہ را
گفت خواجہ جسم و جانم وصل جو است
آدمی چوں کشتی است و باد باں
باز سوگنداں بدادش کاے کریم
دست او بگرفت سہ کرت بعہد
بعد دہ سالے بہر سالے چنیں
کودکان خواجہ گفتند اے پدر
حقہا بر وے تو ثابت کردہ
او ہمی خواہد کہ بعض حق آں
بس وصیت کرد ما را در نہاں
گفت حق است ایں ولے ای سیبویہ

تا در آمد بعد وعدہ ہشت سال
عزم خواہی کرد آمد ماہ دے
از فلاں خطہ بیاید میہماں
از مہمات آں طرف خواہم ددید
بہر فرزندان تو اے اہل بر
تا مقیم قبہ شہری شدے
خرج او کردے کشودے بال خویش
خواں نہادش بامدادان و شباں
چند وعدہ چند بفریبی مرا
لیک ہر تحویل اندر حکم اوست
تا کے آرد باد را آں بادراں
گر فرزنداں بیا بنگر نعیم
کاللہ اللہ زو بیا بنمائے جہد
لابہا و وعدہای شکریں
ماہ و ابر و سایہ ہم وارد سفر
رنجہا در کار او بس بردہ
وا گذارد چوں شوی تو میہماں
کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
اتق من شر من احسنت الیہ

دوستی تخم دم آخر بود　　ترسم از وحشت که او فاسد شود

صحبتی باشد چو شمشیر قطوع　　همچو دی در بوستان و در زروع

صحبتی باشد چو فصل نوبهار　　زو عمارتها و دخل بی شمار

حزم آن باشد که ظن بد بری　　تا گریزی و شوی از بد بری

حزم سوء الظن گفتست آن رسول　　هر قدم را دام می دان ای فضول

روی صحراهست هموار و فراخ　　هر قدم دامیست کم رو گستاخ

آن بز کوهی دود که دام کو　　چون بتازد دامش افتد در گلو

آنکه می گفتی که تو اینک ببین　　دشت می دیدی نمی دیدی کمین

بی کمین و دام صیاد ای عیار　　دنبه کے باشد میان کشت زار

آنکه گستاخ آمدند اندر زمین　　استخوان و کله هاشان را ببین

چو بگورستان روی ای مرتضی　　استخوانشان را بپرس از مامضی

تا بظاهر بینی آن مستان کور　　چون فرو رفتند در چاه غرور

چشم چون داری تو کورانه میا　　ور نداری چشم دست آور عصا

آن عصای حزم و استدلال را　　چون نداری دیده می کن پیشوا

در عصای حزم و استدلال نیست　　بی عصاکش در سر هر ره مایست

گام زانسان نه که نابینا نهد　　تا که پا از سنگ و از چه وارهد

کور لرزان و بترس و احتیاط　　می نهد پا تا نیفتد در خباط

ای ز دودی جسته در ناری شده　　لقمه جسته لقمهٔ ماری شده

تو نخواندی قصهٔ اهل سبا　　یا بخواندی و ندیدی جز صدا

از صدا آن کوه خود آگاه نیست | سوی معنی هوش که را راه نیست
او همی بانگی کند بی هوش و گوش | چون خمش کردی تو او هم شد خموش
داد حق اهل سبا را بس فراغ | صد هزاران قصر و ایوانها و باغ
شکر آن نگذاردند آن بدرگان | در وفا بودند کمتر از سگان
مر سگی را لقمۂ نانی ز در | چون رسد بر در همی بندد کمر
پاسبان و حارس در می شود | گرچه بر وی جور و سختی می رود
هم بر آن در باشدش باش و قرار | کفر داند کرد غیری اختیار
ور سگی آید غریبی روز و شب | آن سگانش می کنند آندم ادب
که برو آنجا که اول منزل است | حق آن نعمت گروگان دل است
می گزندش که برو بر جای خویش | حق آن نعمت فرو مگذار بیش
از درون اهل دل آب حیات | چند نوشیدی و وا شد چشمهات
بس غذای وجد و سکر و بیخودی | از در اهل دلان بر جان زدی
باز این در را رها کردی ز حرص | گرد هر دکان همی گردی ز حرص
بر در آن منعمان چرب دیگ | می دوی بهر ثرید مرده ریگ
چربش آنجا دان که جان فربه شود | کار نا امید آنجا به شود
صومعه عیسی است خوان اهل دل | هان و هان ای مبتلا این در مهل
جمع گشتندی ز هر اطراف خلق | از ضریر و لنگ و شل و اهل دلق
بر در آن صومعۂ عیسی صباح | تا بدم ایشان رهاند از جناح
او چو فارغ گشتی از اوراد خویش | چاشتگه بیرون شدی آن خوب کیش

جوق جوق آں مبتلا دیدے نزار　　گشتہ بر در با امید و انتظار

گفتے اے اصحاب آفت از خدا　　حاجت و مقصود جملہ شد روا

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا　　سوے غفاری و اکرام خدا

جملگاں چوں اشتران بستہ پائے　　کہ کشائی زانوے ایشاں برائے

جملہ صحت یافتہ گشتہ رواں　　از دم جاں بخش عیسیٰ در زماں

شد رواں آں حاجت جملہ علیل　　ز امر حق و از دم نیک جلیل

خوش دوان و شادماں سوئے خاں　　از دعائے وے شدندے پا دواں

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم　　تندرست و شادمان و محترم

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں　　از دم میمون آں صاحب قراں

اے بھائی زمانہ گذشتہ میں ایک دیہاتی کی ایک شہری سے دوستی تھی وہ دیہاتی جب شہر میں آتا تو اُسی کے یہاں ڈیرہ ڈالتا اور اُسی کے مکان پر ٹھیرتا دو دو مہینے تین تین مہینے اس کے یہاں مہمان رہتا کھانے میں بھی شریک ہوتا اور دکان پر بھی رہتا غرض بہت آرام و آسائش اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتا اور اگر اُسکو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو شہری بلا قیمت کے اُس کے لیے مہیا کر دیتا ایک روز اُسنے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب آپ تو کبھی سیر کے لیے بھی ہمارے گانوں میں تشریف نہیں لاتے آپکو خدا کی قسم آپ مع اپنے بال بچوں کے تشریف لیچلیے کیونکہ یہ زمانہ بہار کا ہے اس زمانہ میں باغوں میں رونق ہوتی ہے در الطف رہے گا اور اگر اسوقت آپ نہیں چل سکتے تو گرمیوں میں جو میووں کا زمانہ ہو گا ضرور تشریف لائیے تاکہ میں بھی آپ کی خدمت کروں آپ اپنے ساتھ خدم و حشم اور عیال و اطفال دوست آشناؤں کو

بھی ضرور لائیے اور مزے سے تین چار مہینے ہمارے گانوں میں قیام فرمائیے اگر آپ موسم بہار میں تشریف لیچلیں تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ بہار میں گانوں کا رقبہ نہایت پر لطف ہوتا ہے ہر طرف کھیتیاں لہلہاتی ہیں اور لالوں کا عجیب دلکش کا عالم ہوتا ہے وہ امیر دفع الوقتی کے طور پر اُس سے وعدہ کر لیتا حتی کہ وعدۂ اول کے بعد آٹھ سال گذر گئے اور وہ نہیں گیا وہ ہر سال کہتا تھا کہ جناب کب تشریف لے چلیں گے لیجئے موسم خزاں بھی آگیا اور آپ تشریف نہیں لائے وہ بہانہ کر دیتا تھا کہ امسال ہمارے یہاں فلاں مقام سے کچھ مہمان آگئے تھے اُن کے سبب آنا نہ ہوا آئندہ سال اگر ضروریات سے فرصت ہوئی تو ضرور آؤں گا اسپر وہ کہتا کہ ہاں آپ ضرور ضرور تشریف لائیے میرے گھر کے لوگوں کو آپ کے بچوں کا سخت انتظار ہے اور گن گن کر دن کاٹتے ہیں غرض ہر سال وہ لکلاک کیطرح آوارد ہوتا اور اس شہری کے مکان پر ٹھیرتا اور وہ امیر خوب دل کھولکر اسپر اپنا زر و مال صرف کرتا آخری مرتبہ اس جوانمرد نے تین مہینے تک اُس کو دونوں وقت خوب کھانے کھلائے اُس نے اس امیر کے بے امید و توقع تقع احسانات سے شرمندہ ہوکر اسکو بہت مجبور کیا اور کہا کہ آخر آپ مجھ سے کتنے وعدے کریں گے اور کب تک ٹلائیں گے ایکی تو آپ کو ضرور ہی چلنا ہوگا امیر نے کہا میرا جی بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے لیکن مجبور ہوں کہ میرا انتقال حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور اسکا بادبان اور قضائے الٰہی ایسی ہے جیسے ہوا حق سبحانہ اس ہوا کو چلانے والے اور قضا کو نافذ کرنے والے ہیں پس جب تک اُن کا حکم نہو آدمی کیا کر سکتا ہے۔ اُس نے پھر قسمیں دیں کہ مہربانی فرما کر ان حیلے حوالوں کو جانے دیجئے اور اپنے بچوں کو لیکر آپ ضرور تشریف لائیے دیکھئے تو سہی گانوں میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ وہاں کیسی پر لطف زندگی بسر ہوتی ہے آخر اُس نے پھر وعدہ کیا اُس نے تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عہد لیا اور کہا آپکو خدا کی قسم آپ جلد تشریف لانے کی کوشش کریں آخر ش دس سال کے عرصہ کے بعد وہ جسمیں وہ ہر سال دلجوئی اور دلکوشش وعدے کرتا رہا اس امیر کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان آپ ملاحظہ فرمائیں کہ چاند ابر سایہ سب اپنے اپنے مقام سے حرکت کرتے ہیں لیکن حضور والا ہیں کہ ایک ہی جگہ مقیم ہیں آپ کے بہت سے حقوق اس غریب کے ذمہ ہو گئے ہیں اور آپ نے اس کے معاملات میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی ہے اس لیئے وہ چاہتا ہے کہ آپکو مہمان بلا کر آپ کے

احسانات کا کچھ حق ادا کرے اس بنا پر اُس نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ تم بہت خوشامد کر کے اپنے
والد صاحب کو ضرور ہمارے یہاں لاؤ۔ جب وہ بیچارہ اسقدر اصرار کر رہا ہے تو جناب والا کو
اُس کی درخواست کے قبول فرمانے میں کیوں تامل ہے امیر نے کہا بیٹا یہ سچ ہے لیکن بزرگوں کا
مقولہ ہے کہ جس کے ساتھ تم احسان کرو تمکو اُس کے شر سے بہت بچنا چاہیئے میں اس لئے پس و پیش
کرتا ہوں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ میں دوستی کو منافع بعد الموت کا تخم خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ
جب میں مر جاؤنگا تو میرے دوست دعا وغیرہ سے مجھے فائدہ پہونچائیں گے اسلئے میں ڈرتا ہوں
کہ مبادا اس دوستی کے ہم میں منافرت پیدا ہو جائے اور یہ تخم فاسد ہو کر ناقابل انتفاع ہو جاوے میرے
اس اندیشہ کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ شمشیر براں کی طرح پہلے تعلقات کو قطع
کر دیتی ہیں اور جس طرح خزاں باغوں اور کھیتوں کا ستیاناس کر دیتی ہے یونہی وہ بھی اس
گلشن معنوی یعنی خوشگوار تعلقات کا استیصال کر دیتی ہیں اور بعض صحبتیں فصل بہار کی طرح مثمر
ثمرات و برکات اور خوشگوار تعلقات کو بڑھانیوالی اور ان کو ایک سے چار کرنے والی ہوتی ہیں
ایسی حالت میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ہم نقصان کو پیش نظر رکھیں تاکہ اس سے بچیں اور
شر سے محفوظ رہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ امیر نے بہت صحیح کہا واقعی بات یہ ہے کہ احتیاط ضروری
ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الحزم سوء الظن (کما ھو المشہور واللہ
اعلم بحقیقۃ الحال) لیکن اس صرف ضرر دنیوی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہیئے بلکہ ضرر دینی سے
بچنے کے لیے بھی اس کو پیش نظر رکھنا چاہیئے بل ھو الاھم اور ہر قول و فعل میں نہایت احتیاط
کرنی چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے ذرا چوکے اور پھنسے گو تم کو میدان ہموار
اور فراخ معلوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و اقوال میں ضرر محسوس نہیں کرتے ہو لیکن ہم تم کو بتاتے
ہیں کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے تم کو بے باکانہ اور البیلے پن سے نہیں چلنا چاہیئے۔ تم اپنی ایسی
مثال سمجھو جیسے پہاڑی بکرا کہ وہ میدان کو بظاہر صاف دیکھکر سمجھتا ہے کہ چلو بھی جال کہاں لیکن جب
وہ لاابالی پن سے دوڑتا ہے تو اُس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے اب اُس سے کوئی کہے کہ تو تو کہتا
تھا کہ جال کہاں ہے دیکھ یہ ہے کمبخت تو نے سرسری نظر سے میدان صاف دیکھ لیا لیکن اس
گھات کو نہ دیکھا سمجھو تو سہی بدون گھات کے اور بلا شکاری کے جال کے بھی کہیں کھیت میں دنبہ

بندھا ہوتا ہے ہرگز نہیں پس اسی طرح سمجھ لو کہ یہ تلذذات و تنعمات دنیوی خطرۂ اخروی سے خالی نہیں
ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ متمتع ہونا چاہیئے زندہ لوگوں میں عوام تو تمہاری ہی طرح بے خبر ہیں
ان سے تو کچھ پتہ ہی نہیں چلسکتا رہے باخبر لوگ سو اُن کے قول کو تم اغراض نفسانیہ دون ہمتی پست خیالی
وغیرہ پر محمول کرو گے اس لیئے ہم تم سے کہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر بے باکانہ چلتے ہیں اُن کی ہڈیوں
اور کھوپڑیوں کو قبرستان میں جاکر دیکھو اور اُن سے واقعات دریافت کرو کہ وہ اندھے اور مست
شہوات و لذات اپنی بے احتیاطی کی بدولت کیونکر دھوکے کے گڑھے میں گرے وہ زبان حال
سے اپنی غلطی کو بتلائیں گے پس جب حزم کی ضرورت ثابت ہوئی تو اب تیرے لیئے تین صورتیں
ہیں اگر تو صاحب بصیرت ہے تو بیناؤں کی طرح چل اور اندھوں کی طرح مت چل یعنی اپنی بصیرت
سے ہر شئے کے حسن و قبح کو دیکھکر اس کے مطابق عمل کر اور اگر تو چشم بصیرت نہیں رکھتا تو ہاتھ میں
لاٹھی لیکر چل یعنی جب تجھے بصیرت نہیں تو حزم و استدلال کی لاٹھی کے سہارے چل اور جس چیز
کا ضرر تجھے دلیل سے معلوم ہو جائے یا اسمیں مضرت کا احتمال ہو اُس سے بچ اور اگر حزم و استدلال
کی لاٹھی بھی تیرے پاس نہیں تو کوئی شیخ کامل ہونا چاہیئے جو تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے رستہ پر لیچلے اور بدون
اس کے ہر رستہ پر چلنے کے لیئے مت کھڑا ہو غرضکہ جب تجھے نہ بصیرت ہو نہ صاحب بصیرت راہ پر تجھے
لیئے جاتا ہو اسوقت تجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے اور ہر قدم یوں رکھنا چاہیئے جسطرح
اندھا رکھتا ہے تاکہ تیرا پاؤں پتھر کی ٹھوکر اور کنوئیں میں پڑنے سے محفوظ رہے یاد رکھ کہ تو اندھا
ہے اور اندھا آدمی کانپتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے قدم رکھتا ہے تاکہ وہ گڑھے
میں نہ پڑجاوے۔ اے دھوئیں سے بھاگ کر آگ میں گرنے والے اور کھانے کی خاطر سانپ کا لقمہ
بنجانے والے یعنی ضرر دنیوی سے بچکر ضرر دینی میں مبتلا ہونے والے اور تنعمات دنیویہ کی خواہش میں
نفس و شیطان کا شکار ہونے والے شاید تو نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے لیکن اُسکو صدائے
کوہ سے زیادہ وقعت نہیں دی پہاڑ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو سمجھتا نہیں اور پہاڑ کی فہم اُسکے
معنی تک نہیں پہونچتی وہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے بلکہ یوں ہی آواز نکالتا ہے اور اس کی آواز صرف انسان
کی آواز کی نقل ہوتی ہے جب وہ چپ ہو جاتا ہے تو وہ پہاڑ بھی خاموش ہو جاتا ہے یہ ہی تو
بھی کیا ہے کہ محض زبان سے الفاظ نکالے نہ اُن کو خیال سے سنا اور نہ ان کے معانی کو اچھی طرح

سمجھا بلکہ محض کہنے والے کی نقل کی اب ہم اس قصہ کو تیرے لیئے بیان کرتے ہیں اگر تو نے نہیں پڑھا تو اب پڑھ اگر پڑھا ہے لیکن سمجھا نہیں تو اب سمجھ حق سبحانہ نے اہل سبا کو بہت کچھ اطمینان اور فراغ خاطر عطا کیا تھا ہزاروں قصر و ایوان اور باغ وغیرہ اُن کو عطا کئے تھے۔ لیکن ان بدذاتوں نے اس انعام حق کا شکر ادا نہیں کیا اور وفا میں کتوں سے بھی کم حصہ لیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی دروازہ سے اسکو ایک ٹکڑا ملجاتا ہے تو اسی در کا ہو رہتا ہے وہ اسکی پاسبانی اور پہرہ داری کرتا ہے خواہ اسپر کتنی ہی زیادتی اور سختی ہو لیکن اسکا استقرار اور ٹھکانا وہی در رہتا ہے اس کے سوا دوسرے کے اختیار کرنے کو وہ کفر سمجھتا ہے اگر کبھی غلطی سے کوئی کتا راہ وفا سے ڈگمگاتا ہے اور رات کو یا دن کو کسی دوسرے دروازہ پر جانے کا قصد کرتا ہے تو دوسرے کتے اسکو سزا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے پہلے ہی ٹھکانے پر جا حق نعمت کا پاس دل میں مقید رہنا چاہیئے اور اُسکو اس سے علیحدہ نہ ہونا چاہیئے۔ وہ اسکو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی اصلی جگہ پر جا اور حق نعمت کا پاس نہ چھوڑ اے طالب اس واقعہ سے تجھکو بھی سبق لینا چاہیئے تو نے اہل اللہ کے باطن سے بہت کچھ آب حیات پیا ہے اور اس سے تیری آنکھیں کھل گئی ہیں اور وجد وسکر و بیخودی کی کافی غذا اہل دل سے حاصل کر کے تو نے اپنی جان کو دی ہے مگر اسپر بھی تو نے اُس دروازہ کو چھوڑ دیا ہے اور حرص سے تو دنیا داروں کی دکانوں کا طواف کر رہا ہے اور بے حقیقت ثرید (ایک غذا کا نام ہے جو شوربے میں ٹکڑے چور کر تیار کی جاتی ہے) مرغن ہانڈی والے امیروں کے دروازوں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے تجھے اس ناشکری اور بے وفائی سے شرم آنی چاہیئے ارے احمق تجھے سمجھنا چاہیئے کہ حقیقی روغن وہاں ہے جہاں جان موٹی تازی ہوتی ہے اور روح کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں ناامیدوں کا بھی کام نبجاتا ہے یعنی اہل اللہ کے یہاں نہ کہ وہاں جہاں تو تلاش کرتا ہے اس لیئے کہ اُن کے روغن سے تو نفس کو قوت ہوتی ہے اور وہی موٹا تازہ ہو سکتا ہے نیز وہاں یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر امیدوار کو مل ہی جاوے بلکہ بہت سوں کو دھکے بھی ملتے ہیں۔ یاد رکھ کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی مانند ہے کہ وہاں سے کوئی محروم ہی نہیں جاتا بس اے مریض قلب دیکھ خبردار تو اس در کو نہ چھوڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی یہ حالت تھی کہ دور دور سے لوگ آکر وہاں جمع ہوتے تھے بعض اندھے ہوتے تھے بعض لنگڑے بعض لنجے بعض محتاج تاکہ حضرت عیسیٰ اپنی پر تاثیر پھونک سے انکو بلا سے نجات دیں

جسمیں وہ مبتلا ہیں حضرت عیسٰی جب اپنے معمولات سے فارغ ہوتے تھے تو دوپہر کے وقت صومعہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور آکر دیکھتے تھے کہ بہت سے مریض خستہ حال امید وانتظار تشریف آوری میں بیٹھے ہوتے تھے یہ دیکھکر آپ فرماتے کہ اے مبتلائے آفات خداوندی بحکم خدا تم سب کی حاجت اور مدعا پورا ہوا۔ اب تم بے رنج ومشقت حق سبحانہ کی غفاری اور اُس کے اکرام کی طرف چلو اور اُنکو حاصل کرو وہ سب یوں جیسے اونٹ کا پاؤں اول بندھا ہوا ہو اور پھر اُسکو کھولدیا جاوے حضرت عیسٰی کی پھونک سے شفا پاکر چلدیتے اور حق سبحانہ کے حکم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پھونک کی برکت سے اُن تمام بیماروں کی حاجت روا ہو جاتی اور اُن کی دعا کی برکت سے اپنے پاؤں دوڑتے ہوئے خوش وخرم اپنے گھر چلے جاتے اور اس عظیم الشان صاحب اقبال کی پھونک سے سب کی تکلیف اور رنج وغم دور ہو جاتا اور سب کے سب تندرست اور خوش وخرم اور عزت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے

شرح شبیری

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریب دینا اور خوشامد اور الحاح سے اس کی دعوت کرنا

اے برادر بود اندر ما مضے ۔۔۔ شہرئے با روستائے آشنا

یعنی اے بھائی زمانۂ ماضی میں ایک شہری کا ایک دیہاتی دوست تھا۔

روستائی چوں سوئے شہر آمدے ۔۔۔ خرگہ اندر کوئے آں شہرے زدے

یعنی وہ دیہاتی جب شہر کی طرف آتا تو اُس شہری کے یہاں قیام کرتا۔

دو مہ وسہ ماہ مہمانش بدے ۔۔۔ بردوکان او وبر خوانش بدے

یعنی دو دو تین تین مہینے اُسکا مہمان رہتا اور اس کی دوکان اور اُس کے خوان پر رہتا مطلب یہ کہ اُسی کے یہاں خوب رہتا سہتا۔

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں　　راست کردی مرد شہری رائگاں

یعنی اُس دیہاتی کو جو ضرورتیں ہوتیں یہ شہری آدمی اُن کو مفت ہی درست کر دیتا۔

رو بہ شہری کرد و گفت ای خواجہ تو　　ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو

یعنی (ایک دفعہ) دیہاتی نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب والا آپ کبھی گانوں کی طرف سیر کرتے ہوئے تشریف نہیں لاتے

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار　　کایں زمان گلشن است و نو بہار

یعنی اللہ کے واسطے اپنے تمام صاحبزادوں کو لاؤ اس لیے کہ یہ زمانہ گلشن اور نوبہار کا ہے۔

یا بہ تابستاں بیا وقت ثمر　　تا بہ بندم خدمتت را من کمر

یعنی یا گرمیوں میں پھلوں کے وقت تشریف لائیے تاکہ میں آپ کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہوں

خیل و فرزندان و قومت را بیار　　در دہ ما باش خوش ماہے سہ چار

یعنی اپنے نوکروں اور بچوں اور کنبہ سب کو لاؤ اور ہمارے گانوں میں خوب اچھی طرح تین چار ماہ رہو۔

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود　　کشت زار و لالہ دلکش بود

یعنی بہار کے زمانہ میں گانوں کا خطہ خوب ہوتا ہے کھیتی اور لالہ خوب دلکش ہوتا ہے غرضکہ وہ ہمیشہ بلایا کرتا اور اس شہری کی یہ حالت تھی کہ۔

وعدہ دادے خواجہ او را دفع حال　　تا در آمد بعد وعدہ ہشت سال

یعنی وہ خواجہ اُس سے دفع الوقتی کے لیے وعدہ کر لیا کرتا یہاں تک کہ وعدہ کیے ہوئے بھی آٹھ برس گذر گئے۔

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے　　عزم خواہی کرد کامد ماہ دے

یعنی وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ (میاں) کب ارادہ کروگے (لو) ماہ خزاں بھی آگیا۔

او بہانہ ساختے کامسال ماں　　از فلاں خطہ بیامد میہماں

یعنی وہ شہری بہانہ کر دیتا کہ ہمارے اس سال تو فلاں جگہ سے مہمان آگئے ہیں۔

سال دیگر گر توانم وارہید　　از مہمات آں طرف خواہم دوید

یعنی اگلے سال اگر بس کاموں سے چھوٹ گیا تو اسطرف آؤں گا۔

گفت ہستند آں عیالم منتظر　　بہر فرزندان تو اے اہل بر

یعنی دیہاتی بولا کہ اجی حضرت میرے اہل و عیال آپ کے بچوں کے منتظر ہیں۔

باز ہر سالے چو لکلک آمدے　　تا مقیم قبۂ شہرے شدے

یعنی پھر ہر سال لکلک کی طرح آتا اور اُس شہری کے گھر ٹھیرتا۔

خواجہ ہر سالے ز زر و مال خویش　　خرج او کردے کشودے بال خویش

یعنی وہ خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ اسپر خرچ کرتا اور اپنا ہاتھ خوب فراخ کرتا مطلب یہ کہ خوب فراخدلی سے خرچ کرتا۔

آخر ایں کرت سہ ماہ آں پہلواں　　خواں نہادش بامدادان و شباں

یعنی آخری مرتبہ میں اس پٹھے نے تین ماہ تک رات اور دن قیام کیا۔

از خجالت باز گفت او خواجہ را　　چند وعدہ چند فریبی مرا

یعنی اپنے خجالت کی وجہ سے اُس خواجہ سے کہا کہ کب تک وعدہ کروگے اور کب تک مجھے فریب دوگے یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب اپنے اوپر کوئی احسان کرے اور اپنی طرف سے اُس کی مکافات نہ ہو تو شرم آتی ہے تو یہ کتنا ہی بے حیا اور بے مروت تھا مگر آخر طبعیات تو نہ بدلی تھیں اسوجہ سے اسکو بھی مدت تک اُس کے یہاں قیام کر کے شرم آئی اور اُس سے کہا کہ جناب آخر کب تک وعدے کروگے اب تو ضرور چلو۔

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جواست　　لیک ہر تحویل اندر حکم اوست

یعنی شہری نے کہا خود میرا جسم و جان وصل کا تلاشی ہے لیکن ہر تبدیلی اُس کے حکم میں ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ خود میرا دل آنے کو بہت چاہتا ہے مگر خدا کے قبضہ میں سب چیزیں ہیں جب وہ چاہیں گے اُسوقت ہی آنا ہو سکتا ہے۔

آدمی چوں کشتی است و بادباں　　تا کہ آرد باد را آں بادراں

یعنی آدمی مثل کشتی اور بادبان کے ہے کہ کب وہ بادران (حق تعالی) ہوا کو لاوے مطلب یہ کہ جس طرح کشتی اور بادبان محتاج اِس کے ہیں کہ جب حق تعالی ہوا چلادیں تو وہ بھی چلیں

اسی طرح انسان بھی محتاج مشیت ایزدی کا ہے جب وہ چاہیں جب ہی کچھ کر سکتا ہے۔

باز آں سوگند دادش کاے کریم گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم

یعنی پھر اُس دیہاتی نے اُسکو قسم دی کہ اے کریم صاحبزادوں کو ہمراہ لیکر تشریف لائیے اور عیش و آرام دیکھیے۔

دست او بگرفت سہ کرت بعہد کاللہ اللہ زو بیا بنمائے جہد

یعنی تین مرتبہ عہد کے لیئے اسکا ہاتھ پکڑا کہ تجھے خدا کی قسم کوشش کر کے جلدی ہی آنا۔

بعد دہ سالے بہر سال چنیں لابہ و وعدہا ے شکریں

یعنی بعد دس برس کے اور ہر برس میں اسی طرح وہ وعدے اور خوشامد میٹھی کیا کرتا تھا۔

کودکان خواجہ گفتند اے پدر ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر

یعنی اس خواجہ کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ سب چیزیں سفر کرتی ہیں مگر آپ ایسے اٹل ہیں کہ ایک جگہ سے ہل کر ہی نہیں دیتے۔

حقہا بر وے تو ثابت کردہ رنجہا در کار او بس بردہ

یعنی آپ نے اسپر بہت سے حقوق قائم کر دیئے اور اس کے کاموں میں بہت سی تکالیف برداشت کی ہیں۔

او ہمی خواہد کہ بعضے حق آں واگذارد چوں شوی تو میہماں

یعنی وہ چاہتا ہے کہ اُن میں سے بعض حق جب آپ میہماں ہوں ادا کرے۔

بس وصیت کرد مارا او نہاں کہ کشیدش سوے دہ لابہ کناں

یعنی اس دیہاتی نے ہمکو پوشیدگی میں بہت کہا تھا کہ اُس (اپنے باپ) کو گانوں کی طرف کھیلتے کودتے کبھی لے آؤ جب بچوں نے یہ کہا تو اس شہری نے جواب دیا۔

گفت حق است ایں ولے ای سیبویہ اتق من شر من احسنت الیہ

یعنی اس شہری نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ جس سے کہ تم نے احسان کیا ہے اُس کے شر سے بچو اس شخص کا سیبویہ کہنا اس لیئے ہے کہ وہ سمجھدار تھا ورنہ اس لڑکے کا نام سیبویہ نہیں ہے اس نے کہا کہ جس پر تمنے احسان کیا ہو اس کے شر سے ہمیشہ بچتے رہنا اگر وہ شر کرے گا

تو یقیناً بے طرح کرے گا یہ ایک تجربہ ہے ایک تو یہ خرابی ہے دوسری یہ کہ

دوستی تخم دم آخر بود ترسم از وحشت کہ او فاسد شود

یعنی دوستی دم آخر کا تخم ہوتی ہے اور میں وحشت سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ فاسد نہ ہو جاوے مطلب یہ کہ بھائی میں نے اس دوستی کو ذخیرۂ آخرت بنایا ہے کہ یہ اللہ واسطے کی دوستی ہے اور جو احسان کیا ہے صرف اللہ واسطے کیا ہے اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہاں جاکر کوئی شکر رنجی پیش آوے اور اللہ واسطے کی دوستی میں خلل پڑے لہذا اسکو تو بس ذخیرہ آخرت ہی رہنے دو اس لیے کہ۔

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع ہمچو دے در بوستان و در زروع

یعنی ایک صحبت تو مثل کاٹنے والی تلوار کے ہوتی ہے جیسا کہ ایام خزاں کھیتی اور باغوں میں مطلب یہ کہ جسطرح کہ خزاں کا موسم برباد کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح بعض صحبت سے علیحدگی اور بربادی ہو جاتی ہے۔

صحبتے باشد چو فصل نوبہار زو عمارتہا و دخل بے شمار

یعنی ایک صحبت مثل فصل نوبہار کے ہوتی ہے کہ اُس سے آبادی اور بے شمار آمدنی ہوتی ہے مطلب یہ کہ بعض صحبت ایسی ہے کہ جس سے منافع ہوتے ہیں اور اُس سے بجائے بربادی کے آبادی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ صحبت میں دونوں پہلو ہیں خرابی بھی ہے اور نفع بھی ہے لہذا احتیاط یہ ہے کہ عملاً ظن بد رکھو اور ہر صحبت سے بچو اعتقاداً نو کسی کو بُرا نہ سمجھو مگر عمل ایسا رکھو کہ جیسے بدگمان لوگ رکھا کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

حزم آں باشد کہ ظن بد بری تا گریزی و شوی از بد بری

یعنی احتیاط یہ ہے کہ اُس سے ظن بد لیجاوے تو تاکہ تم علیحدہ رہو اور برائی سے بری ہو جاؤ۔

حزم سوء الظن گفت است آں رسول ہر قدم را دام میداں اے فضول

یعنی الحزم سوء الظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اے فضول ہر قدم کو تم جال سمجھو۔ حدیث میں ہے الحزم سوء الظن یعنی احتیاط یہ ہے کہ (عملاً) سوء ظنی کا برتاؤ کرے اور اس حدیث کو جامع صغیر نے نقل کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ ہر قدم دامیست کم رو گوستاخ

یعنی روئے صحرا تو ہموار اور فراخ ہے اور ہر قدم پر ایک جال ہے تو ذرا گستاخانہ مت چلو روئے صحرا سے مراد دنیا ہے مطلب یہ کہ ظاہر میں تو خوب کشادہ اور فراخ معلوم ہوتی ہیں مگر اس کے اندر قدم قدم پر جال ہیں لہذا ذرا بیباک ہو کر مت چلو ممکن ہے کہ پھنس جاؤ آگے اس کی مثال ہے کہ۔

آں بزکوہی دود کہ دام کو چوں نمازد دامش افتد در گلو

یعنی بزکوہی کہتا ہے کہ دام کہاں ہے تو جب دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے مطلب یہ کہ بزکوہی پہاڑ میں رہتا ہے لیکن بعض مرتبہ اسکو زمین فراخ دیکھکر شوق ہوتا ہے کہ دوڑے اور سیر کرے اور سمجھتا ہے کہ بھلا جال کہیں دیکھائی دیتا نہیں ہے کہاں ہوگا یہ سمجھکر دوڑتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح انسان اس دنیا کی سرسبزی اور ظاہری بہار پر نظر کر کے ایسا منہمک ہوتا ہے کہ نفس و شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے اور پھر افسوس کرتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں دشت می دیدی نمی دیدی کمیں

یعنی اے بزکوہی تو جو کہہ رہا تھا کہ (جال) کہاں ہے دیکھ لے یہ ہے تو نے جنگل کو تو دیکھا اور اس گھات کو نہ دیکھا اور یہ نہ سمجھا کہ

بے کمین و دام و صیاد ای عیار دنبہ کے باشد میان کشت زار

یعنی ارے چالاک بے کمین کے اور دام و صیاد کے کشت زار میں دنبہ کب ہوتا ہے تو تم جو اس ظاہری دنیا کی بہار کو دیکھتے ہو بھلا بغیر دھوکہ اور جال کے کہیں یہ تھوڑا ہی ہے ضرور اس کے اندر کوئی بات ہے جس کی وجہ سے کہ یہ بہار رکھی گئی ہے تاکہ اس کو دیکھکر تو نہ پھنسیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں استخواں و کلہ ہاشاں را ببیں

یعنی جو لوگ کہ زمین میں گستاخانہ آئے تھے ان کی ہڈیوں اور جبڑوں کو تو ذرا دیکھو۔

چوں بگورستاں روی ای مرتضیٰ استخوانشاں را بپرس از ماضیٰ

یعنی اے برگزیدہ جب تو گورستان میں جاوے تو اُن کی ہڈیوں سے زمانہ ماضی کی حالت

دریافت کرنا کہ پہلے تمہاری کیا حالت تھی۔

تا بظاہر بینی آں مستان کور چوں فرو رفتند در چاہ غرور

تاکہ تم ظاہر طور پر دیکھ لو کہ وہ اندھے مست کسطرح چاہ غرور میں چلے گئے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم اُن ہڈیوں کو بہ نظر عبرت دیکھو گے تو وہ بزبان حال جواب دینگی اُسوقت تجکو معلوم ہوگا کہ اس غرور و تکبر کا کیا نتیجہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے ؎ کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آگیا ÷ وہ سر جو استخوان شکستہ سے چور تھا ÷ بولا کہ چل سنبھل کے ذرا راہ بیخبر ÷ میں بھی کبھو کسی کا سر پرغرور تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چشم اگر داری تو کورانہ مبا ورنہ داری چشم دست آور عصا

یعنی اگر بصیرت رکھتے ہو تو اندھے بنکر مت آؤ اور اگر بصیرت نہیں ہے تو ہاتھ میں لاٹھی لو لاٹھی سے مراد علم استدلالی ہے مطلب یہ کہ اگر ذوق سلیم نہیں ہے تو علم استدلالی سے ہی کام چلاؤ وہ بھی کار آمد ہے۔

آں عصائے حزم واستدلال را چوں نداری دیدہ می کن پیشوا

یعنی اُس عصائے حزم و استدلال کو جب تو نہیں رکھتا تو کسی دیکھے ہوئے کو پیشوا بنا لے مطلب یہ کہ اگر علم استدلالی بھی نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنا پیشوا بنالو۔

ور عصائے حزم واستدلال نیست بے عصاکش بر سر ہر رہ مایست

یعنی اور اگر حزم و استدلال کا عصا نہیں ہے تو بے عصاکش کے ہر راہ کے سرے پر کھڑا ہی مت ہو مطلب یہ کہ پھر کسی کو راہبر اور پیشوا بناؤ جو تمکو راہ مقصود تک پہونچا دے اور اُسوقت یہ حالت کرو کہ

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد تا کہ پا از سنگ واز چہ وا رہد

یعنی قدم اسطرح رکھو کہ جسطرح نابینا رکھتا ہے تاکہ پاؤں پتھر اور گڑھے سے بچا رہے مطلب یہ کہ جسطرح اندھا خوب دیکھ بھال کر قدم رکھتا ہے تو جب تم کو نہ علم استدلالی ہے اور نہ ذوقی ہے تو پھر بہت ہی سنبھل کر قدم رکھو ذرا اِدھر اُدھر ہوا اور تم گرے۔

کور لرزان و بترس واحتیاط می نہد پا تا نیفتد در خباط

یعنی اندھا کانپتا ہوا اور خوف اور احتیاط سے پاؤں رکھتا ہے تاکہ خرابی میں نہ پڑجاوے اسی طرح تم بھی۔

اے ز دود جستہ در ناری شدہ　　لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ

یعنی اے شخص جو کہ دھویں سے نکلکر آگ میں پڑ گیا ہے اور لقمہ کی تلاش میں خود لقمۂ مار ہو گیا ہے
مطلب یہ کہ نفع کی جگہ جو تجھے نقصان ہو رہا ہے کہ تو اس سے دنیاوی نفع کو نفع خیال کر رہا ہے
حالانکہ یہ اُس نقصان کے مقابلہ میں جو تجھے آخرت کا نقصان ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے ذرا
سنبھل اور سوچ اور نفع اصلی کو اختیار کر آگے اہل سبا کی نافرمانی کی وجہ سے ان کے تمام عیش
و آرام کے چھن جانیکا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ اس دنیا ہی میں منہمک رہے اور آخرت کو بھول گئے
اسی طرح کہیں تمہاری بھی گت نہ بنے فرماتے ہیں کہ۔

اہل سبا اور اُن کی نافرمانی کا قصہ اور اُن کی نعمت کا ناشکری کی وجہ سے زائل ہو جانا اور شکر و وفا کی فضیلت

تو نہ خواندے قصۂ اہل سبا　　یا بخواندی و نہ دیدی جز صدا

یعنی کیا تم نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے یا پڑھا ہے تو بجز صدا کے اور کچھ دیکھا نہیں ہے
مطلب یہ کہ جس طرح کہ کسی گنبد یا پہاڑ میں اگر کوئی آواز کرے تو اُس میں سے بھی آواز پیدا
ہوتی ہے۔ مگر اُسکو کوئی نفع اُس آواز سے نہیں ہوتا اسی طرح تمنے بھی قصہ اہل سبا پڑھا ہے
مگر اُس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست　　سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست

یعنی آواز سے وہ خود پہاڑ آگاہ نہیں ہے اور معنی کی طرف کوہ کے ہوش کو راہ نہیں ہے
مطلب یہ کہ اُس آواز سے وہ خاک بھی نہیں سمجھتا۔ بلکہ

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش　　چوں خمش کردی تو او ہم شد خموش

یعنی وہ بھی ایک آواز بے سمجھ بوجھ کے کرتا ہے اور جب تو خاموش ہو وے تو وہ بھی خاموش
ہو جاوے اُسی طرح تمنے بھی اُس قصہ سے معنی کو نہیں لیا ہے بلکہ صرف صدا اور الفاظ ہی سنے ہیں

اسی لیے اُس سے عبرت حاصل نہیں ہوئی آگے خود اہل سبا کے اُس قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

دادِ حق اہلِ سبا را بس فراغ　　صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ

یعنی حق تعالیٰ نے اہل سبا کو بہت فراغت عطا فرمائی تھی لاکھوں محل اور مکان اور باغات تھے

شکر آں نگذاردند آں بدرگان　　در وفا بودند کمتر از سگان

یعنی اُن نالائقوں نے اُن چیزوں کا شکر ادا نہ کیا وہ تو وفا میں کتے سے بھی کم تھے اسلیے کہ

مر سگے را لقمۂ نانے ز در　　چوں رسد بر در ہمی بندد کمر

یعنی کتے کو روٹی کا ٹکڑہ جس دروازہ سے ملجاوے تو وہ اُسی در پر قیام کرتا ہے۔

پاسبان و حارس در می شود　　گرچہ بروے جور و سختی می رود

یعنی اُس در کا پاسبان اور حارس ہو جاتا ہے اگرچہ اسپر جور و سختی کتنی ہی ہو۔

ہم براں در باشدش باش و قرار　　کفر داند کرد غیرے اختیار

یعنی اُسی در پر اُس کی بود و باش ہوتی ہے اور کسی غیر کو اختیار کرنا وہ کفر جانتا ہے یعنی اور کہیں جانا وہ بہت ہی بُرا سمجھتا ہے تو دیکھو اُس کے اندر کسقدر وفا کی خصلت بڑھی ہوئی ہے آگے ایک نہایت لطیف مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ور سگے آید غریبے روز و شب　　آں سگانش می کنند آندم ادب

یعنی اور اگر کوئی اجنبی کتا رات کو یا دن کو آجاتا ہے تو کتے اُسکو اسی وقت ادب کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ۔

کہ برو آنجا کہ اول منزل است　　حق آں نعمت گروگان دل است

یعنی اُسی جگہ جا جو کہ اوّل ٹھکانا ہے اس لیے کہ اُس نعمت کا حق مرہون دل کا ہے۔

می گزندش کہ برو بر جائے خویش　　حق آں نعمت فرو مگذار بیش

یعنی اُسکو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا اور اُس نعمت کے حق کو مت چھوڑ تو دیکھو خود تو وفادار ہوتے ہی ہیں مگر کسی اپنے ہمجنس کو بھی بے وفائی نہیں کرنے دیتے آگے اسپر ایک دوسرا مضمون متفرع فرماتے ہیں کہ۔

از درونِ اہلِ دل آبِ حیات　　چند نوشیدی و وا شد چشمہات

یعنی اہل دل کے اندر سے تمنے آبحیات کسقدر پیا ہے کہ تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں

پس غذائے سکر و وجد و بیخودی　　از در اہل دلاں بر جاں زدی

یعنی بہت سی سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا کو اہل قلوب سے تمنے اپنی جان پر لگایا ہے یعنی اُن کو اُن سے حاصل کیا ہے۔

باز ایں درار ہا کردی زحرص　　گرد ہر دکاں ہمی گردی زحرص

یعنی پھر اُس در کو تمنے حرص کیوجہ سے چھوڑ دیا اور ہر دوکان کا گرد حرص کیوجہ سے پھرتے ہو یعنی ایسے لوگ مراد ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی نفسانی غرض کی وجہ سے جاتے ہیں مثلاً کوئی بات ناگوار ہوئی اور چلدیئے یا اور کوئی غرض ہے تو فرماتے ہیں کہ تم جو اُس در کو جس سے کہ تم کو فیض ہوا ہے چھوڑ رہے ہو تو یہ سخت ناشکری کی بات ہے اور اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ طلب حق ہی میں جاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن غرض نفسانی کے لیئے جانا مضر ہوتا ہے۔

بر در آں منعمان چرب دیگ　　می دوی بہر ثرید اے مردہ ریگ

یعنی اے کمینے تو اُن امیروں چرب دیگ کے در پر کھانے کے لیئے دوڑ رہا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تحصیل دنیا کے لیئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں کہ اُس در کو جس سے نفع ہوا ہے ترک کر کے دوسری جگہ تحصیل دنیا کے لیئے جا رہے ہو بڑے شرم کی بات ہے۔

چربش آں جا داں کہ جاں فربہ شود　　کار نا امید آنجا بہ شود

یعنی چرب تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فربہ ہووے اور نا امید کا کام اُس جگہ درست ہو جاوے مطلب یہ کہ تم جو اس جسم کے فربہ کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اس کو ترک کرو بلکہ جان اور سب کی فربہی کو تلاش کرو کہ اُس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہوں گی۔

صومعۂ عیسیٰ است خوان اہل دل　　ہاں و ہاں اے مبتلا ایں در مہل

یعنی خوان اہل دل کو صومعۂ عیسیٰ کیطرح جانو اور اے مبتلا اس در کو ہرگز مت چھوڑ مطلب یہ کہ جسطرح کہ صومعۂ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو شفا حاصل ہوتی تھی اسی طرح تم کو اُن اہل دل سے جو نفع ہوگا اُس سے دین و دنیا دونوں درست ہوں گے لہذا خدا کے لیئے اس کو ترک کر کے اور کہیں مت جاؤ آگے اُس صومعۂ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو نفع ہونے کو ذکر فرماتے ہیں کہ۔

مصیبت زدہ لوگوں کا ہر صبح کو عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کے دروازہ پر دعا کے لئے جمع اور حاضر ہونا

جمع گشتندے زہر اطراف خلق از ضریر و لنگ و شل و اہل دلق

یعنی ہر طرف سے لوگ جمع ہوا کرتے تھے اندھے لنگڑے لنجے اور محتاج۔

بر در آں صومعۂ عیسیٰ صباح تا بدم شاں وا رہاند از جناح

یعنی صبح کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صومعہ پر تاکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پھونک سے ان کو مصیبت سے چھڑا دیں۔

او چو فارغ گشتے از اوراد خویش چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش

یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام جب اپنے اوراد سے فارغ ہوتے تو چاشت کے وقت وہ خوب کیش باہر نکلتے۔

جوق جوق آں مبتلا دیدے نزار شستہ بر در با امید و انتظار

یعنی وہ بیماروں ضعیفوں کو جوق جوق دیکھتے کہ دروازہ پر امید و انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس دعا کردے و گفتے اے خدا حاجت و مقصود جملہ کن روا

یعنی آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ سب کی حاجت اور مقصود پورا فرما دے۔

گفتے اے اصحاب آفت از خدا حاجت ایں جملگاں تاں شد روا

یعنی پھر فرماتے کہ اے مصیبت والو خدا سے تمہاری سب کی حاجت پوری ہو گئی۔

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا سوئے غفاری و اکرام خدا

یعنی ہاں اب بے رنج و عنا کے حق تعالیٰ کی غفاری اور اُن کے اکرام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

جملگاں چوں اشتران بستہ پائے کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے

یعنی سارے اُن اونٹوں کی طرح جو کہ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور تم ان کے پاؤں

موجود کھول دو اور وہ اونٹ روانہ ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بے کسی تکلیف کے چنگے ہو کر روانہ ہو جاتے تھے۔

جملہ صحت یافتہ گشتہ رواں | از دم جاں بخش عیسیٰ در زماں

یعنی سارے کے سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جاں بخش پھونک سے اسی وقت روانہ ہو جاتے تھے اللہ اکبر کیا ہی برکت تھی۔

شد رواں آں حاجت جملہ علیل | ز امر حق و از دم نیک جلیل

یعنی اُن سارے مریضوں کی حاجت امر حق سے اور اُن نیک اور بزرگ کی دعا سے روا ہو جاتی ہے۔

بے توقف جملہ شاداں در اماں | از دعائے وے شدندی پادواں

یعنی بے توقف وہ سارے خوش اور امن میں اُن کی دعا سے اپنے پاؤں سے دوڑنے لگتے تھے

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم | تندرست و شادمان و محترم

یعنی وہ سارے بے رنج و الم اور بے درد و غم کے تندرست اور شادمان اور محترم۔

سوئے خانہ خویش گشتندی رواں | از دم میموں آں صاحبقراں

یعنی اپنے گھر کی طرف اُن صاحبقراں کی پھونک سے روانہ ہو جاتے تھے تو دیکھو اُن کی پھونک میں یہ برکت تھی اور لوگ اُس سے تندرستی اور صحت حاصل کرتے تھے مولانا آگے انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

آزمودی تو بسے آفات خویش | یافتی صحت ازاں یاران کیش

چند آں لنگی و کور ہموار شد | چند جانت بے غم و آزار شد

ای مغفّل رشتہ بر پاے بند
ناسپاسی و فراموشی تو
لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد
زودشاں دریاب و استغفار کن
تا گلستانشاں سوئے تو بشگفد
ہم برآں در گرد از سگ کم مباش
چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند
آں در اول کہ خوردی استخواں
می گزندش کز ادب آنجا رود
می گزندش کاے سگِ طاغی برو
بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش
صورت نقض وفائے ما مباش
مر سگاں را چوں وفا آمد شعار
بیوفائی چوں سگاں را عار بود
حق تعالیٰ فخر آورد از وفا
بیوفائی داں وفا با ردِ حق
نور را ہم نور شد با نار نار
حق مادر بعد ازاں شد کاں کریم
صورتے کردت درونِ جسم او

تا ز خود ہم گم نہ گردی اے لوند
یاد ناورد آں عسل نوشی تو
چوں دل اہل دل از تو خستہ شد
ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن
میوہ ہائے پختہ بر تو وا کفد
با سگ کہف ار شدستی خواجہ تاش
کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند
سخت گیر و حق گزاری را ممان
در مقام اولین مفلح شود
با ولی نعمت یاغی مشو
پاسبان و چابک و برجستہ باش
بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
رو سگاں را ننگ و بدنامی میار
بیوفائی چوں روا داری نمود
گفت من اوفیٰ بعہد غیر ما
بر حقوق حق ندارد کس سبق
جائے گل گل باش جائے خار خار
کرد او را از جنین تو غریم
داد در حملش ترا آرام و خو

همچو جزو متصل دید او ترا / متصل را کرد تدبیرش جدا

حق هزاران صنعت و فن ساختست / تا که مادر بر تو مهر انداختست

پس حق حق سابق از مادر بود / هر که آن حق را نداند خر بود

آنکه مادر آفرید و ضرع و شیر / با پدر کردش قرین آن خود مگیر

ای خداوند ای قدیم احسان تو / آنکه دانم وانکه نی هم آن تو

تو بفرمودی که حق را یاد کن + / زانکه حق من نمی گردد کهن

یاد کن لطفی که کردم آن صبوح / با شما از حفظ در کشتی نوح

اصل و اجداد شمارا آن زمان / دادم از طوفان و از موجش امان

آب آتش خو زمین بگرفته بود / موج او مر اوج که را می ربود

حفظ کردم من نکردم رد تان / در وجود جد جد جد تان

چون شدی سر پشت پایت چون زنم / کارگاه خویش چون ضایع کنم

چون فدای بیوفایان می شوی / از گمان بد بدآنسو می روی +

من ز سهو و بیوفاییها بری / سوی من آیی گمان بد بری

این گمان بد برآنجا بر که تو / می شوی در پیش همچو خود دو تو

بس گرفتی یار و همراهان زفت / گر ترا گویم که گویی که رفت

یار نیکت رفت بر چرخ برین / یار فسقت ماند در قعر زمین

تو بماندی در میانه همچنان / بی مدد چون آتشی در کاروان

دامن او گیر ای یار دلیر / کو منزه باشد از بالا و زیر

نی چو عیسی سوی گردون بر شود / نی چو قارون در زمین اندر رود

باتو باشد در مکان ولامکان — چوں بمانی از سرا و از دو کان

او برآرد از کدورتہا صفا — مر جفاہائے ترا گیرد وفا

چوں وفا آری فرستد گوشمال — تا ز نقصاں واردی سوئے کمال

چوں تو وردے ترک کردی در روش — بر تو قبضے آید از رنج و تبش

آں ادب کردن بود یعنی مکن — ہیچ تحویلے ازاں عہد کہن

پیش ازاں کیں قبض زنجیرے شود — ایں کہ دلگیرست پاگیرے شود

رنج معقولت شود محسوس و فاش — تا نگیری ایں اشارت را بلاش

در معاصی قبضہا دلگیر شد — قبضہا بعد از اجل زنجیر شد

نعط من اعرض هنا عن ذکرنا — عیشة ضنکا و نحشر با لعمی

درذ چوں مال کسا زامی برد — قبض و دل تنگی دلش را میخلد

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست — قبض آں مظلوم کز شرت گریست

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند — باد اصرار آتشش را دم کند

قبض دل قبض عواں شد لاجرم — گشت محسوس آں معانی زد علم

قبضہا زنداں شدست و چار میخ — قبض بیخیست و برآرد شاخ بیخ

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار — قبض و بسط اندروں بیخے شمار

چونکہ بیخش بد بود زودش بکن — تا نروید زشت خارے در چمن

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن — زانکہ سرہا جملہ میروید زبن

بسط دیدی بسط خود را آب دہ — چوں برآید میوہ با اصحاب دہ

بازگرد قصۂ اہل سبا — بازگو تا بازگویم مرحبا

آن سبا ز اہل صبا بودند خام / کارشان کفران نعمت با کرام

باشد آن کفران نعمت در مثال / کہ کنی با محسن خود تو جدال

کہ نمی باید مرا این نیکوئی / من برنجم زین چہ رنجہ میشوی

لطف کن این نیکوئی را دور کن / من نخواہم چشم زودش کور کن

پس سبا گفتند باعد بیننا / شیننا خیر لنا خذ زیننا

ما نمی خواہیم این ایوان و باغ / نے زنان خوب نے امن و فراغ

شہرہا نزدیک ہمدیگر بدست / آن بیابانست خوش کانجا ددست

یطلب الانسان فی الصیف الشتا / فاذا جاء الشتا انکر ذا

فہو لا یرضی بحال ابدا / لا بضیق لا بعیش رغدا

قتل الانسان ما اکفرہ / کلما نال الہدی انکرہ

نفس زین سانست زان شد کشتنی / اقتلوا انفسکم گفت آن سنی

خار سہ پہلوست ہر سو کش نہی / در خلد از زخم او تو کے رہی

آتش ترک ہوا در خار زن / دست اندر یار نیکوکار زن

چون ز حد بردند اصحاب سبا / کہ بہ پیش ما وبا بہ از صبا

ناصحان شان در نصیحت آمدند / از فسوق و کفر مانع می شدند

قصد خون ناصحان می داشتند / تخم فسق و کافری می کاشتند

چون قضا آید شود تنگ این جہان / از قضا حلوا شود رنج دہان

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا / تحجب الابصار اذا جاء القضا

چشم بستہ میشود وقت قضا / تا نہ بیند چشم کحل چشم را

جب تو صومعہ عیسیٰ کا قصہ سن چکا اور یہ جان چکا کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ اس صومعہ کے مشابہ ہے
تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ تو بھی جانتا ہے اس لیے کہ تو نے اپنی بہت سی
روحانی تکلیفوں کو آزمایا ہے کہ ان اہل اللہ کے ہاتھوں تجھے ان سے صحت حاصل ہوئی ہے
اور تو جانتا ہے کہ تیرا لنگڑا پن کسقدر ٹھیک ہو گیا ہے اور تیری جان کسقدر رنج اور تکلیف
سے چھوٹ گئی ہے پھر بھی تو ان کو بھول جاتا ہے ارے اگر یہی بھول ہے تو خدا خیر کرے کہیں
تو خود اپنے کو بھی نہ بھولجا دے اور اپنے کو بھی نہ کھو بیٹھے اس لیے تو اپنے پاؤں میں تاگا
باندھ لے کہ اگر کھویا جاوے تو اس کے ذریعہ سے تو اپنے کو پا سکے۔ (ف اس شعر میں
ایک احمق کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے پاؤں میں تاگا اس لیے باندھا تھا کہ اگر
میں گم ہو جاؤں تو اپنے کو پا سکوں) تیری ناشکری اور بھول اسقدر بڑھ گئی ہے کہ تجھے یاد
بھی نہیں آتا کہ اہل اللہ نے ہمیں کبھی شہد پلایا اور لذائذ روحانیہ سے بہرہ یاب کیا ہے پس
تو نے اہل اللہ کو رنج دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ راہ حق تجھپر مسدود ہو گیا اور خذلان
کی نوبت آ گئی ارے کمبخت اب بھی کچھ نہیں گیا جلد تلافی کر اور توجہ کر اور ابر کی طرح پھوٹ پھوٹ
کر رو تاکہ اُن کے فیوض کا باغ تیرے لیے کھلے اور اُس کے پختہ میوے تجھ پر پھٹ پڑیں (ف
اس مقام پر ایک نسخہ بر خود واکفد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ شگوفہ پھٹ کر میوے نکل آئیں
اور وہ پختہ ہو جائیں اس تقدیر پر واکفد کی اسناد میوہ ہائے پختہ کی طرف مجازی ہے نیز
شگوفوں کے پھٹنے کے بعد پختہ میوے نکلنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نکلنے کے وقت وہ پختہ
ہوں لیکن ایسا نہیں بلکہ مایؤل کے اعتبار سے ان کو پختہ کہا گیا ہے اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ
میوہ ہائے پختہ خود پھٹ جائیں جیسے انار کھل جاتا ہے یا بیر پھٹ جاتا ہے واللہ اعلم) اگر
تو سگ اصحاب کہف کا جوڑی دار بنا ہے اور جس طرح اسنے اہل اللہ کی خدمت کی تھی تو نے
بھی ان کی خدمت اختیار کی ہے تو تجھکو وفا کرنا چاہیئے اور اسی درگاہ کا ہو رہنا چاہیئے اور کتے
سے بھی کم نہ ہونا چاہیئے غور تو کر کہ جب کتے بھی اپنے بے وفا بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ پہلے ہی گھر سے وابستگی چاہیئے اور جس اول گھر سے تجھکو ہڈی ملی ہے اُسی
کو مضبوط پکڑنا چاہیئے اور حق گذاری کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور بے وفائی کرنے والے

کو کاٹتے ہیں تاکہ وہ اس سزا کے سبب وہاں چلا جاوے اور پہلے ٹھکانہ پر جا کر کامیاب ہو وہ
اسکو یہ نہ سمجھاتے کو کاٹتے ہیں کہ اسے حد سے تجاوز کرنے والے کتے تو وہیں جا اور اپنے ولی
نعمت سے باغی مت ہو اور اُس کی اطاعت سے دست بردار مت ہو تو حلقہ کی طرح اس در پر
جما رہ اسی کی پاسبانی میں خوب چست اور چوکنا رہ تو ہمارے لیئے عہد شکنی کی زندہ تصویر
نہ بن اور حماقت سے کتوں کی بیوفائی کی شہرت مت دے اور جب کہ کتوں کا عام دستور
وفا ہے تو تو بیوفائی کر کے اُن کی بدنامی اور ننگ کا سبب مت بن تو جب کہ کتے بھی بیوفائی
سے عار کرتے ہیں تو تو بیوفائی کر کیونکر جائز رکھتا ہے وفا تو وہ وصف اعلیٰ ہے کہ حق سبحانہ
اسپر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم سے زیادہ عہد کا پورا کرنے والا کون ہے پھر تو اسکو کیوں
چھوڑتا ہے اور وفا کیوں نہیں کرتا تجھکو وفادار ہونا چاہیئے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وفا
ہر جگہ حسن نہیں ہے بلکہ حق سبحانہ کے ساتھ یا جہاں وفا کا وہ حکم دے وہیں حسن ہے اور اگر مرضی
حق سبحانہ کے ساتھ اور برخلاف حکم خداوندی وفا کی جاوے تو وہ وفا معیوب اور بیوفائی کا
حکم رکھتی ہے اسلیئے حق سبحانہ کے حق سے کسی کا حق مقدم نہیں ہے اور جن
بعض مقامات پر بظاہر مقدم ہے وہاں بھی بامر حق مقدم ہی اس لیئے وہاں بھی حق سبحانہ ہی کا
حق مقدم ہے خلاصہ یہ کہ نور کے لئے تجھے نور ہونا چاہیئے اور نار کے لیئے نار جہاں پھول بننے
کی ضرورت ہو وہاں پھول بن جہاں خار بننے کی ضرورت ہو وہاں خار بن یعنی جہاں وفا مناسب
ہو وہاں وفا کر اور جہاں بیوفائی زیبا ہو وہاں بیوفائی کر اب ہم تجھے اُس کی لم سمجھاتے ہیں
کہ حق سبحانہ کا حق سب پر مقدم کیوں ہے حقوق العباد دو قسم کے ہیں ایک دین کے لحاظ سے
دوسرے دنیا کے لحاظ سے جو حقوق دین کے لحاظ سے ہیں جیسے رسول کا حق امت پر شیخ
کا حق مریدین پر استاد کا حق شاگردوں پر ان کا تو حق اللہ کے تابع ہونا ظاہر ہے لہذا ان
پر حق اللہ کا مقدم ہونا بھی واضح ہے اور جو حقوق دنیا کے لحاظ سے ہیں اُن میں سب سے زیادہ
حق ماں کا ہے لیکن غور کرنا چاہیئے کہ اول حق سبحانہ نے تجھے اس کے پیٹ میں رکھکر
اسکو مثل اپنے مقروض کے بنایا (پھر اس کے جسم کے اندر تیری صورت بنائی اور اس کے حمل
کے اندر تجھے آسایش اور آفتمارات طبعی عطا کیئے اور جب کہ اُس نے تجھے اسکا جزو متصل دیکھا

تو اپنی حکمت سے اُس کو جدا کیا اور بہت سی تدبیریں اور حکمتیں کیں جن سے ماں کو تجھپر مہربان کیا اس کے بعد ماں کا حق ثابت ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ حق سبحانہ کا حق ماں کے حق سے مقدم ہے اور جب ماں کے حق سے مقدم ہے تو اوروں کے حق سے تو بالاولی مقدم ہوگا پس جو شخص اس حق کا لحاظ نہ کرے جو سب سے مقدم ہے وہ گدہا اور احمق ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ماں کو اُس کے پستانوں کو اُس کے دودھ کو پیدا کیا اور باپ کے ساتھ اُس کو ہم صحبت کیا یہ امور خود بخود نہیں ہو گئے پھر اُسکا حق مقدم کیوں نہو گا جب کلام تقدم حق اللہ تک منجر ہوا تو اب مولانا لبصورت مناجات حق سبحانہ کے حقوق ظاہر فرماتے ہیں جن سے مدعائے سابق کی تائید ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ تیرا حق مقدم کیوں نہ ہوگا تو مالک ہے تیرے احسانات قدیم ہیں اور جو اشیا میرے علم کے احاطہ میں ہیں اور جو اس سے باہر ہیں سب تیری ہی ملک ہیں تو نے فرمایا ہے کہ ہمارے حق کو یاد کرو اس لیئے کہ ہمارا حق پرانا نہیں ہو سکتا۔ اور پرانا ہو کر قابل نظر انداز کرنے کے نہیں ہو سکتا نیز تو نے فرمایا ہے کہ ہماری اُس عنایت کو یاد کرو جو ہم نے فلاں صبح کو تمہارے ساتھ کی تھی یعنی تمکو کشتی نوح میں محفوظ کیا تھا کیونکہ تمہارے اجداد کا محفوظ کرنا خود تمہارا محفوظ کرنا تھا اور میں نے تمہارے اصول اور تمہارے اجداد کو جن کی تم اولاد ہو اُسوقت طوفان اور اُس کی موج سے نجات دی تھی جب کہ آتش خصلت اور آگ کی طرح تباہ کن پانی کی موجیں زمین کو گھیرے ہوئے تھیں اور اس کی ایک ایک موج پہاڑ کی رفعت کی ہستی نہ سمجھتی تھی میں نے ایسی حالت میں تمکو تمہارے داداؤں کے داداؤں کے اصلاب میں محفوظ رکھا اور تم کو رد نہ کیا جب کہ تم مجھے اسقدر عزیز ہو تو میں تمپر لات کیونکر مار سکتا ہوں اور تم کو تباہ کر کے اپنے کارخانہ کو کیونکہ درہم برہم کر سکتا ہوں جب میری یہ حالت ہے اور مجھے تم اس درجہ عزیز ہو اور میری شفقت تمپر اس درجہ مبذول ہے تو مجھے چھوڑ کر تم بے وفاؤں پر کیوں فدا ہوتے ہو اور فانیات میں کیوں منہمک ہوتے ہو اور مجھ سے بدگمان ہو کر اُس طرف کیوں جاتے ہو۔ ارے بھلے مانسو مجھپر بدگمانی کرتے ہو میں تو سہو سے بھی منزہ ہوں اور بیوفائیوں سے بھی پس تم میری طرف آؤ اور بدگمانی کو چھوڑ دو بیوفائی کا محل وہ لوگ ہیں جن کے سامنے تم

جھکتے ہو باوجودیکہ وہ بھی تمہارے ہی مثل ہیں پس تم کو اُن سے بدگمان ہونا چاہیئے نہ کہ مجھسے
تمنے بڑے بڑے زبردست یار آشنا بنائے لیکن اگر میں تم سے پوچھوں کہ تمہارے یار کہاں
ہیں تو تمہارے پاس بجز اس کے کچھ جواب نہ ہوگا کہ چل بسے تمہارے جو نیک یار تھے وہ آسمان
یعنی بہشت میں چلے گئے اور جو بُرے تھے وہ زمین کے نیچے دوزخ میں چلے گئے اور تم ادھر
میں یوں ہی بے یار و مددگار رہ گئے جس طرح قافلہ کی آگ رہ جاتی ہے کیا یہ بیوفائی نہیں ہے
ضرور ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے بہادر دوست تو اُس کا دامن پکڑ جو بلندی و پستی سے
منزہ ہے اور نہ تجھے چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اوپر جاتا ہے اور نہ قارون کی طرح زمین کے
نیچے جاتا ہے بلکہ مکان اور لامکان ہر دو میں تیرے ساتھ رہتا ہے یعنی تیرے جسم کے بھی ساتھ
ہے جو مکانی ہے اور تیری روح کے ساتھ بھی ہے جو مکان سے منزہ ہے اور جب تم بالکل
بے ٹھکانے ہو نہ تمہارے پاس مکان ہو نہ دوکان اور بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہو اسوقت
بھی تمہارے ساتھ ہے برخلاف دنیاوی یاروں کے کہ وہ ایسی حالت میں بات بھی نہیں پوچھتے
چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎ بیکسی میں انساں کا کوئی کب ساتھ دیتا ہے + کہ تاریکی میں سایہ
بھی جدا رہتا ہے انساں سے + نیز اسمیں اور دنیاوی یار دوستوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دنیاوی
یار دوست کدورتوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ صفا اور کدورت کی آمیزش ہو تب بھی وہ
کدورت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں برخلاف حق سبحانہ کے کہ وہ کدورتوں سے صفا نکالتے
ہیں یعنی کدورتوں کو صفا بناتے ہیں کما قال تبارک و تعالیٰ اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات
نیز عام دوست جفاؤں کو نظر انداز نہیں کرتے اور حق سبحانہ تمہاری جفاؤں کو وفا سمجھتے ہیں اسلیئے
کہ ہم قصہ شبان کے متصل بتا چکے ہیں کہ تمہاری طاعات بھی گستاخیاں ہیں لیکن وہ باانیہمہ اپنی رحمت
سے انکو قبول فرماتے ہیں اور طاعات میں محسوب فرماتے ہیں نیز جب تم کوئی تعدی کرتے ہو
تو وہ اور دوستوں کی طرح تم کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ متنبہ فرماتے ہیں اور مشفقانہ سزا دیتے ہیں تاکہ
تم نقصان سے کمال کی طرف ترقی کرو۔ مثلاً جب تم سے کوئی معمول ترک ہوتا ہے تو تمپر قبض طاری
ہوتا ہے یعنی ایک قسم کا ملال اور اضطراب تمہاری طبیعت میں پیدا ہوتا ہے پس یہ تنبیہ ہوتی ہے
کہ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنے پرانے عہد سے بال برابر نہ ہٹنا اور اسوقت سے پیشتر

ہی اُس کی تلافی کر لینا جبکہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور بجائے دلگیر ہونے کے پاگیر ہو جاوے
یہ جواب رنج معقول ہے وہ پھر محسوس ہو جائے گا اور آخرت میں یا دنیا میں بھی بشکل طوق و
سلاسل ظاہر ہوگا۔ دیکھنا اس اشارہ کو معمولی نہ سمجھنا اس لیئے کہ معاصی کے سبب جو قبض دل پر طاری
ہوتے ہیں وہ ہی قبض موت کے بعد بشکل زنجیر ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں
کہ جو لوگ دنیا میں ہمارے ذکر سے اعراض کرتے ہیں اُن کی زندگی کو ہم تنگ اور وبال جان کر دیتے
ہیں (یعنی قبض باطنی کے ذریعہ سے) اور آخرت میں اُن کو اندھا اُٹھاویں گے (اور ٹھکانہ اُن کا دوزخ
ہوگا جہاں وہ زنجیروں میں جکڑے جائیں گے) یہ مضمون اگر تمہاری سمجھ میں بخوبی نہ آیا ہو تو ہم ایک
محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ قبض کے آخرت میں زنجیر ہونے کا کیا
مطلب ہے۔ مثلاً جب آدمی لوگوں کا مال ابتداً چراتا ہے تو اُس کے دل میں قبض اور تنگی کی خلش
ہوتی ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیا بات ہے مجھے پریشانی کیوں ہے اس سے کوئی کہنے کہ یہ
پریشانی اُس مظلوم کی پریشانی کا عکس ہے جسکو تو نے رولایا ہے لیکن جب وہ اس قبض کو نظر انداز
کر دیتا ہے اور اُس کے اصرار کی ہوا اُسکی آگ کو بھڑکاتی ہے یعنی وہ اس فعل شنیع سے باز نہیں
آتا تو لامحالہ وہ قبض قبضۂ پولیس ہو جاتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اسوقت وہ قبض غیر محسوس محسوس
ہو جاتا ہے اور شہرۂ عالم بن جاتا ہے وہی قبض جیلخانہ اور شکنجوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بات
یہ ہے کہ قبض دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور جیلخانہ وغیرہ بمنزلہ اسکی شاخوں کے اور جڑ سے شاخیں
نکلتی ہیں پس جسطرح پہلے جڑ پوشیدہ ہوتی ہے پھر شاخ نکلکر ظاہر ہو جاتی ہے یوں ہی قبض و
بسط باطنی کو بھی سمجھو پس جس طرح باغ میں کوئی خراب جڑ موجود ہو تو اُس کا اُکھاڑنا ضروری ہوتا
ہے تاکہ چمن میں خار نہ پیدا ہو جائیں یوں ہی جب تم قبض باطنی دیکھو تو اُس کے اُکھاڑنے کی
کوشش کرو اس لیئے کہ یہ جڑ ہے دیگر مفاسد کی حتیٰ کہ بعض اوقات کفر تک نوبت پہونچا دیتا ہے
اور وہ شاخیں ہیں اُس جڑ کی اور شاخیں جڑ ہی سے پھوٹتی ہیں پس اگر تم جڑ ہی کو اُکھاڑ دوگے
تو اُن شاخوں کے شر سے بھی محفوظ رہوگے ورنہ مصیبت میں گرفتار ہوگے اور جب بسط دیکھو تو
اُس کو سینچو اور ترقی دو اور جب اُس میں میوے نکلیں یعنی اسپر ثمرات باطنی مرتب ہوں تو ان میں
سے اپنے یار دوستوں کو بھی دو اچھا اب لوٹنا چاہیئے اور قصۂ اہل سبا بیان کرنا چاہیئے تاکہ میں بھی

وادودوں اہل سبا حکماً لونڈے اور ناتجربہ کار تھے اُن کا کام منعموں کی نعمتوں کی ناشکری کرنا تھا
اب میں ناشکری کی حقیقت تم کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں مثلاً یہ کہ کوئی شخص تجھپر کوئی انعام کرے
تو تو اس محسن کی مزاحمت کرے اور کہے کہ مجھے اُس نعمت کی ضرورت نہیں آپ تکلیف نہ کیجئے مجھے اس سے
تکلیف ہوتی ہے براہ مہربانی اس نوازش کو دور ہی رکھیئے مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں آپ مجھے اندھا کر
دیجئے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ اہل سبا کی بالکل یہی حالت تھی کہ حق سبحانہ نے اُنپر انعامات کو
بارش کی طرح برسایا تھا اور خوب دولت دی تھی ملک کو آرایش سے بہشت بنادیا تھا لیکن ان ناشکروں
نے یہ کیا کہ دعا کی کہ اے اللہ جماعتوں اور بستیوں کو دور دور کردے ہماری اس زینت سے ہمارے
لیئے وہ برائی ہی اچھی ہے دہ ہم کو قصر و ایوان درکار ہیں نہ اچھا زمانہ نہ امن چین نہ فراغت و اطمینان
ہمارے شہر بہت قریب قریب ہیں یہ ہم کو اچھے نہیں معلوم ہوتے ہم کو تو وہ جنگل اچھے معلوم ہوتے
ہیں جہاں درندے رہتے ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کی بھی عجب حالت ہے کہ
گرمی میں جاڑے کی درخواست کرتا ہے اور جب جاڑا آتا ہے تو اسکو ناپسند کرتا ہے اور گرمی
چاہتا ہے لہذا وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا نہ تنگی ہی سے خوش ہوتا ہے نہ بعد خوش
عیشی سے پس غارت ہو یہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جب اسکو ہدایت پہونچتی ہے تو اسکو بھی ناپسند
کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی اس ناشکری کا منشا کون ہے معلوم ہوا کہ یہ حرکات نفس کے
ہیں لہذا وہ قابل گردن زدنی ہے اسی بنا پر حق سبحانہ نے ایک جگہ قتل الانسان مااکفرہ فرما کر
دوسری جگہ اُس کے اقتلوا انفسکم سے تفسیر فرمائی ہے نفس کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے خار سہ پہلو
(گوکھرو) کہ اسے جس پہلو سے رکھو اُسی پہلو سے چبھے گا اور تم اس کے زخم سے بچ نہیں سکتے اب تمہارا
فرض ہے کہ اس خار کو آگ لگاؤ یعنی اُس کے مقتضیات کو چھوڑ دو اور بہتر مصاحب (روح یا حق
سبحانہ یا مرشد کامل) کو پکڑو غرض جب اہل سبا نے اپنی اس درخواست کو حد سے بڑھایا اور کہا
کہ ہم کو وبا صبا سے اچھی معلوم ہوتی ہے تو نصیحت گروں (انبیاء) نے ان کو نصیحتیں کیں اور اُن
کو اس کفر و فسوق سے روکا اس پر وہ ان کے خون کے پیاسے ہوگئے اور کفر و فسق حقیقی کا بیج بونے
لگے بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی آدمی کی نظر میں اشیا برعکس
دکھلائی دیتی ہیں دنیا نہایت فراخ ہے مگر اسے تنگ نظر آتی ہے اور حلوا کھاتے منہ دکھتا ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ آنکھ کو سرمہ سی مفید چیز دکھلائی نہیں دیتی بلکہ خاک دکھلائی دیتی ہے۔

شرح شبیری

آزمودی تو بسے آفات خویش ۔۔۔ یافتی صحت ازیں شاہان کیش

یعنی تم نے بہت سے اپنے امراض کو آزما لیا ہے اور ان شاہان دین سے صحت پائی ہے مطلب یہ کہ اپنے امراض باطنی کو بہت مرتبہ دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو کہ ان حضرات کی برکت ہی سے تم کو صحت حاصل ہوئی ہے۔

چند آں لنگی تو رہوار شد ۔۔۔ چند جانت بے غم و آزار شد

یعنی تیری کتنی ہی لنگیاں درست ہو چکی ہیں اور کتنی مرتبہ تیری جان بے غم و آزار ہو چکی ہے مطلب یہ کہ کتنی مرتبہ تجھے ان حضرات کی برکت سے آزار سے چھٹکارا مل چکا ہے تو ان کو ترک کرتا ہے اور دوسری جگہ جاتا ہے بڑے شرم کی بات ہے آگے ایک ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

اے مغفل رشتۂ بر پائے بند ۔۔۔ تا ز خود ہم گم نگردی ای لوند

یعنی اے غافل پاؤں میں ایک تاگا باندھ لے تاکہ اپنے سے ہی گم نہ ہو تو اسے کمینہ ایک شخص بیوقوف تھا وہ اپنے بدن پر بہت سے تاگے باندھے رہتا تھا کہ کہیں کھو نہ جاوے ایک روز اس کے تاگے اس کے بھائی نے باندھ لیئے تو کہتا کیا ہے کہ بھائی تم تو میں ہو گئے اور میں کہاں گیا تو مولانا اُسی سے تشبیہہ دیکر بطور طعن فرماتے ہیں کہ یہاں تم جو بھٹکتے پھرتے ہو اور اُن حضرات کے در کو ترک کرتے ہو تو تم اُس شخص کی طرح تاگا باندھ لو تاکہ پھر گم نہ ہو سکو اور اُس در کو نہ چھوڑو۔

ناسپاسی و فراموشی تو ++ ۔۔۔ یاد ناورد آں عسل نوشی تو +

یعنی تیری ناشکری اور تیری (احسان) فراموشی اُس عسل نوشی کو یاد نہیں لائی مطلب یہ کہ تمکو جو حضرات اہل اللہ سے فیض ہوا تھا اُسکو تم نے ناشکری کی وجہ سے فراموش کر دیا۔ اور

بھلادیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد　　چوں دل اہل دل از تو خستہ شد

یعنی آخرکار وہ راہ (حق) تم پر بند ہو گئی جب کہ اہل دل کا قلب تم سے رنجیدہ ہوا۔ یعنی جبکہ تمنے انکو بلا کسی ضرورت شرعی کے ترک کر دیا تو اُن کے قلب میں کدورت آگئی اور پھر سارے فیوض بند ہو گئے اور یہ مشاہدہ ہے برابر ایسا ہی ہوتا ہے چونکہ اکثر ایسا ہو جاتا ہے تو اس کو سنکر کسی کو رنج ہوتا کہ بس اب تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہا اس لیئے آگے اسکا علاج فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ایسا غلطی سے ہو جاوے تو یہ کرو کہ۔

زود شاں دریاب و استغفار کن　　ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن

یعنی جلدی سے اُن کو پالو اور استغفار کرو اور مثل ابر کے خوب رو مطلب یہ کہ اُن سے معاف کراؤ اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں استغفار کرو اور رو اور زاری کرو پھر اُسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ۔

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد　　میوہ ہائے پختہ بر تو واکفد

یعنی تاکہ اُن کا گلستاں تیری طرف کھل جاوے اور پختہ میوے تیرے اوپر پھٹ پڑیں یعنے کثرت سے فیوض و برکات تم پر فائض ہوں۔

ہم بر آں در گرد و کم از سگ مباش　　با سگ کہف ار شدستی خواجہ تاش

یعنی اُس در پر پھر اور کتے سے کم مت ہو سگ اصحاب کہف کے ساتھ اگر تو خواجہ تاش ہوا ہے یعنی اگر تو نیکوں کی صحبت میں رہا ہے تو وفا میں کتوں سے کم مت ہو یہاں سے عود ہے مضمون وفا کی طرف جسکو کہ اوپر بیان کیا تھا کہ کتے کے اندر وفا کی خصلت بہت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اجنبی کتا آجاتا ہے تو دوسرے کتے اُس کو کاٹتے ہیں کہ اول ہی جگہ جا اُسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند　　کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند

یعنی کہ جب کتے کتوں کے لیئے ناصح ہیں کہ دلکو اول گھر کے ساتھ بند کرلے اور کہتے ہیں کہ

از در اول کہ خوردی استخواں　　سخت گیر و حق گذاری را مماں

یعنی در اول کو جس سے کہ تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑلے اور حق گذاری کو ترک مت کر۔

می گزندش کز ادب آنجا رود در مقام اولین مفلح شود

یعنی اُس اجنبی کو کاٹتے ہیں تاکہ ادب کی وجہ سے اُس جگہ سے چلا جاوے اور پہلے ہی جگہ سے منفع ہو مطلب یہ کہ کتے اُس اجنبی کو اس لیئے کاٹتے ہیں تاکہ اپنی پہلی ہی جگہ چلا جاوے۔

می گزندش کاے سگ طاغی برو با ولی نعمتت باغی مشو

یعنی وہ کتے اُس کو کاٹتے ہیں کہ اے باغی جا اور اپنے ولی نعمت کے ساتھ باغی مت ہو

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش پاسبان و چابک و برجستہ باش

یعنی اُسی دروازہ پر حلقہ کی طرح بندھا رہ پاسبان اور چالاک اور برجستہ رہ۔

صورت نقض وفای ما مباش بیوفائی را مکن بیہودہ فاش

یعنی ہمارے نقض وفا کا نمونہ مت بن اور بیہودہ ہو کر بے وفائی کو ظاہر مت کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار رو سگاں را ننگ و بدنامی میار

یعنی کتوں کے لیئے جب وفا شعار ہے تو جا اور کتوں کے لیئے شرم اور بدنامی کو مت لا مطلب یہ کہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کمبخت کتوں کا تو اصل شعار وفاداری ہے تو اول ہوگا جو کہ بیوفائی کرے گا گویا کہ نمونہ بیوفائی بننا چاہتا ہے اور سب کو بے وفا مشہور کرنا چاہتا ہے اے بھائی ایسا مت کر اس لیئے کہ کتوں کے لیئے یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بیوفائی چوں سگاں را عار بود بیوفائی چوں روا داری نمود

یعنی جب کہ بیوفائی کتوں کے لیئے عار ہے تو تو بے وفائی کرنے کو کس طرح جائز رکھتا ہے

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا گفت من اوفیٰ بعہد غیرنا

یعنی حق تعالیٰ نے وفا کی وجہ سے فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عہد کو وفا کرنے والا ہم سے زیادہ کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے قرآن شریف میں ہے ومن اوفی بعہدہ من اللہ یعنی کہ اللہ سے زیادہ کون عہد کا پورا کرنے والا ہے تو دیکھو حق تعالیٰ نے وفائے عہد پر فخر فرمایا ہے تو اگر وفا کوئی ایسی شے نہیں ہے تو فخر کس پر ہے معلوم ہوا کہ وفائے عہد بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو نصیب فرماوے اور توفیق دے اب یہاں شبہ ہوتا تھا کہ جب محسن سے

بیوفائی بری ہے تو اگر ماں باپ مثلاً حکم شرک کریں تو اُن کا کہا بھی مان لے اسکا جواب فرماتے ہیں کہ

بیوفائی داں وفا با رد حق ۔۔۔ بر حقوق حق ندارد کس سبق

یعنی مردود حق کے ساتھ وفا کرنا بیوفائی سمجھو اس لیئے کہ حقوق حق پر تو کوئی سبقت نہیں رکھتا بلکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے لہذا سب کے حقوق پر اُسکو مقدم رکھو۔

نور را ہم نور شو یا نار ر نار ۔۔۔ جائے گل گل باش و جائے خار خار

یعنی نور کے لیئے تو نور رہو اور نار کے ساتھ نار گل کی جگہ گل رہو اور خار کی جگہ خار رہو مطلب یہ کہ موافقین حق کے ساتھ دوست رہو اور مخالفین کے مخالف۔

حق مادر بعد از آں شد آں کریم ۔۔۔ کرد او را از جنین تو غریم

یعنی حق ماں کا اُس کے بعد ہوا ہے کہ اُس کریم نے اُس کو تیرے جنین سے بوجھل کیا۔

صورتے کردت درون جسم او ۔۔۔ داد در حملش ترا آرام و خو

یعنی جسم کے اندر تجھے ایک صورت عطا کی اور اُس کے حمل میں تجھے آرام اور عادات عطا کیئے۔

ہمچو جزو متصل دید او ترا ۔۔۔ متصل را کرد تدبیرش جدا

یعنی اُس نے تجھے ایک جزو متصل (ماں کا) دیکھا تو اُن کی تدبیر نے متصل کو جدا کر دیا۔

حق ہزاراں صنعت و فن ساختہ ست ۔۔۔ تا کہ مادر بر تو مہر انداختہ ست

یعنی حق تعالیٰ نے ہزاروں فن کیئے ہیں یہاں تک کہ ماں نے تجھ پر محبت ڈالی ہے۔

پس حق حق سابق از مادر بود ۔۔۔ ہر کہ آں حق را نداند خر بود

یعنی پس حق تعالیٰ کا حق ماں سے سابق ہے اور جو کوئی اُس حق کو نہ پہچانے خر ہے۔

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر ۔۔۔ با پدر کردش قرین آں خود مگیر

یعنی جس نے کہ ماں کو پیدا کیا اور پستان کو اور دودھ کو اور باپ کے ساتھ ماں کو قرین کیا اُس کو از خود مت فرض کرو بلکہ یہ سب قدرت حق نے کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کے کرنے سے سب کچھ ہوا ہے چونکہ یہاں ضرورت حقوق کا ذکر کیا ہے اس لیئے آگے مناجات فرماتے ہیں کہ۔

اے خداوند ای قدیم احسان تو — آنکہ دانم وانکہ نے ہم آن تو

یعنی اے خدا اور اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے اور جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا سب آپکی ملک ہے۔

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن — زانکہ حق من نمیگردد کہن

یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حق کو یاد کرو اس لیے کہ میرا حق کبھی پرانا نہیں ہوتا کیونکہ اگر نعمتیں ختم ہو جاویں تو حق بھی پرانا ہو جاوے جب نعمتیں ہر وقت ہو رہی ہیں تو پھر حق کس طرح پرانا ہو سکتا ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ

یاد کن لطفے کہ کردم آن صبوح — با شما از حفظ در کشتی نوح

یعنی اُس مہربانی کو یاد کرو جو کہ میں نے اُس صبح کو تمہارے ساتھ کشتی نوح میں حفاظت سے کی تھی۔

اصل و اجداد شما را آن زمان — دادم از طوفان و از موجش امان

یعنی تمہارے باپ دادوں کو اُسوقت میں نے طوفان اور اُسکی موج سے امن دیا تھا

آب آتش خو زمین بگرفتہ بود — موج او مر اوج کہ را می ربود

یعنی اُس پانی مہلک نے زمین کو احاطہ کر رکھا تھا اور اُس کی موج پہاڑ کی بلندی سے گذر گئی تھی۔

حفظ کردم من نکردم رد تان — در وجود جد جد جد تان

یعنی تمہاری میں نے حفاظت کی اور تم کو تمہارے جد جد الجد کے وجود میں رد نہیں کیا مطلب یہ کہ دیکھو اُسوقت اگر سب کو ہلاک کیا جاتا تو تم کہاں سے پیدا ہوتے اُسوقت سے تمہاری بنیاد ڈالی گئی ہے جب تم اسوقت موجود ہو گئے ہو۔

چون شدی سر پشت پایت چون زنم — کارگاہ خویش چون ضائع کنم

یعنی جب کہ تو موجود ہو گیا تو میں اب تیری پشت پا کس طرح ماروں گا اور اپنی کارگاہ کو کس طرح ضایع کر دوں گا مطلب یہ کہ جب تیرے لیے اسقدر تمہید کی اور تجھے وجود میں لایا تو بھلا اب ضایع کر دوں گا ہرگز نہیں۔

چوں فدائے بیوفایاں می شوی — از گمان بد بداں جامی روی

یعنی کس طرح بے وفائیوں پر فدا ہو رہا ہے اور گمان بد کی وجہ سے اس جگہ جاتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں نے تجھے بنایا ہے اور تجھے غارت نہ کروں گا تو پھر مجھے اور میرے در کو چھوڑ کر اور طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے اور پھر گمان بد لیجاتا ہے کہ میں تجھے بھول جاؤں گا اور چھوڑ دوں گا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

من ز سہو و بیوفائی ہا بری — سوئے من آئی گمان بد بری

یعنی میں تو سہو اور بیوفائی سے بری ہوں تو میری طرف آ اور ے کیا گمان بد کرتا ہے۔

ایں گمان بد برآنجا بر کہ تو — می شوی در پیش ہمچوں خود دو تو

یعنی یہ گمان بد اُس جگہ لیجا کہ تو اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو کہ تو نے مقصود اور مطلوب بنا رکھا ہے ان پر بدگمانی کر کہ وہ شاید تجھے چھوڑ دیں مگر میں تو تجھے چھوڑنے والا نہیں ہوں پھر میرے ساتھ بدگمانی کر کے اور کی طرف کیوں جاتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہان زفت — گر ترا پرسم کہ کو گوئی کہ رفت

یعنی تو نے بہت سے یار اور ہمراہ مضبوط بنائے اگر میں تجھ سے دریافت کروں کہ کہاں ہیں تو تو کہیگا کہ چلے گئے یعنی کہ مر گئے اور چونکہ یار دو ہی طرح کے ہوتے ہیں بُرے اور بھلے۔ لہٰذا

یار نیکت رفت بر چرخ بریں — یار فسقت ماند در قعر زمین

یعنی تیرا یار نیک تو چرخ بریں پر چلا گیا اور تیرا بُرا دوست قعر زمین میں چلا گیا۔

تو بماندی در میانہ آنچناں — بیمدد چوں آتشے در کارواں

یعنی تو درمیان میں اسی طرح بے مدد رہ گیا جیسے کہ آگ قافلہ میں (بعد اُس کے چلے جانے کے بے مدد اور بے یار مددگار رہ جاتی ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دامن او گیر اے یار دلیر — کو منزہ باشد از بالا و زیر

یعنی اسے یار دلیر اُس کا دامن پکڑ جو کہ بالا و زیر سے منزہ ہو۔

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شود — نے چو قاروں در زمیں اندر رود

یعنی وہ نہ تو عیسیٰ کی طرح آسمان پر جاوے اور نہ قارون کی طرح زمین کے اندر جاویں بلکہ۔

با تو باشد در مکان و لامکان چوں بمانی از سرا و از دوکان

یعنی وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان سب میں رہے جب کہ تو گھر اور دوکان سے رہ جاوے یعنی جب کہ ان سب سے علیحدگی ہو تب اور جب ان میں رہو تب ہر وقت وہ ساتھ ہے وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاوے ایسا دوست بناؤ۔

او بر آرد از کدورتہا صفا مر جفاہائے ترا گیرد وفا

یعنی وہ کدورتوں میں سے صفا پیدا کرے اور تیری جفاؤں کو وفا بنا دے نعوذ اے یبدل اللہ سیاتہم حسنات ملکات سیئہ کو ملکات حسنہ سے بدل دے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ سیئات کو حسنات تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو سزا دیتے ہیں لہذا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

چوں جفا آری فرستد گوشمال تا ز نقصان وا روی سوی کمال

یعنی جب کہ تو جفا کرے تو وہ گوشمال بھیجے تاکہ نقصان سے چھوٹ کر تو کمال کی طرف جاوی مطلب یہ کہ کوئی سزا ایسی مقرر فرما دیتے ہیں مثلاً قبض وغیرہ کہ اس سے تنبیہ ہو کر پھر متوجہ بحق ہو جاتے ہو آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چوں تو وردے ترک کردی در روش بر تو قبضے آید از رنج و تپش

یعنی جب کہ تو نے کوئی ورد سلوک میں ترک کر دیا تو تجھ پر ایک قبض رنج و تپش سے آیا ہے مطلب یہ۔ کہ اگر کبھی کوئی وظیفہ ناغہ ہو جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کا رنج ایسا مسلط ہوتا ہے کہ پھر پا در رہتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا اور یہ بات روز کی مشاہدہ سے معلوم ہے اور قبض کی وجوہ مختلف ہیں کبھی تو سوء مزاج سے ہوتا ہے اور کبھی ضعف سے اور کبھی کسی وارد قوی سے اور کبھی عصیان سے تو جو عصیان سے ہو وہ تو ترقی کو مانع ہے اور باقی اور جو ہیں وہ مانع نہیں ہیں اور حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ معاصی کے بعد جو اپنے قلب کو مکدر نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ظرف اس قدر وسیع ہے کہ اسمیں یہ معصیت اثر نہیں کرتی۔ تو یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اگر بعد معصیت کے قلب میں تکدر نہیں ہے تو سمجھو کہ نسبت عن الحق حاصل نہیں ہے بلکہ جو نسبت ہے وہ شیطانی ہے ایسے شخص کو سر پکڑ کر رونا چاہیے

کہ بڑی بدبختی ہے اور یہ قبض اس لیئے ہوتا ہے کہ

آں ادب کردن بود یعنی مکن   ہیچ تحویلے ازاں عہد کہن

یعنی یہ ادب کرنا ہے یعنی (پھر) مت کرنا کوئی تبدیلی اس عہد کہنہ سے بات یہ ہے کہ ایک تو عہد قولی ہوتا ہے اور ایک عہد عملی ہوتا ہے تو اس شخص نے جو اتنی روز تک ایک کام کیا تو اس سے ایک عہد عملا حق تعالیٰ کیساتھ کر لیا ہی لہذا اس قبض سے یہ ادب دینا مقصود ہوتا ہی کہ دیکھو پھر کبھی ایسا مت کرنا کہ اس کو ترک کرو۔

پیش ازاں کیں قبض زنجیری شود   اینکہ دلگیرست پاگیرے شود

یعنی اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور یہ کہ دلگیر ہے پاگیر ہو جاوے۔

رنج معقولت شود محسوس فاش   تا نہ گیری ایں اشارت را بلاش

یعنی تیرا رنج معقول محسوس اور فاش ہو جاوے ہرگز اس اشارہ کو لاشئے مت سمجھنا سلاش مخفف لاشئے کا ہے مطلب یہ کہ اگر اس قبض کے وارد ہونے کے بعد توبہ وغیرہ کر کے متوجہ نہ ہو گے تو ابھی تو اس سے دل تنگی ہوتی ہے پھر یہی دل تنگی قبض مرتبہ محسوس بنجاتی ہے اور عذاب دنیاوی کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اس سے پہلے کہ یہ سبب کسی عذاب کا بنے اس کو لاشئے مت خیال کرو بلکہ اس سے عبرت حاصل کرو

در معاصی قبضہا دلگیر شد   قبضہا بعد از اجل زنجیر شد

یعنی معاصی میں قبض دلگیر ہوا اور وہی قبض بعد اجل کے زنجیر ہو گیا یعنی معاصی کی وجہ سے جو قبض پڑا ہے وہ اسوقت تو دلگیر ہے مگر موت کے بعد وہی سبب عقوبت اخروی کا ہو جاتا ہے اس لیئے کہ معاصی پر عقوبت آخرت تو یقینی ہے مگر بعض مرتبہ عقوبت دنیا بھی مرتب ہو جاتی ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے اس لیئے کہ ارشاد ہے۔

نعط من اعرض ھنا عن ذکرنا   عیشۃ ضنکا و نحسر بالعمی

یعنی جس نے کہ یہاں (دنیا میں) ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اسکو عیش تنگ دیتے ہیں اور اسکا حشر اندھا کر کے کرتے ہیں اس کے آگے ایک مثال ہے کہ۔

دزد چوں مال کساں را می برد   قبض و دل تنگی دلش را میخلد

یعنی چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے تو قبض اور دل تنگی اس کے دل میں چبھتی ہے اس لیئے

کہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی نیا کام کرتا ہے تو اسمیں ایک عجیب حالت ہوتی ہے اور ضرور ایک دل تنگی محسوس ہوتی ہے۔

او ہمی گوید عجب این قبض چیست　　قبض آں مظلوم کز شرت گریست

یعنی وہ کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ یہ قبض کیسا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اُس مظلوم کا قبض ہے جو کہ تیرے شر کی وجہ سے رویا ہے۔

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند　　باد اصرار آتشش را دم کند

یعنی جب کہ اس قبض کی طرف التفات کم کرتا ہے تو اصرار کی ہوا اُس کی آگ کو اور بھڑکاتی ہے یعنی اول تو دل میں کچھ اوپرا معلوم ہوا تھا اب وہ بات بھی نہیں رہی بلکہ عادت ہو گئی اب یہ نتیجہ ہوا کہ عقوبت دنیا اسپر مسلط ہو گئی اور یہ ہوا کہ۔

قبض دل قبض عواں شد لاجرم　　گشت محسوس آں معانی زد علم

یعنی وہ قبض دل قبض پولیس ہو گیا آخر کار اور وہ معانی محسوس ہو گئے اور خوب مشہور ہو گئے لہذا اسی طرح معصیت سے اول بار تو دل تنگی ہوتی ہے مگر جب اُسطرف التفات نہیں ہوتا تو پھر مساوات ہو جاتی ہے اور عقوبت مسلط ہو جاتی ہے لہذا اول ہی سے خیال کر کے توبہ و استغفار سے اسکا دفیعہ ضروری ہے۔

قبضہا زنداں شد است و چارمیخ　　قبض بیخیست و برآرد شاخ بیخ

یعنی قبض قید ہیں اور عقوبت ہیں اور قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ نکالا ہی کرتی ہے لہذا اس سے بھی ثمرات مرتب ہونگے۔

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار　　قبض و بسط اندروں بیخے شمار

یعنی جڑ پوشیدہ تھی اب ظاہر ہو گئی اور قلب کے قبض و بسط کو ایک جڑ سمجھو کہ اس سے اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ بیخش بد بود زودش بکن　　تا نروید زشت خارے در چمن

یعنی جب بیخ قلب بری ہو تو اس کو جلدی اوکھاڑ دو تا کہ چمن قلب میں ایک زشت خار نہ اُگ آوے مطلب یہ کہ اگر قبض معصیت کی وجہ سے ہوا ہے تو اس سے بہت جلد توبہ کر لو کہ بہت

برا ہے اور علامت اُس کی یہ ہے کہ اگر قبض میں میلان الی المعصیت ہے تو سمجھو کہ یہ معصیت کی وجہ سے ہے ورنہ اگر میلان طاعت کی طرف ہے تو وہ محمود ہے اور موجب ترقی درجات کا ہے

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن　　زانکہ سرہا جملہ می روید زبن

یعنی تونے قبض دیکھا تو اُس کا علاج کر اس لیے کہ شاخیں سب جڑ ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ میلان الی المعصیۃ جو قبض کی وجہ ہے ایک دن مفضی الی المعصیۃ ہو جاوے گا لہذا اس قبض کا بہت جلد علاج کرنا ضروری ہے۔

بسط دیدی بسط خود را آب دہ　　چوں برآید میوہ با اصحاب دہ

یعنی جب کہ بسط دیکھو تو اُس کو پانی دو اور جب میوہ نکلے تو اور اصحاب کو بھی دو یعنی اور لوگوں کو بھی فائدہ پہونچاؤ بلکہ بیضاوی نے تو ممارزقناھم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے ومن انوار اللہ یفیضون تو یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ معلوم ہوا آگے اُسی قصۂ اہل سبا کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

باز گرد و قصۂ اہل سبا　　باز گو تا باز گویم مرحبا

یعنی پھر واپس ہو اور اہل سبا کا قصہ کہو تاکہ میں تم کو مرحبا کہوں۔ یعنی میں تم کو شاباش کہوں کہ کیا خوب بیان کیا ہے لہذا اول اُسکو بیان کرو آگے اُس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

اہل سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہل صبا بودند خام　　کارشاں کفران نعمت با کرام

یعنی وہ سبا جو کہ بچپن والوں میں سے خام تھے ان کا کام کرام کے ساتھ کفران نعمت تھا مطلب یہ کہ اہل سبا نادان تھے اور دین میں پختہ نہ تھے اور ان کا کام یہ تھا کہ حضرات انبیا علیہم السلام کی کفران نعمت کیا کرتے تھے آگے اُس کفران کو بتاتے ہیں کہ

باشد آں کفران نعمت در مثال　　کہ کنی با محسن خود تو جدال

یعنی مثال میں یہ بھی کفران نعمت ہی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ لڑائی کرنے لگو اسطرح کہ

کہ نمی باید مرا این نیکوئی　　　　من برنجم زین چہ رنجہ می شوی

یعنی (یوں کہو کہ) مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس (احسان) سے تکلیف ہوتی ہے لہٰذا تم کیوں رنج اٹھا رہے ہو۔ مطلب یہ کہ اگر تم اپنے محسن سے کہنے لگو کہ جناب مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے آپ کے احسان سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو دیکھو یہ کفران نعمت ہے یا نہیں ہے یا یوں کہو کہ

لطف کن این نیکوئی را دور کن　　　　من نخواہم چشم زودم کور کن

یعنی مہربانی کر کے اس احسان کو دور کر دیجئے اور میں آنکھ نہیں چاہتا مجھے جلدی اندھا کر دو مطلب یہ کہ اُس محسن سے کہنا شروع کرو کہ جناب آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھپر احسان نہ کریں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے کوئی کہے کہ مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو اندھا ہی کردو اسی طرح اس کی تمنا کرنا ہے کہ مجھپر احسان مت کرو آگے اُسپر قول اہل سبا کو متفرع فرماتے ہیں کہ

پس سبا گفتند باعد بیننا　　　　شیننا خیر لنا خذ زیننا

پس اہل سبا نے کہا کہ اے اللہ ہمارے آپس کے درمیان میں دوری فرما دیجئے اس لیئے کہ ہماری نحوست بہتر ہے یہ اپنی زینت لے لیجئے نعوذ باللہ مطلب یہ کہ چونکہ اہل سبا جو کہ ملک یمن میں ہے اسقدر مالدار تھے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں اپر حق تعالیٰ کا بیحد انعام تھا یہ حالت تھی کہ اُن کی بستیاں اسقدر قریب قریب تھیں کہ اگر صبح کو چلو تو دوپہر کو آرام لے لو اور اگر دوپہر کو ایک جگہ سے چلو تو عصر کے وقت بستی موجود ہے علی ہذا غرضکہ ان کو کلفت نہ ہوتی تھی پھر راستوں میں سڑکوں کے دونوں طرف درخت میوہ دار خودرو بے انتہا تھے کہ کہیں دھوپ کا نام نہ تھا کوسوں چلے جاؤ اور جیسے گھر میں ہیں پھر جا بجا نہریں جاری سبحان اللہ کیا ملک تھا ان نالائقوں کو مستی سوجھی دعا کی کہ اے اللہ ان سفروں میں تو مزا نہیں آتا اس لیئے کہ سفر معلوم ہی نہیں ہوتا مزا تو یہ ہے کہ کچھ امیر ہیں کچھ غریب ہیں سفر میں جا رہے ہیں مشکیزوں میں پانی ہے توشہ دان توشہ سے بھری ہیں کوسوں تک نہ پانی ملتا ہے نہ کچھ امرا غربا کو بانٹ رہے ہیں چہل پہل ہے اسطرح تو لطف سفر بھی ہے ورنہ اب کیا ہے یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے گویا گھر سے نکلے ہی نہیں لہٰذا دعا دوری سفر کی کی غیرت حق جوش میں آئی ان نالائقوں کو ہلاک

کر دیا کہ جاؤ کمبختو جیسا تم نے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور اُن کا زوال چاہا تو زوال بھی ایسا لو کہ پھر مل ہی نہ سکیں نعوذ باللہ اور یا درکھو کہ آجکل کے لکھے پڑھے لوگ اور عوام بھی اُسمیں مبتلا ہیں یعنی کفران نعمت حق کا اہل سبا کی طرح کرتے ہیں مثلاً جاڑے کے روزے ہیں کہتے ہیں کہ میاں اسمیں کیا مزہ ہے معلوم بھی نہیں ہوتا گرمیوں میں مزہ ہے عصر سے شربت بن رہا ہے منہ سوکھ رہے ہیں اذان کے منتظر ہیں یاد رکھو کہ یہ اُس نعمت کی ناشکری ہے اور اسی طرح غور کرنے سے بہت سی باتیں نکل سکتی ہیں خدا سے ڈرو اور توبہ کرو اور ایسے کلمات سے زبان کو روکو کہ مبادا غیرت حق جوش میں آکر انتقام نہ لے اللھم احفظنا غرضکہ انھوں نے یہ دعا کی اور یہ کہا کہ ۔

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ　　نے زمانے خوب نے امن و فراغ

یعنی ہم یہ محل اور باغ نہیں چاہتے اور نہ یہ زمانہ امن و فراغ

شہرہا نزدیک ہمدیگر بدست　　آں بیاباں ست خوش کانجا دداست

یعنی دوسرے شہر نزدیک ہیں یہ بھی برا ہے وہ جنگل ٹھیک ہیں جہاں درندے ہوں غرضکہ ایسی ایسی دعائیں کیں جس کی وجہ سے غارت ہوئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ۔

یطلب الانسان فی الصیف الشتا　　فاذا جاء الشتا انکر ذا

یعنی انسان گرمی میں تو جاڑے کو مانگتا ہے اور جب جاڑا آیا تو اس کو برا سمجھتا ہے ۔

فھو لا یرضی بحال ابدا　　لا بضیق لا بعیش رغدا

یعنی بس کبھی کسی حال پر راضی نہیں ہوتا نہ تو تنگی میں اور نہ عیش خوشگوار میں ۔

قتل الانسان ما اکفرہ　　کلما نال الھدی انکرہ

یعنی انسان مارا جاوے کیسا ناشکرا ہے کہ جب ہدایت پہونچتی ہے اس کو برا سمجھتا ہے مطلب یہ کہ کسی حال میں حضرت انسان راضی نہیں ہے اگر آرام سے ہیں تو مصیبت کے طالب اور اگر مصیبت میں ہیں تو آرام کے خواہاں ۔

نفس زینسانست زاں شد کشتنی　　اقتلوا انفسکم گفت آں سنی

یعنی نفس ایسا ہی ہے اس لیئے وہ لائق کشتن ہے اور اس بزرگ نے اقتلوا انفسکم

فرمایا ہے۔ اقتلوا انفسکم اگرچہ نبی اسرائیل کو ارشاد ہے مگر چونکہ علت یعنی طغیان و سرکشی ہم میں اور اُن میں دونوں میں یکساں ہے لہذا اس حکم کے عموم میں ہم بھی داخل ہو گئے لہذا چاہیئے کہ اس نفس کی مخالفت کر کے اُس کو قتل کرنا چاہیئے آگے نفس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خار سہ پہلوست ہر سو کش نہی درخلد وز زخم اوتو کے رہی

یعنی یہ نفس تکونہ کانٹا ہے تم اسکو جسطرف رکھو گے چبھ جاوے گا تم اُس کے زخم سے کب چھوٹ سکتے ہو یعنی اُس کی مضرت سے تو چھٹکارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب چونکہ بعض لوگ بے نکر ہو جاتے ہیں کہ جب چھٹکارا ممکن ہی نہیں تو ہم پر کوئی ملامت بھی نہیں لہذا آگے اس سے چھوٹنے کی تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

آتش ترک ہوا در خار کن دست اندر یار نیکو کار کن

یعنی اس کانٹے میں ترک ہوا کی آگ لگا دو اور یار نیکو کار میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ اس کانٹے کو اگر پاس رکھو گے تو ضرور چبھے گا لہذا ترکیب یہ ہے کہ اسمیں آگ لگا دو بس اسکا قصیہ ہی ختم ہو اور اس نفس کے لیئے آتش ترک ہوا مناسب ہے لذات اور خواہشات کو اس کے پورا نہ کرو اس کے بعد انشاء اللہ یہ سرکشی نہ کرے گا اور پھر حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر لو اور آرام سے رہو آگے پھر اہل سبا کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں ز حد بردند اصحاب سبا کہ بہ پیش ما وبا بہ از صبا

یعنی جب کہ اہل سبا کفران نعمت کو حد سے زیادہ لے گئے (اور کہا) کہ ہمارے آگے تو وبا صبا سے بہتر ہے مطلب وہی کہ نعمتوں سے بیماریاں مصیبتیں بہتر ہیں نعوذ باللہ۔

ناصحان شاں در نصیحت آمدند از فسوق و کفر مانع می شدند

یعنی ناصحین انکو نصیحت کرتے تھے اور فسوق اور کفر سے مانع ہوتے تھے۔ اور ان باتوں سے منع کرتے تھے تو اس نصیحت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ۔

قصد خون ناصحاں می داشتند تخم فسق و کافری می کاشتند

یعنی ناصحین کے قتل کا قصد رکھتے تھے اور فسق و کافری کا بیج بوتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں از قضا حلوا شود رنج دہاں

یعنی جبکہ قضا آتی ہے تو یہ جہان تنگ ہوجاتا ہے اور قضا سے حلوا تکلیف دہ ہوجاتا ہے۔

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا تحجب الابصار اذا جاء القضا

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان وسیع تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھیں بند ہوجاتی ہیں جبکہ قضا آتی ہے اس حدیث کو جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے مرفوعاً بسند ضعیف بالفاظ ذیل نقل کیا ہے اذا اراد اللہ انفاذ قضائہ وقدرہ سلب ذوی العقول عقولہم حتی ینفذ فیہم قضاؤہ وقدرہ فاذا اقضٰی امرہ ردہ الیہم عقولہم ووقعت الندامۃ یعنی جب کہ حق تعالیٰ اپنے کسی قضا اور حکم کو جاری فرمانا چاہتے ہیں تو ذوی العقول کی عقلیں سلب ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ اُن میں وہ حکم نافذ ہوجاتا ہے اور جب نافذ ہوچکتا ہے تو اُن کی عقول واپس ہوجاتی ہیں اور پھر ندامت ہوتی ہے۔

چشم بستہ می شود وقت قضا تا نہ بیند چشم کحل چشم را

یعنی قضا کے وقت آنکھ بند ہوجاتی ہے یہاں تک کہ آنکھ کو سرمۂ چشم بھی دکھائی نہیں دیتا اور اُس پر وہ قضا جاری ہوجاتی ہے بس اسکا علاج یہ ہے کہ اس قضا کے اسباب پر نظر نہ کرے بلکہ خود اُس قضا والے کے پاس جا کھڑا ہو۔ اور جا کھڑا ہونا دعا کرنا ہے جیساکہ حدیثوں میں آیا ہے لا یرد القضاء الا الدعاء جس کے معنے یہی ہیں کہ اگر قضا معلق ہے تب تو وہ رد ہی ہوجاتی ہے اور اگر مبرم ہے ہو تو اُس کے ضرر سے انسان محفوظ رہتا ہے لہذا چاہیئے کہ جب کوئی مصیبت ہو تو بس حضرت حق کے آگے رووے اور دعا کرے آگے خود مولانا اس مضمون کو مثال میں فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

مکر آں فارس چو انگیزید گرد آں غبارت زاں سوارت دور کرد

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار

گفت حق آں را کہ ایں گرگش بخورد
او نمیداں نبست گرد گرگ را
گوسفنداں بوئے گرگ باگزند
مغز حیوانات بوئے شیر را
بوئے شیر خشم دیدی بازگرد
ورنہ گشتند آں گروہ از گرد گرگ
بردرید آں گوسفنداں را بخشم
چند چوپاں شاں بخواند و ناہدند
کہ بروما خود ز تو چوپاں تریم
طعمہ گرگیم و آں یار نے
حمیتے بد جاہلیت در دماغ
بہر مظلوماں ہمی کندند چاہ
پوستین یوسفاں بشگافتند
کیست آں یوسف دل حق جوئے تو
چیز سیلے را برا ستوں بستہ
پیش او گوسالہ بریاں آوری
کہ بخور انیست مارا لوت و پوت
زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
کاے خدا افغاں زیں گرگ کہن

دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
با چنیں دانش چرا کرد او چرا
می بدانستد و بہر سومی خزند
می بداند ترک می گوید چرا
با مناجات و حذر انباز گرد
گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ
کہ ز چوپاں خرد بستند چشم
خاک غم در چشم چوپاں میزدند
چوں تبع گردیم ہر یک سروریم
ہیزم ناریم و آں عار نے
بانگ شومی در دہن شاں گرد زاغ
در چہ افتادند و می گفتند آہ
انچہ می کردند یک یا فتند
چوں اسیر بستہ اندر کوئے تو
پر ز بالش را بصد جاں خستہ
گہ کشی او را بگہ داں آوری
نیست او را جز لقاء اللہ قوت
می کند از تو شکایت با خدا
گویدش نک وقت آمد صبر کن

داد تو واخواهم از هر بی‌خبر
داد که دهد جز خدای دادگر

او همی گوید که صبرم شد فنا
در فراق روی تو یا ربنا

احمدم وامانده در دست یهود
صالحم افتاده در حبس ثمود

ای سعادت‌بخش جان انبیا
یا بکش یا باز خوانم یا بیا

با فراقت کافرانرا تاب نیست
این فراق اندر خور اصحاب نیست

کافران گویند در وقت عذاب
هر یکی یا لیتنی کنت تراب

حال او این ست کو خود زان سوست
چون بود بی تو کسی کان توست

حق همی گوید که آری ای نزه
لیک بشنو صبر آر و صبر به

صبح نزدیک ست خامش دم مزن
کاندر آمد وقت بیرون آمدن

تک بلاشان می رسد تو کم خروش
من همی کوشم پی تو تو مکوش

کوشش من به که کوششهای تو
داروی تلخم به از حلوای تو

هین تحمل کن. برو خاموش شو
کمترک جنبان زبان و گوش شو

حیلت و مکر و دغا بازیش دان
هر چه از یارت جدا انداز دان

شد ز حد این باز گرد ای یار گرد
روستایی خواجه را بین خانه برد

قصهٔ اهل سبا یک گوشه نه
وان بگو که خواجه چون آمد بده

روستایی در تملق شیوه کرد
تا که حزم خواجه را کالیوه کرد

از پیام اندر پیام او خیره شد
تا زلال حزم او را تیره شد

هم ازین جا کودکانش در پسند
نرتع و نلعب بشادی میزدند

همچو یوسف کش ز تقدیر عجب
نرتع و نلعب ببرد از ظل رب

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں | حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
ہر چہ از یارت جدا اندازد آں | مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں
گر بود آں سود صد در صد مگیر | بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر
ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد | گفت اصحاب نبی را گرم و سرد
زانکہ بر بانگ دہل در سال تنگ | جمعہ را کردند باطل بے درنگ
تا نباید دیگراں ارزاں خرند | زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند
ماند پیغمبر بخلوت در نماز | با دو سہ درویش ثابت پرنیاز
گفت طبل لہو بازرگانئے | چونتاں ببرید از ربانئے
قد فضضتم نحو قمح ہائما | ثم خلیتم نبیا قائما
بہر گندم تخم باطل کاشتند | واں رسول حق را بگذاشتند
صحبت او خیر من لہو است و مال | بیں کرا بگذاشتستے چشم مال
خود نہ شد حرص شما را ایں یقیں | کہ منم رزاق خیر الرازقیں
آنکہ گندم را ز خود روزی دہد | کے توکلہاترا ضائع نہد
از پے گندم جدا گشتی ازاں | کہ فرستادست گندم ز آسماں
کمتر از بط نیستی آخر در آب | کو دہد مر بازداعی را جواب
باز گوید بط را از آب خیز | تا بہ بینی دشتہا را قند ریز
بط عاقل گویدش کاے باز دور | آب ما را حصن امن ست و سرور
دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب | ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب
باز را گویند رو رو باز گرد | از سر ما دست دارا اے پاگرد

ما بری از دعوتت دعوت ترا
ما ننوشیم ایندم تو کافرا

حصن ما را قند و قندستان ترا
من نخواهم هدیه انبستان ترا

چونکه جاں باشد نیابد لوت کم
چونکہ شکر ہست کم ناید علم

خواجهٔ حازم بسے عذر آورید
بس بهانه کرد با دیو مرید

گفت ایندم کارها دارم مهم
گر بیایم آن نگردد منتظم

شاه کار نازکم فرموده است
ز انتظارم شاه شب نغنوده است

من نیارم ترک امر شاه کرد
من نتانم شد بر شه روی زرد

هر صباح و هر مسا سرهنگ خاص
میرسد از من همی جوید مناص

تو روا داری که آیم سوے ده
تا برابرو افگند سلطان گره

بعد ازاں درمان خشمش چوں کنم
زنده خود را زیں مگر مدفوں کنم

زیں نمط او صد بهانه باز گفت
حیله‌ها با حکم حق نفتاد جفت

گر شود ذرات عالم حیله پیچ
با قضاے آسماں هیچند هیچ

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں
چوں کند او خویش را از وے نهاں

هرچه آید ز آسماں سوے زمیں
نے مفر دارد نه چاره نے کمیں

آتش از خورشید می بارد برو
او به پیش آتشش بنهاده رو

ور همی طوفاں کند باراں براو
شهرها را می کند ویراں براو

او شده تسلیم او ایوب وار
که اسیرم هرچه می خواهی بیار

اے که جزو ایں زمینی سر مکش
چونکه بینی حکم یزداں در مکش

چوں خلقناکم شنیدی من تراب
خاک باشی جست از وے رو متاب

بین کہ اندر خاک تخمے کاشتم ‌ ‌ ‌ گرد خاکی و منش افراشتم

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر ‌ ‌ ‌ تا کنم بر جملہ میرانت امیر

آب از بالا بہ پستی در شود ‌ ‌ ‌ زانکہ از پستی ببالا می رود

گندم از بالا بزیر خاک شد ‌ ‌ ‌ بعد ازاں آں خوشہ چالاک شد

دانۂ ہر میوہ آمد در زمیں ‌ ‌ ‌ بعد ازاں سرہا بر آورد از دفین

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک ‌ ‌ ‌ زیر آمد شد غذائے جان پاک

از تواضع چوں زگردوں شد بزیر ‌ ‌ ‌ گشت جزو آدمی حے دلیر

پس صفات آدمی شد آں جماد ‌ ‌ ‌ بر فراز عرش پراں گشت شاد

کز جہان زندہ اول آمدیم ‌ ‌ ‌ باز از پستی بسوئے بالا رویم

جملہ اجزاء در تحرک در سکوں ‌ ‌ ‌ ناطقاں کانا الیہ راجعون-

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں ‌ ‌ ‌ غلغلے افگند اندر آسماں

چوں قضا آہنگ نیر نجات کرد ‌ ‌ ‌ روستائے شہرئے را ماتکرد

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد ‌ ‌ ‌ زاں سفر در معرض آفات شد

اعتمادش بر ثبات خویش بود ‌ ‌ ‌ گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر ‌ ‌ ‌ عاقلاں گردند جملہ کور و کر

ماہیاں افتند از دریا بروں ‌ ‌ ‌ دام گیرد مرغ پراں را زبوں

تا پری و دیو در شیشہ بود ‌ ‌ ‌ بلکہ ہاروتے ببابل در رود

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت ‌ ‌ ‌ خون او را ہیچ تربیعے نریخت

غیر آنکہ در گریزی در قضا ‌ ‌ ‌ ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا

اور یہ تم کو معلوم ہوا ہے کہ اذا جاء القضاء عمی البصر اب اس کی وجہ ستو بات یہ ہے کہ جسطرح سوار اُس گرد میں چھپ جاتا ہے جو اس کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اڑتی ہے یوں ہی حق سبحانہ اپنے تصرفات کے پردہ میں محجوب ہیں دیکھنے والے کی نظر ان تصرفات اور اسباب ظاہرہ تک محدود ہوتی ہے اس لیئے متصرف حقیقی تک نہیں پہونچتی آگے قضا سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں شہ سوار سے پناہ ڈھونڈھنی چاہیئے اور غبار میں الجھ کر نہ رہ جانا چاہیئے کیونکہ غبار فی نفسہ کوئی چیز نہیں وہ محض سوار کے تابع ہے پس اگر کوئی چیز پناہ دے سکتی ہے تو وہ سوار ہے لہذا اُسی سے التجا کرنی چاہیئے یعنی منصرف حقیقی حق سبحانہ ہیں اور اسباب ظاہرہ اس کے قبضہ میں ہیں پس تم کو حق سبحانہ سے پناہ لینی چاہیئے اور اسباب میں نہ اولجھنا چاہیئے اگر تم ایسا نہ کروگے تو اس کی مخفی تدبیر تم کو کچل ڈالے گی اور تم قضاء الٰہی کا شکار ہو جاؤ گے جب کوئی اپنی حماقت سے قضائے الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے جو مثل بھیڑیئے کے ہے تو حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس احمق نے جب اس بھیڑیئے کی گرد یعنی آثار قضا کو دیکھا تھا تو اس نے تضرع کیوں نہ کیا اور یہ ہماری جناب میں کیوں نہ گڑگڑایا کہ ہم اگر مصلحت سمجھتے تو اس کو خود اس قضا ہی سے بچا لیتے ورنہ اُس کے مضرات سے محفوظ رکھتے کیا اس بھیڑیئے کی گرد اُسے معلوم نہ تھی اور آثار قضا کو اُس نے دیکھا نہ تھا ضرور دیکھا تھا پھر باوجود علم کے وہ بدستور کیوں چرنے میں مشغول اور ملذوات و تنعمات وغیرہ میں منہمک رہا یہ تو بھیڑیوں اور دیگر حیوانات سے بھی کم عقل نکلا۔ اس لیئے کہ بکریوں کا قاعدہ ہے کہ خطرناک بھیڑیئے کی بو پا کر اپنے بچاؤ کی فکر کرتی ہیں اور جہاں سینگ سماتا ہے گھس جاتی ہیں اور دیگر حیوانات جب شیر کی بو پاتے ہیں تو اپنے چرنے کے شغل کو چھوڑ کر بچنے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن اس نے نہ یہ کیا نہ وہ بلکہ باوجود علم کے مشغول رہا اور بچاؤ کی فکر نہ کی اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم کو چاہیئے کہ جب اپنے مخالف شیر کی بو پاؤ اور آثار قضا کا مشاہدہ کرو تو اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر دعا اور بچنے کی حقیقی تدبیر میں مصروف ہونا چاہیئے تم کو معلوم ہے کہ اہل سبا کو مصیبت کیوں برداشت کرنی پڑی اس کی وجہ یہی تھی کہ انھوں نے گرگ قضا کی گرد اور اس کے آثار کا مشاہدہ کیا مگر انھوں نے حق سبحانہ کی جناب میں

رجوع نہیں کیا لامحالہ اُس گرد کے بعد ایک زبردست بھیڑیا برآمد ہوا اور غضبناک ہو کر ان بکریوں کو چیر پھاڑ ڈالا یعنی قضا الٰہی اپنا کام کر گئی اور ان کا ستیاناس کر دیا کیونکہ جو پان سے تو انھوں نے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں جو اُن کو بچانا یعنی انبیا کی بات تو مانتے ہی نہ تھے جو ان کو بچایا جا چاہیئے تھے حالانکہ انبیا نے اُن کو بہت کچھ اپنی طرف بلایا لیکن وہ نہ آئے اور اُن کو طرح طرح کی تکلیفیں دیدیکر رنجیدہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم آپ سے زیادہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور ہم خود افسر ہیں ہم کو تمہاری حفاظت اور طاعت کی ضرورت نہیں آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ تم کو بھیڑیا کھا جاوے گا اور تم آگ میں جل جاؤ گے ہم تمہارے دوست ہیں تم ہمارے ہو جاؤ سو صاحبو ہم کو بھیڑیئے کا لقمہ بننا منظور ہے مگر تم سے دوستوں کا ہونا منظور نہیں ہم آگ کا ایندھن ہونا اچھا سمجھتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی ماتحتی اور اتباع کی عار گوارا نہیں بات یہ ہے کہ حمیت جاہلیہ دماغ میں بھری ہوئی تھی اور منبر پر کو۱ بدبختی کی آواز بول گیا تھا سر پر شامت سوار تھی لہذا غرور دماغ میں بسا ہوا تھا اور بدبختی کی باتیں منہ سے نکل رہی تھیں یہ لوگ انبیا ر مظلومین کے لیئے کنواں کھودتے تھے اور اُن کے ضرر رسانی کی تدبیریں کرتے تھے لیکن بصد حسرت و افسوس خود ہی اُس کنویں میں گر رہے تھے یہ لوگ یوسف کی طرح محبوبین اہل اللہ کے کپڑے پھاڑتے تھے لیکن جو کچھ انھوں نے کیا ایک ایک کر کے اُن کے آگے آیا اہل سبا نے تو اُن یوسفوں کے ساتھ بدسلوکی کی اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ایک یوسف کو ستا رہے ہو تم سمجھے وہ یوسف کون ہے؟ وہ تمہارا قلب ہے جو بالذات طالب حق ہے اور وہ حق کی طرح تمہارے پاس پابہ زنجیر ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ تم نے ایک جبرئیل یعنی دل کو جو واسطۂ فیض ہے ستون سے باندھ رکھا ہے اور پوری کوشش سے اُس کے پر وبال اکھیڑے ہیں تمہارا دل اصالتاً طالب حق تھا اور وہ حق سبحانہ تک پہونچکر واسطہ فی الفیض بننا چاہتا ہے لیکن تمنے اُسکو اسقدر مجبور کیا ہے کہ وہ سبحانہ تک نہیں پہونچ سکتا ہے۔ نہایت بیجا بات ہے تم اُسکو غذا دکھاتے ہو کبھی تو گوسالہ بریاں اُس کے سامنے رکھتے ہو اور کبھی جائے براز پر اسے لیجا کر کھڑا کرتے ہو یعنی کبھی لذائذ جسمانیہ اُسے کھلاتے ہو اور کبھی گندی چیزوں سے اس کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری غذا تو یہی ہے حالانکہ جو غذا تم اُسکو کھلاتے ہو وہ اُسکی

اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اُس کی اصلی غذا دیدارِ حق سبحانہ ہے اس شکنجہ اور مصیبت سے پریشان ہو کر وہ حق سبحانہ سے تمہاری شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد ہے اُس بھیڑیے سے تو مجھے اس کے پنجہ سے نجات دے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ذرا اور صبر کر وہ وقت بہت قریب آگیا ہے کہ میں ہر غافل سے جس نے تجھے ستایا ہے تیرا انتقام لوں گا واقعی بات یہ ہے کہ خدائے عادل ہی انصاف کر سکتا ہے اور وہی انتقام لے سکتا ہے اُس کے سوا اور کسی میں طاقت نہیں ہے کہ اُسکا انصاف کرے خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا اب دل پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں تیری جدائی میں صبر کر سکوں۔ میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور خو اپنے اندر رکھتا ہوں لیکن یہود کے پھندے میں پھنس گیا ہوں اور ان نااہلوں کے قبضہ میں آگیا ہوں۔ میں صالح علیہ السلام کی طینت رکھتا ہوں لیکن ثمود اور گمراہوں کی قید میں ہوں پس اے انبیا کو سعادت عطا کرنے والے یا مجھے فنا کر دے یا اپنے پاس بلا لے یا خود مجھ پر تجلی فرما تیرا فراق تو اسقدر سخت ہے کہ کافر بھی اس کی تاب نہیں لا سکتے میں کیونکر تاب لا سکتا ہوں کافروں کی مفارقت کی تاب نہ لانے کی دلیل یہ ہے کہ وہ عذاب کے وقت کہیں گے یالیتنی کنت ترابا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب کو برداشت نہیں کر سکتے اور عذاب نتیجہ ہے مفارقت کا تو معلوم ہوا کہ مفارقت کی ان کو تاب نہیں۔ یا یوں کہو کہ عذاب عام ہے جو شامل ہے مفارقت کو بھی پس عذاب کی تاب نہ لانا مفارقت کی تاب نہ لانا ہے جو تجھ سے تعلق نہیں رکھتا اُس کی تو تیری جدائی میں یہ حالت ہے پھر جو تیرا ہو اُسکی کیا حالت ہوگی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تو صحیح کہتا ہے لیکن سن ذرا صبر کر صبر بہت اچھی چیز ہے ذرا خاموش رہ صبح بہت نزدیک ہے (اشارۃ الی قولہ الیس الصبح بقریب) اور تیرے اس کے پھندے سے نکلنے کا وقت آپہونچا ہے تو شور مت کر اسیر بلا آیا ہی چاہتی ہے تیری کوشش کی ضرورت نہیں میں خود کوشش کر رہا ہوں اور تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے اور میری تعلیم صبر کی تلخ دوا تیرے حلوائے طلب وصال سے بہتر ہے بس تو جا صبر کر اور خاموش رہ زبان مت ہلا بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے اُس کو بسامع قبول سن (یاد رکھو کہ یہ سوال و جواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ واقعات و اقتضائے حال کی بنا پر قائم کئے گئے ہیں) جب تجھے یہ معلوم ہوا کہ تیرا دل طالب وصال حق ہے اور تیرا اُسکو

اس اسے روکنا ظلم شدید ہے جس سے حق سبحانہ نہایت ناخوش ہوتے ہیں تو تجھکو متنبہ ہونا چاہئے
اور طلب حق کی فکر کرنا چاہیئے اور جو اشیاء تجھے حق سے جدا کرنے والی ہوں ان کو فریب اور
مکر اور دغا بازی سمجھنا چاہیئے ارسے یہ گفتگو حد سے بڑھ گئی لوٹ دیکھ تو سہی وہ دہقانی امیر کو اپنے
گھر سے لے گیا اہل سبا کے قصہ کو الگ کر اور یہ بتا کہ امیر گاؤں میں کیونکر گیا اچھا سن بات یہ ہے
کہ دیہاتی نے خوشامد کرنا اپنا شیوہ بنا لیا تھا جب ملتا یہی کہتا کہ آپ آتے ہی نہیں آپ ضرور
آیئے وغیرہ وغیرہ جس کا انجام یہ ہوا کہ امیر کی احتیاط بیہودہ ٹھہری اور وہ اس کے متواتر پیاموں سے
مغلوب ہو گیا انجام امیر کی احتیاط کا آب صاف مکدر ہو گیا اور احتیاط میں نقص واقع ہو گیا اور وہ چلدیا اس کے لڑکوں کو گھر ہی سے یہ سفر اچھا معلوم ہوا اور "اوہو ہم خوب کھیلیں گے
آہاہم خوب کھائیں گے" کے نعرے بلند کرنے لگے اس بارہ میں ان کی حالت بالکل ایسی ہی
تھی جیسے کہ نیرنگ تقدیر سے کھانے اور کھیلنے کی رغبت نے یوسف علیہ السلام کو ان کے
مہربان باپ کے سایہ سے جدا کر دیا تھا ان کو معلوم نہیں کہ یہ کھیل نہیں بلکہ جان پر کھیلنا اور مصیبت
جھیلنا ہے اور اس شریر دیہاتی کی دغابازی اور مکر و فریب ہے کہ وہ اس تدبیر سے اور راحت
کی چاٹ دیکر وطن مالوف اور راحت مرغوبہ سے جدا کرنا چاہتا ہے یہاں تم کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے
کہ جو چیز تم کو حق سبحانہ سے جدا کرے خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیوں نہ ہو کبھی اس کی طرف
التفات نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے بلکہ اس کا انجام سراسر خسارہ ہے وہ ہزار
نفع ہو لیکن اس کو اختیار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ بالیقین اس نفع سے بہت کم ہے جو حق سبحانہ
سے تعلق رکھنے سے تم کو حاصل ہونے والا ہے تقریب فہم کے لئے یوں سمجھو کہ اس نفع کی مثال
تو ایسی ہے جیسے اشرفی یا معمولی سونا اور جو نفع حق کے تعلق سے حاصل ہونے والا ہے وہ
مثل خزانہ کے ہے اور اشرفی کی خاطر خزانہ کو چھوڑنا ہرگز مناسب نہیں اب ہم ایک قصہ سناتے
ہیں جس سے تم کو عبرت ہو دیکھو حق سبحانہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کسقدر تنبیہ فرمائی
ہے اور کیسا سخت سست کہا ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ قحط سالی کا زمانہ تھا شام سے
ایک قافلہ آ گیا اس نے منادی کرائی کہ جسکو غلہ خریدنا ہو ہمارے پاس چلا آئے انھوں نے
ڈھول کی آواز سنکر خطبہ کو چھوڑا اور گیہوں خریدنے چلے گئے تاکہ اس قافلہ سے اور لوگ سستا

خرید کر زیادہ نفع سے ان کے ہاتھ نہ بیچ سکیں اور جناب رسول اللہ قریب تنہا رہ گئے کیونکہ چند آدمی اپنے خلوص پر قائم رہے تھے اور حضور علیہ السلام پر ارشاد ہوا کہ تمکو کیسے گوارا ہوا کہ رسول کو چھوڑ کر ایک سوداگر کی وصول کی آواز پر چلدو۔ تم پریشان ہو کر گیہوں کی طرف چلدیئے اور نبی کو کھڑا چھوڑ گئے تم نے گیہوں کی خاطر ایک باطل کا بیج بویا اور رسول کو چھوڑ دیا حالانکہ اُن کی صحبت اس خدا سے غافل کرنے والی شے اور مال و دولت سے بہتر ہے اب تم کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ کس حقیر شے کی خاطر تم نے کتنی بیش بہا دولت کو چھوڑا ہے غضب ہے کہ تمہاری حرص نے تمہارے اس یقین کو کہ ہم خیر الرازقین ہیں کالعدم کر دیا اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اتنی سی بات پر کسقدر تنبیہہ فرمائی گئی حالانکہ اُن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا محض عارضی تھا اور اُس کی تلافی بھی ہو سکتی تھی پھر وہ بھی خطا اجتہادی تھی نیت اُن کی بُری نہ تھی لیکن حق سبحانہ کو یہ تھوڑی اعراض بھی گوارا نہ ہوا پھر تمہارا کیا حال ہوگا کہ تم بالکل ہی حق سبحانہ کو چھوڑے ہوئے ہو اور طلب دنیا میں منہمک ہو تم خیال تو کرو جو گیہوں کو رزق دیتا ہے وہ تمہارے توکل کی قدر کیوں نہ کرے گا بڑی شرم کی بات ہے کہ تم نے گیہوں کے لیئے اس ذات کو چھوڑ رکھا ہے جس نے آسمان سے گیہوں برسائے یعنی مینہ برسایا جس سے گیہوں پیدا ہوئے بھلے مانس تو عقل میں اس بطخ کی بطخ سے تو کم نہیں جس نے باہر بلانے والے باز کو ٹکا سا جواب دیدیا تھا جسکا قصہ یہ ہے کہ ایک باز نے بطخ سے کہا کہ پانی سے نکلکر دیکھو کہ جنگل قند ریز سامنے ہیں اور وہاں کیسی کیسی نعمتیں ہیں عقلمند بطخ نے جواب دیا کہ دور ہو ہمارے لیئے پانی ہی امن و عافیت کا قلعہ ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں اس سے تم سمجھو کہ تم بطخ ہو اور شیطان باز ہے وہ کہتا ہے کہ اے بطو تم اس پانی کے قلعہ سے باہر نکلو اور اہل اللہ کو چھوڑو دیکھو تو سہی صحرائے دنیا میں کیسی کیسی عزیز نعمتیں موجود ہیں اس کا جواب اس عقلمند بطخ کیطرح تم کو یہ دینا چاہیئے کہ جایئے آپ واپس تشریف لیجائیے اور ہمارے پھانسنے کے خیال سے دست بردار ہو جیئے ہم پھنسنے والے نہیں ہیں ہم نے آپ کی دعوت چھوڑی ایسی دعوت آپ ہی کو مبارک رہے اے ہم تیرے فریب میں آنے والے نہیں تو کیا ہمیں چل دیتا ہے ہماری قند تو ہمارے قلعہ ہی میں ہے اور جس قندستان میں تو ہمیں بلاتا ہے وہ تجھ کو روزی رہے ہمیں تیرا ہدیہ لینا منظور نہیں تو ہی لے ہم نے تجھی کو دیا یاد رکھو کہ جب تک

جان ہے روزی کی کمی نہیں مثلاً جب تمہارے پاس فوج موجود ہو تو جھنڈوں کی کیا کمی کیونکہ وہ تو اس کے لوازمات میں سے ہیں یوں ہی رزق جان کے لوازمات میں سے ہے پس جان کے ہوتے ہوئے رزق نہ ملنا چہ معنی جب یہ ثابت ہوا کہ رزق لا محالہ ملیگا تو اس کی ایسی فکر چھوڑ دینا چاہیے جس سے آدمی وصول الی الحق سے محروم رہ جائے اور طلب حق کے ساتھ اور اس کی اعانت کے لیئے روزی تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ بھی طلب حق ہے اچھا اب ہم اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس محتاط امیر نے بہت کچھ عذر کئے اور اس سرکش شیطان دیہاتی سے بہت سی باتیں بنائیں یہاں تک کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے اگر میں چلا جاؤں گا تو وہ سرانجام نہ ہوسکیگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک بہت نازک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کے سرانجام ہونے کی بادشاہ کو اسقدر فکر ہے کہ میرے انتظار میں رات بھر نہیں سویا اور میں یہ کر نہیں سکتا کہ حکم شاہی کی تعمیل نہ کروں اور مجھسے یہ نہیں ہوسکتا کہ بادشاہ کے روبرو شرمندہ ہوں بادشاہ کو اس کی یہاں تک فکر ہے کہ دونوں وقت بادشاہ کا ہرکارہ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت جلد اس حکم کی تعمیل سے خلاصی حاصل کرو۔ اب تمہیں بتلاؤ کہ کیا تمہیں یہ بات گوارا ہے کہ میں گاؤں چلا جاؤں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ مجھ سے بیچین ہو جائے اور میری طرف سے پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے بعد میرے پاس اس کے غصہ کا فرو کرنے کا کچھ بھی علاج نہ ہو۔ بجز اس کے کہ میں اپنے کو زندہ درگور کردوں اور اسی قسم کے اور سیکڑوں بہانے کئے لیکن یہ تدابیر حکم حق کی ہمسری کہاں کرسکتی تھیں اور قضائے الہی کے مزاحم کیونکر ہوسکتی تھیں تقدیر الہی کی قوت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ذرات عالم والوں پیچ بنجائیں پھر بھی اس کے سامنے محض لاشئے اور بے حقیقت ہیں اس مقام پر ضمناً ہم ایک نہایت ضروری بات تجھے بتلانا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی قدر تمہید کے بعد اچھی طرح ذہن نشین ہوگی اسلیئے ہم اولاً تمہیداً کچھ کہتے ہیں اس کے بعد اصل بات کہیں گے دیکھو زمین آسمان سے بچکر کہیں نہیں جاسکتی اور وہ اپنے کو اس سے پوشیدہ نہیں کرسکتی اس کی حالت یہ ہے کہ آسمان کی جانب سے جو حادثہ اس پر واقع ہو نہ وہ اس سے بھاگ کر کہیں جاسکتی ہے نہ اس کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر اس کے پاس ہے اور نہ اس کے لیئے کوئی مامن ہے اس کی یہ حالت ہے کہ آفتاب سے اسپر آگ

پرستی ہے تو وہ سامنے ہی سر جھکاتی ہے اور اگر مینہ برسکر طوفان برپا کر دے اور اُس کے تمام شہروں کو اجاڑ دے تب بھی وہ ایوب علیہ السلام کی طرح اس کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے اور بزبان حال کہتی ہے کہ میں آپ کی مقید ہوں آپ جو چاہیں کریں جب تمہیں یہ مقدمہ معلوم ہوگیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی اصل پر غور کرو کہ تمہاری اصل کیا ہے تم زمین کا ایک حصّہ ہو لہذا تمہارے اندر وہی خصلت ہونی چاہیئے جو زمین کے اندر ہے یعنی اطاعت و انقیاد اور سرکشی اختیار نہ کرنی چاہیئے اور جب خدا کا کوئی حکم تمہارے لیئے صادر ہو خود اُسی سے امان لینا چاہیئے اور اُس سے اپنے کو کھینچنا نہیں چاہیئے جب تمنے فرمان خداوندی خلقنا کم من تراب سنا ہے اور تم کو اس کے حق ہونے کا اعتقاد بھی ہے تو تم کو محض خاکسار ہونا چاہیئے اور سرتابی نہ کرنا چاہیئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین میں بیج بویا اس نے خاکساری اختیار کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُسے رفعت عطا کی پس یوں ہی تم بھی دوبارہ خاک بنو اور خاکساری اختیار کرو تاکہ میں تم کو تمام سرداروں پر سرداری بخشوں یاد رکھو کہ خاکساری ہی رفعت کا سبب ہے دیکھو پانی اولاً اوپر سے نیچے آتا ہے اور آسمان سے زمین پر برس کر زمین میں داخل ہوتا ہے اس کے بعد اس کو پھر رفعت حاصل ہوتی ہے کہ لوگ اُس کو نیچے سے اوپر لاتے ہیں اور کنویں کھود کھود کر نکالتے ہیں پھر کنویں سے نکالکر لیتے ہیں اور دیکھو گیہوں اوپر سے زمین میں مدفون ہوا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشہ بنکر لہلہانے لگا اور دیکھو ہر میوہ کا بیج اولاً زمین میں جاتا ہے اس کے بعد اُس مدفونیت سے سر نکالتا ہے اور شاخ بنکر لد گتا ہے اور دیکھو تمام نعمتوں کی جڑ یعنی پانی وہ آسمان سے زمین میں آتا ہے اور نیچے آکر جانداروں کی غذا بنتا ہے چونکہ اس نے تواضع کی اور اوپر سے نیچے آیا اُس تواضع کا یہ نتیجہ ہوا کہ جزو انسان بنگیا اور صفات انسان کی طرح وہ بھی اس کا تابع ہوگیا یا موصوف بصفات انسان ہوگیا اور انسان کے ساتھ وہ بھی عرش سے اوپر اڑ آیا تو اس لیئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی اور آپ کے جسم میں پانی بھی موجود تھا یا یہ مطلب ہے کہ روح کے علو مرتبت سے اس کے جسم کو بھی تفوق معنوی حاصل ہوا اور اسمیں پانی موجود ہے لہذا اسکو بھی تفوق حاصل ہوا والاول اوضح اس رفعت کو دیکھکر وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اول ہم جہان زندہ عالم بالا سے پستی کی طرف آئے تھے اب ہم

پستی سے پھر عالم بالا کو چلدیئے کچھ پانی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام اجزائے عالم خواہ متحرک ہوں یا ساکن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں اور ان ذرات عالم کے ذکر و تسبیح نے آسمان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس ضمنی گفتگو سے فارغ ہو کر ہم پھر گفتگوئے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضائے الٰہی میں وہ قوت ہے کہ جب اسنے اپنا کرشمہ دکھلانا چاہا تو ایک دہقانی نے شہری کو مات کر دیا اور باوجودیکہ شہری نے ہزاروں پیش بندیاں کیں لیکن بالآخر اسکو مغلوب ہونا پڑا اور اس نے سفر کیا پھر کیا اور مصیبتیں جھیلیں اور پھر جھیلیں ہر چند کہ اس کو اپنی ثبات اور غیر متزلزل ہونے پر بہت کچھ اعتماد تھا اور گویا کہ وہ اس وصف میں وہ ایک پہاڑ تھا لیکن معمولی سے سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور قضاء الٰہی کی ایک ٹکر کا بھی انہ ٹھا واقعی بات یہ ہے کہ جب قضاء الٰہی آسمان سے نمودار ہوتی ہے تو بڑے بڑے عقلا اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ سو وہ حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں مچھلیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجود پانی کے اسقدر عزیز ہونے کے دریا کو چھوڑ کر باہر آجاتی ہیں اور جال باوجود زمین میں ہونے کے ہوا میں اڑتے ہوئے جانور کو پھانس لیتا ہے حتی کہ جن و پری شیشہ میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت بابل میں کنویں میں لٹکنے کے لیے آجاتا ہے (کما ہو المشہور) الا وہ لوگ جو قضاء سے بھاگ کر قضا ہی میں پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں نفر من القضاء الی القضاء کما قال امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ ان کو کوئی تربیع ضرر نہیں پہونچا سکتی (ف) یاد رکھو کہ تربیع اہل نجوم کی اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں کہ ایک کسی برج کے ایک خاص درجہ پر ہو اور دوسرا اس برج سے چوتھے برج کے اسی درجہ پر ہو اس وضع کو وہ نیم دشمنی کا موجب کہتے ہیں چونکہ عرفاً حوادث کو اوضاع فلکیہ کا اثر سمجھا جاتا ہے اس لیئے مولانا نے تربیع کا لفظ استعمال کیا لیکن مراد حادثہ ہے فافہم) اور یاد رکھو کہ اگر تو قضائے الٰہی کی پناہ میں نہ آجائے تو کوئی تدبیر تجھکو قضاء الٰہی سے نہیں بچا سکتی ہے۔ قضاء الٰہی کی پناہ میں آنے کے بعد دو صورتیں ہونگی اگر مصلحت خداوندی مقتضی ہوگی تو وہ قضا ہی کو رد کر دے گا اور اگر مصلحت اس کو مقتضی نہ ہوئی تو اس کی مضرت سے محفوظ رہو گے اور جسقدر مضرت پہونچے گی اس کی تلافی معاوضہ اور اجر سے کر دی جاویگی واللہ اعلم)

شرح شبیری

مکر آں فارسں چو انگیزید گرد — آں غبارت ز استعانت دور کرد

یعنی اُس سوار کے مکر نے جب کہ گرد اٹھائی تو اس غبار نے تجھے استعانت (بالفارس) سے دور کر دیا فارس سے مراد حق سبحانہٗ تعالیٰ ہیں اور گرد سے مراد اسباب ظاہر ہیں مطلب یہ ہوا کہ جسطرح کہ سوار گرد میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اسیطرح افعال حق ان اسباب ظاہر میں مخفی ہیں کہ ان اسباب پر تو نظر ہے مگر حق تعالیٰ پر نظر نہیں جس طرح کہ وہاں گرد تو نظر آتی ہے اور سوار کا پتہ نہیں اب جو لوگ کہ اسباب کو فاعل سمجھکر اُن کے دفعیہ کے در پے ہوتے ہیں اُنکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اُس گرد کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ مجھے تم اسپ سے محفوظ رکھنا بھلا بتاؤ وہ کیا محفوظ کر سکتی ہے بس اسکا علاج تو یہی ہے کہ خود فاعل حقیقی حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

سوئے فارس رو مرو سوی غبار — ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار

یعنی سوار کی طرف جا اور غبار کیطرف مت جا ورنہ وہ مکر سوار تجھے کوٹے گا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب ظاہر پر نظر مت کرو بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ پر ہی نظر کرو ورنہ اگر تم نے اسباب پر نظر کی تو یاد رکھو کہ غیرت حق جوش میں آویگی اور تم سے انتقام لیگی پھر بتاؤ کہ کیا علاج ہے

گفت حق آں را کہ ایں گرگش بخورد — دید گرد گرگ چوں زاری نکرد

یعنی حق تعالیٰ نے اُس شخص کو فرمایا کہ جسکو اس گرگ (قضا) نے کھا لیا کہ اس نے گرد گرگ کو دیکھا تو زاری کیوں نہیں کی مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اسباب قضا و بلا دیکھے تھے تو اسوقت دعا کیوں نہ کی تاکہ اُن سب کے آسیب سے چھوٹ جاتے اور ارشاد ہے کہ

او نمی دانست گرد گرگ را — با چنیں دانش چرا کرد او چرا

یعنی کیا وہ گرد گرگ کو نہ جانتا تھا پھر باوجود اس عقل کے کیوں اس نے اُس جگہ چراگاہ بنائی مطلب یہ کہ کیا اس کو آثار قضا معلوم نہ تھے استفہام انکاری یعنی معلوم تھے جب معلوم

تھے تو پھر اُن سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کی اور اُس سے بچنا وہی حضرت حق سے دعا کرنا ہے کہ لا یرد القضاء الا الدعاء آگے فرماتے ہیں کہ بفحوائے ھم کالانعام بل ھم اضل یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر اور گئی گذری حالت میں ہیں اس لیئے کہ۔

گوسفنداں بوئے گرگ باگزند / می بدانند و بہر سوئی خزند

یعنی بکریاں اُس باگزند گرگ کی بو پا لیتی ہیں اور ہر طرف چھپنے لگتی ہیں۔

مغز حیوانات بوئے شیر را / می بداند ترک می گوید چرا

یعنی حیوانات کا مغز شیر کی بو کو جان لیتا ہے تو چراگاہ کو چھوڑ دیتا ہے اور (چھپ جاتا ہے) تو دیکھو ان سب نے آثار سے معلوم کر لیا لہذا آثار ہی سے تم بھی قضا کو معلوم کر کے تضرع وزاری کیا کرو کہ یہ فائدہ ہوگا کہ اگر وہ لوٹے گی نہیں تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے مثلاً قضا میں موت ہے اور تمکو آثار سے معلوم ہوگیا تو اس کے لیئے حق تعالیٰ سے دعا کرو تاکہ اُس کے مضارع سے بچ جاؤ مثلاً یہ کہ ایمان پر خاتمہ ہو یا اور بہت سے امور ایسے ہیں جو مضر ہیں حق تعالے اُن سب سے بچا دیں گے۔

بوئے شیر خشم دیدی باز گرد / با مناجات و حذر انباز گرد

یعنی تم نے خشم حق کی شیر کی بو معلوم کر لی ہے تو اب واپس ہو اور پرہیز کے ساتھ شریک ہو جاؤ مطلب یہ کہ تم کو آثار خشم حق کے معلوم ہو رہے ہیں تو اب دعا کرو کہ اُس کے مضار سے بچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانگشتند آں گروہ از گرد گرگ / گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ

یعنی اُس گروہ (سبا) نے گرد گرگ سے احتیاط نہ کی تو گرگ مصیبت گرد کے بعد بہت بڑا ظاہر ہوا مطلب یہ کہ جب آثار قہر حق کے دیکھے تو اُن سے پناہ نہیں چاہی اور دعا نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ اُن پر بلائیں سخت سے سخت نازل ہوئیں اس لیئے کہ اُن آثار کے بعد تو بلائیں ہی تھیں جب آثار دیکھ کر اُن کا خیال نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساری بلائیں سر پر ٹوٹ پڑیں پس جب بلائیں آئیں تو انھوں نے یہ کیا کہ

بر دریدآں گوسفنداں را بخشم / کہ ز چوپان خرد بستند چشم

یعنی ان بکریوں کو غصہ میں آکر پھاڑ ڈالا جنھوں نے کہ عقل کے چرواہے سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں مطلب یہ کہ اُن بلاؤں نے جو کہ مشابہ گرگ کے تھیں اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ حضرات انبیا علیہم السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے چوپان سے مراد انبیا علیہم السلام ہیں

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند　　　خاک غم در چشم چوپاں میزدند

یعنی کتنے ہی چرواہوں (انبیا) نے اُن کو بلایا مگر وہ نہ آئے (بلکہ) غم کی خاک ان (انبیا) کی آنکھوں میں جھونکتے تھے یعنی اُن کو ستاتے تھے اور ایذا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

کہ برو ما خود ز تو چوپاں تریم　　　چوں تبع گردیم ہر یک سروریم

یعنی کہ جاؤ ہم تم سے زیادہ خود ہوشیار ہیں اور ہم تابع کیوں بنیں ہم تو خود سب سردار ہیں اور گویا کہ بزبان حال یہ کہتے تھے کہ

طعمۂ گرگیم و آن یار نے　　　ہیزم ناریم آن عار نے

یعنی ہم طعمۂ گرگ ہیں اور یار کی ملک نہیں ہیں اور جہنم کے ایندھن ہیں مگر آن عار نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ اُن کی حالت ایسی تھی گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہم کو طعمۂ گرگ بننا منظور ہے مگر کسی کے تابع نہ ہوں گے اور جہنم میں جلنا منظور ہے (نعوذ باللہ) مگر عار تابعیت کو برداشت نہ کریں گے اور بلکہ یہ تو بعض نے خود کہہ بھی دیا ہے خود ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کی ہے تو کہا تھا اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کی بوڑھیاں مجھ پر طعن کریں گی تو میں آپ کا دل مسلمان ہو کر ضرور ٹھنڈا کر دیتا لیکن مجھے بعد مرنے کے بوڑھیاں قریش کی طعن کریں گی کہ جہنم سے ڈر گیا اس لیئے مسلمان نہیں ہو سکتا (نعوذ باللہ) اب دیکھ لیں وہ لوگ جو بزرگوں سے محبت کرنے پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ دیکھیے دونوں جانب سے کسقدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے مگر بتاؤ وہ کیا کام آئی کافر ہی مرے اور ارشاد ہوا کہ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء یعنی جس کو آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے بلکہ جسکو خدا چاہے ہدایت دے خدا کے لیئے اس فخر نسب کو ترک کرو حدیث و قرآن کو دیکھو خوب کہا ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　　کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

آگے فرماتے ہیں کہ

حمیتے بُد جاہلیت در دماغ　　بانگ شومی بر دہن شاں کرد زاغ

یعنی ایک حمیت بُد جاہلیت کی اُن کے دماغ میں تھی (گویا کہ) نحوست کی آواز اُن کے منہ پر کوّا کر رہا ہے یعنی وہ اسطرح باتیں کرتے تھے گویا کہ کوّا اُن کے منہ پر بول رہا ہے چونکہ کوّے کو منحوس خیال کرتے ہیں لہذا اُس کی نحوست کو ثابت کرتے ہیں۔

بہر مظلوماں ہمی کندند چاہ　　در چہ افتادند و می گفتند آہ

یعنی مظلوموں کے لیئے کنواں کھود رہے تھے تو کنویں میں خود ہی گر گئے اور افسوس کرتے تھے

پوستین یوسفاں بشگافتند　　انچہ می کردند یک یک یافتند

یعنی یوسفوں کے پوستین کو پھاڑتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے اُس کو ایک ایک کر کے پاتے تھے مطلب یہ کہ حضرات انبیا علیہم السلام کو ستاتے تھے اور اُن کے بدلے ایک ایک کر کے پاتے تھے یہاں بعض نااہلوں کو بے فکری ہوئی کہ بس آجکل انبیا تو ہیں ہی نہیں لہذا ان کے ستانے سے تو چھوٹ گئے اور ان میں سے بعض اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں وہ تو بالکل ہی بے فکر ہو گئے کہ یہ وعید بس ہمپر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لیئے کہ ہم تو کسی کو ستاتے ہی نہیں ایسے لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ۔

کیست یوسف آں دل حق جوے تو　　چوں اسیرے بستہ اندر کوے تو

یعنی یوسف کون ہے وہ تیرا قلب حق کا تلاش کرنے والا جو کہ قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارا قلب جو کہ اصل فطرت سے حق جو ہے وہ یوسف کی طرح ہے تم نے اسی کو جو نفس کا مغلوب کر رکھا ہے اور شہوات میں اُس کو مبتلا کر رکھا ہے یہی لہذا تو یہی یوسف کی ہے تو اب تم بھی نہ چھوٹے اور فرماتے ہیں کہ

جبرئیلے را بر استن بستۂ　　پر و بالش را بصد جا خستۂ

یعنی ایک جبرئیل کو تم نے ستون سے باندھ رکھا ہے اور اُس کے پر و بال کو سو جگہ سے زخمی کر رکھا ہے مطلب یہ کہ وہ قلب جو کہ اصل فطرت کے اعتبار سے جبرئیل جیسا پاک صاف ہے اس کو تم نے نفس کی قید میں ڈال رکھا ہے اور اُس کے ملکات حسنہ کو جن سے کہ عروج

الی الحق ہوتا تم نے بالکل خراب اور کمزور کر رکھا ہے۔

پیش او گوسالہ بریاں آوری گہ کشی اوراکہ گهداں آوری

یعنی اُس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتے ہو اور کبھی خود اسکو کھینچکر بیت الخلار میں لیجاتے ہو گوسالہ اور گهدان سے مراد لذات وملکات سیئہ ہیں چونکہ ان میں بھی تفاوت ہوتا ہے کوئی کم برا اور کوئی زیادہ لہذا ایک کو گوسالہ سے اور دوسرے کو گهدان سے تشبیہ دی یعنی بعض مرتبہ تو اُس کو لذات میں مبتلا کرتے ہو اور کبھی اُسکو معاصی میں جھونکتے ہو اور بزبان حال اُس سے کہتے ہو۔

کہ بخور انیست ما را لوت و پوت نیست اورا جز لقاء اللہ قوت

یعنے کہ کہا کہ ہماری تو یہی غذا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اُس کی تو سوائے لقاء اللہ اور کوئی غذا ہی نہیں۔

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا می کند از تو شکایت با خدا

یعنی اس شکنجہ اور مصیبت سے وہ مبتلا تیری شکایت خدا سے کرتا ہے کہ۔

کائے خدا افغاں ازیں گرگ کہن گویدش نک وقت آمد صبر کن

یعنی اسے خدا اس پرانے گرگ سے فریاد ہے تو حق تعالے اُس سے فرماتے ہیں کہ اب وقت آتا ہے صبر کر۔

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر داد کہ دہد جز خدائے داد گر

یعنی (ارشاد ہوتا ہے) میں تیرا انصاف ہر بے خبر سے لوں گا (مولانا فرماتے ہیں کہ) انصاف سوائے خدائے داد گر کے اور کون دے گا۔

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا در فراق روئے تو یا ربنا

یعنے وہ قلب یہ کہتا ہے کہ اے اللہ تیرے روکے فراق میں میرا صبر جاتا رہا یعنی صبر نہیں ہوسکتا۔

احمدم وا ماندہ در دست یہود صالحم افتادہ در حبس ثمود

یعنی میں (مثل) احمد (کے) ہوں جو کہ یہود کے قبضہ میں رہا ہوا ہے اور میں (مثل)

صالح (کے) ہوں کہ ثمود کے قید میں پڑا ہوا ہوں یعنی میں تو جو فطرت اصلی کے اعتبار سے مثل اصحاب صالح کے ہوں ان نفس و شیطان کے قبضہ میں پھنس گیا ہوں اس سے چھڑا دیجئے اور دعا کرتا ہے کہ۔

اے سعادت بخش جان انبیاؑ یا بکش یا باز خوانم یا بیا

یعنی اے ذات جو کہ انبیاؑ کی جان بخش ہے یا تو مجھے مار ڈال یا بلا لے یا خود آجا۔ اس لیے کہ

با فراقت کافراں را تاب نیست این فراق اندر خور اصحاب نیست

یعنی آپ کے فراق کی تو کافروں کو بھی تاب نہیں ہے اور یہ فراق اصحاب کے تو لائق ہے ہی نہیں اس لیئے کہ کفار کو جو جہنم میں عذاب ہوگا تو اصل عذاب تو خشم حق ہی ہے کہ اُسی کی وجہ سے اُن کو عذاب محسوس ہوگا ورنہ جہنم میں جو فرشتے ہیں اُن کو بھی عذاب ہونا چاہیئے لیکن چونکہ ان کو دولت رضاء حق حاصل ہوگی لہذا اُن کو وہ نار جہنم عذاب نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ ان کے لیئے رحمت ہو جاویگی تو جب کفار کو بھی آپ کے عذاب کی تاب نہیں تو بھلا دوست تو کیا صبر کر سکتے ہیں۔

کافراں گویند در وقت عذاب ہر یکے یا لیتنی کنت تُراب

یعنی عذاب کے وقت ہر ایک کافر کہے گا کہ یا لیتنی کنت ترابا۔ تو مٹی ہونے کی جو تمنا ہوگی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اُن کو رضاء حق حاصل نہ ہوگی۔

حال او اینست کو خود زاں سوَاست چوں بود بے تو کسے کاں نو است

یعنی جو کہ اُس طرف کے لوگ ہیں ان کا یہ حال ہے تو جو کہ خود تیرے ہیں وہ بے تیرے کیسے رہ سکتے ہیں جب قلب یہ عرض کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ لیک بشنو صبر آور صبر بہ

یعنی حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اے نزہ ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن سن صبر کر اس لیئے کہ صبر بہت اچھا ہے۔

صبح نزدیک است خامش دم مزن کاندر آمد وقت بیرون آمدن

یعنی صبح نزدیک ہے خاموش رہ بول مت اس لیئے کہ باہر آنے کا وقت قریب آگیا!

یعنی نجات کا وقت قریب ہے۔

نک بلا شاں می رسد تو کم خروش　　　من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش

یعنی اب اُن کو مصیبت پہونچتی ہے تو خروش مت کر میں تیرے لیئے کوشش کرتا ہوں تو کوشش مت کر۔

کوشش من بہ ز کوششہائے تو　　　داروے تلخم بہ از حلوائے تو

یعنی میری کوشش بہتر ہے تیری کوششوں سے اور میری تلخ دوا تیرے حلوے سے بہتر ہے داروے تلخ سے مراد وہ حکم صبر ہے اور حلوہ سے مراد آرزو جلد نجات ہونے کی ہے مطلب یہ کہ جو میں کہتا ہوں اُسپر عمل کر اگرچہ کچھ ناگواری ہو۔

ہیں تحمل کن برو خاموش شو　　　کمترک جنباں زباں رو گوش شو

یعنی کہ تحمل کر اور جا خاموش رہ اور زبان کو کم ہلا (ہمہ تن) گوش رہ یعنی بس سن کر تحمل کرو اپنی رائے کو دخل مت دے مولانا نے بیاں جو اس مکالمہ کو بیان کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس و قلب دونوں کے مقتضیات کو بیان کیا جاوے کہ اُس کے مقتضیات یہ ہیں اور اس کے یہ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حیلت و مکر و دغا بازیش داں　　　ہر چہ از یار ت جدا انداز د آں

یعنی حیلہ اور مکر اور دغا بازی اُس کو جانو جو کہ تم کو یار سے جُدا کر دے اب یہ قاعدہ کلیہ بیان کر کے پھر اُس روستائی اور خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

شد ز حد ایں باز گرد اے یار گرد　　　روستائی خواجہ را در خانہ برد

یعنی یہ باتیں حد سے گذر گئیں اب اے یار گرد واپس ہو کہ روستائی خواجہ کو گھر لے گیا مطلب یہ کہ اُن کا قصہ بیان کرو

قصہ اہل سبا یک گوشہ نہ　　　آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ

یعنی اہل سبا کا قصہ ایک کونہ میں رکھو اور اُس کو بیان کرو کہ وہ خواجہ گاؤں میں کس طرح آیا۔

خواجہ کے دیہاتی کی دعوت کیلئے گاؤں میں جانیکے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملق شیوہ کرد تاکہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد

یعنی دیہاتی نے خوشامد کی عادت کرلی یہاں تک کہ خواجہ کی ہوشیاری کو غارت کردیا

از پیام اندر پیام او خیرہ شد تا زلال حزم او را تیرہ شد

یعنی وہ خواجہ پیام پر پیام سے متحیر ہوگیا یہاں تک کہ اُس کی ہوشیاری کا آبصاف تاریک ہوگیا

ہم از ینجا کودکانش در پسند زرتع و نلعب بشادی میزدند

یعنی (یہیں گھر ہی) سے اُس کے لڑکے خوشی میں زرتع ونلعب خوشی سے کر رہے تھے یعنی انھوں نے گھر ہی سے غل مچایا کہ ہم گاؤں میں جائیں گے وہ خوب خوش تھے۔

ہمچو یوسف کش بہ تقدیر عجیب زرتع و نلعب برد از ظل اب

یعنی یوسف علیہ السلام کی طرح اُن کو تقدیر عجیب زرتع ونلعب ہی سے ظل اب سے لیگئی یعنی اس کھیل کودہی کے لیئے وہ گئے تھے جو مصیبت میں پڑے تھے اسی طرح یہ حضرات چلے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں حیلہ و مکر و دغا بازیست آں

یعنی یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جاں بازی ہے اور حیلہ اور مکر و دغابازی ہے

ہر چہ از یارت جدا انداز دآں مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں

یعنی جو شے تجھے تیرے دوست سے جدا کردے اُسکو مت سنو اس لیئے کہ وہ نقصان دہ ہے

گر بود آں سود صد در صد مگیر بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر

یعنی اگرچہ وہ صد در صد بھی سود ہو وے، تو اُسے مت لو اور تھوڑے سے سونے کے لیئے خزانہ سے قطع تعلق مت کرو۔

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد گفت اصحاب نبی را گرم و سرد

یعنی یہ سنو کہ کتنا حق تعالیٰ نے زجر فرمایا اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا گرم و سرد کہا ارشاد ہے اُس قصہ کی طرف جو کہ قرآن شریف میں سورۂ جمعہ میں مذکور ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الخ تو دیکھو یہ لوگ حضور کو چھوڑ کر جو دنیا کی طرف گئے تھے اُس پر عتاب ہوا تھا آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ بر بانگ دہل در سال تنگ جمعہ را کردند باطل بے درنگ

یعنی اس لیے (زجر ہوا تھا) کہ ڈھول کی آواز پر تنگسالی میں انھوں نے جمعہ کو بے خوف خیال کر دیا جمعہ کو ترک سے مراد خطبہ کا ترک ہے اس لیے کہ یہی ہوا تھا مگر چونکہ وہ بھی ایک جزو جمعہ ہے تو اُس کو ترک کرنا گویا کہ جمعہ کو ترک کرتا ہے اور یہ اس لیے ہوا تھا کہ عرب میں اناج تھا نہیں قحط ہو رہا تھا تو شام سے اناج آگیا تھا جب صحابہ کو اطلاع ہوئی تو سب چلے گئے کہ کہیں یہاں کے سوداگر خرید کر مہنگا نہ کر دیں اس لیے جلدی سے لینا چاہا تھا اور حضور کے پاس صرف بارہ تیرہ آدمی رہ گئے تھے اُس کو بیان فرماتے ہیں کہ

تا نباید دیگراں ارزاں خرند زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند

یعنی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ ارزاں خرید لیں اور اُس کے لینے کی وجہ سے نفع ہم سے پھر لیں غرضکہ بہت لوگ چلے گئے۔

ماند پیغمبر بخلوت در نماز با دو سہ درویش ثابت پر نیاز

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین آدمیوں کے ساتھ تنہا نماز میں رہ گئے مراد قلیل ہے ورنہ بارہ تیرہ آدمی باقی رہے تھے۔

کوفت طبل لہو بازرگانئے چون تاں ببرید از ربانئے

یعنی ایک سوداگر نے طبل لہو بجایا تو اُس نے تم کو ایک اللہ والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح قطع کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔

قد فضضتم نحو قمح ہائما ثم خلیتم نبیا قائما

یعنی تم گیہوں کی طرف گھبرا کر چلے گئے اور نبی علیہ السلام کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

بہر گندم تخم باطل کاشتند — واں رسول حق را بگذاشتند

یعنی گیہوں کے لیئے تخم باطل بویا اور اُس رسول حق کو چھوڑ گئے۔

صحبت او خیر من لہو است و مال — بیں کرا بگذاشتے چشمے بمال

یعنی آپ کی صحبت تو لہو و مال سے بہتر ہے ارے دیکھ تو تو نے کس کو چھوڑا ہے ذرا آنکھ مل

خود نشد حرص شمارا ایں یقیں — کہ منم رزاق خیر الرازقین

یعنی (ارشاد ہوا کہ) تمہاری حرص کو اس کا یقین نہ ہوا کہ میں رزاق ہوں بہتر رزق دینے والوں کا۔

آنکہ گندم را کہ خود روزی دہد — کے توکلہاتت را ضایع نہد

یعنی جو ذات کہ خود گیہوں کو روزی دیتا ہے وہ تمہارے توکلوں کو کب ضایع کردے گا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں — کہ فرستادست گندم ز آسماں

یعنی گیہوں کے لیئے اُس ذات سے جدا ہو گئے جس نے کہ خود گیہوں کو آسمان سے بھیجا ہے۔

کمتر از بط نیستی آخر در آب — کو دہد مر باز داعی را جواب

یعنی تو اُس بط سے تو کم نہیں ہے جس نے کہ پانی میں باز داعی کو جواب دیا تھا۔
آگے اُس بط کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک باز کا بطوں کو پانی سے جنگل میں بلانا

باز گوید بط را کز آب خیز — تا بہ بینی دشتہا را قند ریز

یعنی باز بط سے کہتا ہے کہ پانی سے اٹھ تاکہ جنگلوں کو قند ریز دیکھے یعنی سرسبز و شاداب دیکھے۔

بط عاقل گویدش کاے باز دور — آب ما را حصن امن است و سرور

یعنی بط عاقل اُس سے کہتی ہے کہ اے باز دور ہو جا۔ پانی ہی ہمارے لیئے امن و سرور کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب

یعنی اے (لوگو جو کہ مشابہ) بط (کے ہو) شیطان باز کی طرح ہے تو ذرا اس قلعہ آب سے باہر مت نکلنا حصن آب سے مراد معیت مع الحق یعنی ذکر حق اور معیت حق کو ترک مت کرنا اس کو ترک کیا اور مرے۔

باز را گوئید رو رو باز گرد از سر ما دست دار اے پا نمرد

یعنی باز (شیطان) سے کہدو کہ جا جا لوٹ جا ہمارے سر سے ہاتھ اٹھا اے جوانمرد

ما بری از دعوتت دعوت ترا ما ننوشیم ایں دم تو کافرا

یعنی ہم تیری دعوت سے بری ہیں دعوت تجھی تو نصیب ہو اور اے کافر ہم تیرے اس دم کو نہ پئیں گے یعنی تیرے بہکانے میں نہ آئیں گے۔

حصن ما را قند قندستاں ترا من نخواہم ہدیہ ات بستاں ترا

یعنی قلعہ (ذکر حق) ہمارے لیئے قند ہے اور قندستان تجھے مبارک ہو میں تیرے ہدیہ کو نہیں لیتا باغ تجھی کو مبارک ہو اسی طرح تم ایسے عذر کردو اور کہدو کہ۔

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم چونکہ لشکر ہست کم ناید علم

یعنی جب کہ جان ہو غذا کی کیا کمی اور جب کہ لشکر ہو جھنڈوں کی کیا کمی ہے لہٰذا ہم تیری اس دعوت سے معافی چاہتے ہیں آگے پھر اُس روستائی اور خواجہ کی حکایت فرماتے ہیں

روستائی اور خواجہ کی حکایت کی طرف رجوع

خواجۂ حازم بسے عذر آورید بس بہانہ کرد با دیو مرید

یعنی اُس ہوشیار خواجہ نے بہت عذر کئے اور اُس سرکش شیطان سے بہت سے بہانے کئے۔

گفت ایندم کارہا دارم مہم گر بیایم آں نگردد منتظم

یعنی کہا کہ اس وقت مجھے بہت سے ضروری کام ہیں تو اگر میں دگانوں میں آؤں

تو وہ منتظم نہ رہیں گے۔

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است زانتظارم شاہ شب نغنودہ است

یعنی بادشاہ نے مجھے ایک بہت نازک کام بتایا ہے اور میرے انتظار میں وہ رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد من نتانم شد بر شہ روئے زرد

یعنی میں امر شاہ کو ترک نہیں کر سکتا اور میں (کام نہ کر کے) بادشاہ کے سامنے شرمندہ بھی ہونا نہیں چاہتا۔

ہر صباح و ہر مساء سرہنگِ خاص میرسد از من ہمی جوید مناص

یعنی صبح اور شام پیادہ خاص آتا ہے اور مجھ سے اس کام کی انجام دہی کو تلاش کرتا ہے

تو روا داری کہ آیم سوئے دہ تا برابر و افگند سلطان گرہ

یعنی کیا تو یہ جائز رکھتا ہے کہ میں گاؤں میں آؤں اور سلطان ابرو پر میری طرف سے گرہ ڈال لے یعنی وہ مجھ سے ناخوش ہو جاوے یا تجھے یہ منظور ہے۔

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم

یعنی اس کے بعد اس غصہ کا میں کیا علاج کروں گا بس شاید اپنے کو زندہ دفن کر دوں گا

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت حیلہ ہا با حکمِ حق نفتاد جفت

یعنی اسی طرح اس نے سیکڑوں حیلے کیے مگر حکم حق کے آگے حیلے کیا چلتے اس لیے کہ ان کی قسمت میں تو وہ مصیبت لکھی تھی جو کہ آگے بیان ہوگی تو بھلا وہ کیسے چھوٹ سکتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر شود ذراتِ عالم حیلہ پیچ با قضائے آسماں ہیچ اند ہیچ

یعنی اگر تمام ذرات عالم بھی حیلہ کرنے والے ہوں تب بھی قضائے آسمان کے آگے سب ہیچ ہیں ہیچ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں چوں کند او خویش را از وے نہاں

یعنی یہ زمین آسمان سے کب بھاگ سکتی ہے اور یہ اپنے کو اس سے کب پوشیدہ

کر سکتی ہے یعنی زمین چاہے کہ آسمان سے باہر نکل جاوے کیسے ممکن ہے۔

ہر چہ آید از آسماں سوئے زمیں نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں

یعنی آسمان سے زمین کی طرف جو کچھ بھی آوے وہ اُس سے نہ مفر رکھتی ہے اور نہ علاج اور نہ کوئی ٹھکانا۔

آتش از خورشید می بارد براو او بپیش آتشش بنہادہ رو

یعنی خورشید سے اسپر آگ برستی ہے اور وہ اُس کی آگ کے سامنے منہ رکھے ہوئے ہے

ور ہمی طوفاں کند باراں براو شہر ہا را می کند ویراں براو

یعنی اور اگر بارش اُسپر طوفان لاوے تو اُسپر شہروں کو ویران کر دے۔

او شدہ تسلیم او ایوب وار کہ اسیرم ہر چہ میخواہی بیار

یعنی وہ زمین اُس آسمان کے تابع حضرت ایوبؑ کی طرح ہے کہ میں قیدی ہوں جو چاہے مجھ پر لا جب زمین کی تواضع کی یہ حالت ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے کہ جزو این زمینی سر مکش چونکہ بینی حکم یزداں در مکش

یعنی اے وہ شخص کہ تو جزو زمین ہے سرکشی مت کر اور جب کہ تو حکم حق کو دیکھے دم مت مار

چوں خلقنا کم شنیدی من تراب خاک باشی جست از وے رو متاب

یعنی جب کہ خلقناکم من تراب تو نے سن لیا ہے تو خاک ہونا کافی ہے اس سے روتابی مت کر۔ جب تم تواضع کروگے تو اس پر ثمرات مرتب ہوں گے آگے اُن کو بیان فرماتے ہیں کہ

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم گرد خاکی و منش افراشتم

یعنی حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے زمین میں ایک تخم بویا اس نے خاکی کی تو میں نے ہی اُسکو بلند کیا تو اُسی طرح اگر تم تواضع کروگے تو تم کو حق تعالےٰ عزت دیں گے فرماتے ہیں کہ۔

حملہ دیگر تو خاکی پیشہ گیر تا کنم بر جملہ میرانت امیر

یعنی ایک مرتبہ تو خاک سے پیدا ہوئے ہی ہو (جواب) ایک مرتبہ اور خاکی اختیار کرو تا کہ میں تم کو سب امیروں پر امیر بنادوں۔ آگے اس کے ایک مثال ہے کہ

آب از بالا بہ پستی در رود انگہ از پستی بہ بالا در رود

یعنی پانی اول بلندی (یعنی آسمان) سے پستی (یعنی زمین) میں جاتا ہے اسوقت پستی سے (ڈول کے ذریعہ سے) اوپر آتا ہے اور مثال ہے کہ۔

گندم از بالا بزیر خاک شد بعد ازاں او خوشہ و چالاک شد

یعنی گندم اول اوپر سے خاک میں گیا بعد اُس کے خوشۂ چالاک ہو گیا۔

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفین بعد ازاں سرہا برآرد از زمین

یعنی ہر میوہ کا دانہ جب دفن ہوتا ہے بعد اُس کے زمین سے سر نکالتا ہے۔

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک زیر آمد شد غذائے جان پاک

یعنی تمام نعمتوں کی اصل (یعنی پانی) آسمان سے زمین پر آئی تب جان پاک انسانی کی غذا بنی۔

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر گشت جزو آدمی حے دلیر

یعنی وہ پانی تواضع کی وجہ سے جب آسمان سے نیچے آیا تو آدمی کا جزو اور زندہ اور دلیر بنگیا

پس صفات آدمی شد آں جماد برفراز عرش پراں گشت شاد

یعنی پھر وہ جماد آدمی کی صفات بنگئیں اور بلندی عرش پر خوشی پراں ہوئی۔ یعنی اُس پانی سے نباتات اوگے انکو آدمی نے پیا تو اُس کے اندر صفات پیدا ہوئیں پھر وہ آدمی بلندی عرش پر پہونچا تو یہ پانی بھی اُس کے ساتھ ہی رہا تو دیکھو کہاں کہاں پہونچگیا اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کز جہان زندہ اول آمدیم باز از پستی سوئے بالا روِیم

یعنی کہ اول جہان زندہ (عالم غیب) سے آئے تھے پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے یعنی ڈولوں سے کھینچا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جملہ اجزا در تحرک در سکوں ناطقاں کانا الیہ راجعوں

یعنی اجزاء عالم تمام حالت حرکت اور سکون میں انا الیہ راجعون بول رہے ہیں اور محققین کا مذہب یہی ہے کہ ان کی تسبیح بھی خالی نہیں ہے بلکہ قالی ہے۔

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں　　　غلغلے افگند اندر آسماں

یعنی اجزائے نہاں کے ذکر و تسبیح نے بھی آسمان میں ایک غلغلہ ڈال رکھا ہے مطلب یہ کہ بھلا جو اشیا ءکہ ذات جسم ہیں اُن کی تسبیحات تو کیوں نہ شور کریں کہ جو کہ ایسے ہیں کہ وہ نہاں ہیں اُن کی تسبیح نے بھی ایک غل مچا رکھا ہے حاصل یہ کہ تمام عالم تسبیح خواں ہے۔

چوں قضا آہنگ نیرنجات کرد　　　روستائی شہرئے رامات کرد

یعنی جب کہ قضا نے نیرنگیوں کا قصد کیا تو ایک دیہاتی نے شہری کو مات کر دیا۔ مطلب یہ کہ یہ دیکھو جب حق تعالیٰ نے عجائبات کے دکھانے کا قصد کیا تو ایک دیہاتی کے سامنے شہری کی کچھ نہ چلی

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد　　　زاں سفر در معرض آفات شد

یعنی باوجود ہزاروں ہوشیاریوں کے خواجہ صاحب ہار گئے اور اُس سفر سے معرض آفات میں پڑ گئے اس لیے کہ۔

اعتمادش بر ثبات خویش بود　　　گرچہ کہ بُد نیم سیلش در ربود

یعنی اس کو اپنے ثبات پر اعتماد تھا تو اگرچہ وہ ایک کوہ تھا مگر ایک نیم سیل اس کو لے بھاگا مطلب یہ کہ وہ اپنی عقلمندی اور ہوشیاری پر چونکہ نازاں تھا اس لیئے اس کو مات ہوئی ورنہ اگر نظر حق تعالیٰ پر ہوتی تو پھر ہرگز ایسا نہ ہوتا۔

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر　　　عاقلاں گردند جملہ کور و کر

یعنی جب کہ قضا آسمان سے سر نکالتی ہے تو عقلمند لوگ بھی سب اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور قضا وہ شے ہے کہ جب اُس کا ظہور ہوتا ہے تو کوئی شے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ماہیاں افتند از دریا بروں　　　مرغ پرّاں گردد از دامے زبوں

یعنی مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں اور اڑنے والا جانور جال سے عاجز ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر قطع نظر حکم قضا کے دیکھا جاوے تو کہاں وہ پرند اور کہاں یہ دام خاکی۔

تا پری و دیو در شیشہ شود　　بلکہ ہاروتے ببابل در رود

یعنی یہاں تک کہ دیو پری شیشہ میں بند ہو جاتی ہیں بلکہ ایک ہاروت بابل میں چلے جاتے ہیں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو مشہور ہے اب کسی کو خوف ہوا کہ بس جبکہ قضا سے بچنا محال ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں نہ طاعت نہ گناہ سب قضا ہی کی طرف سے ہے اور اُس کو کسی طرح رد نہیں کر سکتے تو اب مجبور ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت　　خون او را ہیچ تربیعے نہ ریخت

یعنی سوائے اُس شخص کے کہ قضا سے قضا میں بھاگا تو اُس کے خون کو کسی تربیع سے نہ گرایا تربیع کہتے ہیں کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اسطرح آجانا کہ ایک سے دوسرا چوتھے خانہ میں ہو اس کو اہل نجوم منحوس کہتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتے مولانا فرماتے ہیں کہ جو کہ خود قضا کی طرف یعنی صاحب القضا کی طرف متوجہ ہو جاوے اسکو تربیع ستا نہیں سکتی یعنی اس کو کوئی گزند نہیں پہونچ سکتا۔

غیر آنکہ در گریزی در قضا　　ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا

یعنی سوائے اس کے قضا سے قضا میں ہی بھاگو کوئی حیلہ تم کو رہائی نہیں دے سکتا پس قضا سے بچنے کی یہی تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ حدیث میں ہے لا یرد القضاء الا الدعاء سیر میں لکھا ہے کہ افلاطون نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر تمام آسمان کمان ہوں اور حوادث تیر ہوں اور پھینکنے والے حق تعالیٰ ہوں تو اُس سے بچکر کہاں جاوے آپ نے فرمایا کہ کمان والے کے پاس جا کھڑا ہو یعنی تعلق بحق پیدا کرے تو افلاطون بولا کہ بے شک یہ علوم نبوت ہی کے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ قضا سے بچنے کے لیئے دعا کرو اگر قضا نہ ٹلے گی تو اُس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے چونکہ یہاں کہا ہے کہ قضا سے بچنا ممکن نہیں ہے جب کہ توجہ بحق نہ ہو آگے اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔

قصهٔ اصحاب ضروان خوانده‌ — پس چرا در حیله جوئی مانده‌

حیله میکردند کژدم نیش چند — که برند از روزی درویش چند

شب همه شب می سگالیدند مکر — روی در رو کرده چندین عمرو بکر

خفیه می گفتند سرها آن بدان — تا نباید که خدا دریابد آن

با گل اندایده اسگالیده گل — دست کاری می کند پنهان ز دل

گفت الا یعلم هنالک من خلق — ان فی نجواک صدق ام ملق

کیف یغفل عن ظعین قد غدا — من یعاین این مثواه غدا

اینما قد هبطا او صعدا — قد تولاه واحصی عددا

خفیه میکردند اسرار از خدا — آن سگان جاهل از جهل و عمی

گوش کن اکنون حدیث خواجه را — کو سوی ده چون شد و دید او جزا

گوش را اکنون زغفلت پاک کن — استماع هجر آن غمناک کن

تا چها دید از بلا و از عنا — در ره ده چون شد از شهر او جدا

آن زکاتی دان که غمگین را دهی — گوش را چون پیش دستانش نهی

بشنوی غمهای رنجوران دل — فاقهٔ جان شریف از آب و گل

خانهٔ پر دود دارد پر فنی — مر ورا بگشا ز اصغا روزنی

گوش تو او را چو راه دم شود — دود تلخ از خانهٔ او کم شود

غمگساری کن تو با ما ای روی — گر بسوی رب اعلی میروی

این تردد حبس و زندانی بود — کو نه بگذارد که جان سوی رود

این بدانسو آن بدین سو می کشد — هر یکی گوید منم راه رشد

این تردد عقبۂ راہ حق است — اے خنک آنرا کہ پایش مطلق است
بے تردد می رود برراہ راست — رہ نمی دانی بجو گامش کجاست
گام آہو را بگیر و رو معاف — تا رسی از گام آہو تا بناف
زین روش بر اوج انور میرسی — اے برادر گر بر آذر میروی
نے ز دریا ترس و نے از موج و کف — چون شنیدی تو خطاب لاتخف
لاتخف دان چونکہ خوفت داد حق — نان فرستند چون فرستادت طبق
خوف آنکس راست کو را خوف نیست — غصہ آنکس راکش آنجا طوف نیست
خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت — مرغ عزمش سوے دہ اشتاب تاخت
اہل و فرزندان سفر را ساختند — رخت را بر گاو عزم انداختند
شادمانان و شتابان سوے دہ — کہ برے خوردیم از دہ مژدہ دہ
مقصد ما را چراگاہ خوش است — یار ما آنجا کریم و دلکش است
با ہزاران آرزو ما خواندہ است — بہر ما غرس کرم بنہادہ است
تا ذخیرۂ دہ زمستان دراز — از بر او سوے شہر آریم باز
بلکہ باغ ایثار راہ ما کند — درمیان جان خود ماجا کند
عجلوا اصحابنا کے تربحوا — عقل میگفت از درون لاتفرحوا
من رباح اللہ کونوا رابحین — ان ربی لایحب الفرحین
افرحوا ہونا بما آتاکم — کل آت مشغل الہاکم
شاد از وے شو مشو از غیر وے — او بہار ست و دگرہا ماہ دے
ہرچہ غیر اوست استدراج تست — گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست

شاد از غم شو کہ غم دام بقاست
اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست

غم یکے گنج است و رنج تو چو کاں
لیک کے در گیرد ایں در کودکاں

کودکاں چوں نام بازی بشنوند
جملہ با خر گور ہم تگ می شوند

اے خران کور آں سو دامہاست
در کمیں ایں سوئے خوں آشامہاست

تیرہا پراں شدہ لیکن کماں
گشتہ پنہاں از دو چشم مردماں

تیرہا پراں کماں پنہان و غیب
بر جوانی میرسد صد تیر شیب

گام در صحرائے دل باید نہاد
زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد

ایمن آباد است دل اے مردماں
حصن محکم موضع امن و اماں

گلشن خرم بکام دوستاں
چشمہا و گلستاں در گلستاں

عج الی القلب و سر یا ساریہ
فیہ اشجارٌ و عین جاریہ

دہ مرو دہ مرد را احمق کند
عقل را بے نور و بے رونق کند

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد
ایں نمی داند کہ روزی دہ دہد

قول پیغمبر شنو اے مجتبیٰ
گور عقل آمد وطن در روستا

ہر کہ روزی باشد اندر روستا
تا بماہے عقل او ناید بجا

تا بماہے احمقے در وے بود
از حشیش دہ جز اینہا چہ رود

وانکہ ماہے باشد اندر روستا
روزگارے باشدش جہل و عمیٰ

دہ چہ باشد شیخ واصل ناشدہ
دست در تقلید و حجت در زدہ

پیش شہر عقل کلی ایں حواس
چوں خران چشم بستہ در خراس

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر
ہل تو دُر دانہ تو گندم دانہ گیر

گر بدر رہ نیست ہیں بر می ستاں | گر بدانسو نیست رہ ایں سو بران

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود | عاقبت ظاہر سوئے باطن رود

اول ہر آدمی خود صورت است | بعد ازاں جاں کو جمال سیرت است

اول ہر میوہ جز صورت کے است | بعد ازاں لذت کہ معنی ویست

اولا خرگاہ سازند و خرند | ترک را زاں پس بمہماں آورند

صورتت خرگاہ و آں معنیت ترک | معنیت ملاح واں صورت چو فلک

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس | تا خر خواجہ بجنباند جرس

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند | بر ستوراں جانب دہ تاختند

شادمانہ سوئے صحرا راندند | سافروا کی تغنموا برمے خواندند

کز سفرہا ماہ کیخسرو شود | بے سفرہا ماہ کے خسرو شود

از سفر بیدق شود فرزین راد | وز سفر یابید یوسف صد مراد

روز رو از آفتاب بے سوختند | شب ز اختر راہ می آموختند

خوب گشتہ پیش ایشاں راہ زشت | از نشاط دہ شدہ رہ چوں بہشت

تلخ از شیریں لباں خوش میشود | خار از گلزار دلکش می شود

حنظل از معشوق خرما می شود | خانہ از ہمخانہ صحرا می شود

اے بسا از نازنیناں خارکش | بر امید گلعذار ماہوش

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش | از برائے دلبر مہ روئے خویش

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ | تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ

خواجہ تا شب بر دکانے چار میخ | زانکہ سروے در دلش کرد است بیخ

تاجرے دریا و خشکی می رود
آں بمهر خانه نشینے می رود

هر کرا با مرده سوداے بود
برامید زنده سیماے بود

آں درو گر رو در آورده بچوب
برامیدے خدمت مه روے خوب

برامید زنده کن اجتهاد
کو نگردد بعد روزے دو جماد

ہیں مکن مونس خسے را از خسے
عاریت باشد درو آں مونسے

انس تو با مادر و بابا کجا است
گر بجز حق مونسانت را وفا است

انس تو با دایه و لاله چه شد
گر کسے شاید بغیر حق عضد

انس تو با شیر و با پستاں نماند
نفرت تو از دبیرستاں نماند

آں شعاعے بود بر دیوارشاں
جانب خورشید وا رفت آں نشاں

بر ہر آں چیزے که افتد آں شعاع
تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع

عشق تو بر ہر چه آں موجود بود
آں ز وصف حق زر اندود بود

چوں زرے با اصل رفت و مس بماند
از زری خویشتن مفلس بماند

طبع سیر آمد طلاق او بخواند
پشت بر وے کرد و دست از وے فشاند

از زر اندود صفاتش پا بکش
از جہالت قلب را کم گوے خوش

کاں خوشی در قلبها عاریتے است
زیر زینت مایهٔ بے زینتے است

زر ز روے قلب در کاں میرود
سوے آں کاں رو تو ہم کاں میرود

نور از دیوار تا خور میرود
تو بداں خور رو که در خور میرود

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں
چوں ندیدی تو وفا از ناوداں

معدن دنبه نباشد دام گرگ
کے شناسد معدن آں گرگ سترگ

زرگماں بردند بستہ در گرہ	می شتابیدند مغرور آں بدہ
ہمچنیں خنداں ورقصاں می شدند	سوئے آں دولاب چرخے میزدند
چوں ہمی دیدند مرغے می پرید	جانب دہ صبر جامہ می درید
ہر نسیمے کز سوئے دہ می وزید	گوئیا روح رواں می پروزید
ہر کہ می آمد زدہ او سوئے او	بوسہ می دادند خوش بر روی او
کہ تو روئے یار ما را دیدۂ	پس تو جان جان ما را دیدۂ

یہاں مولانا عقیدۂ تقدیر الٰہی کو ایک قصہ سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تونے اصحاب شہر ضروان کا قصہ تو پڑھا ہی ہے پھر تو تدابیر میں پھنسکر کیوں رہ گیا ہے اور تقدیر الٰہی کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے ہاں اگر تقدیر کے تابع ہو کر تدبیر بھی کرے تو مضائقہ نہیں تقدیر کی مزاحمت میں تدبیر چہ معنی دارد قصۂ مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ ضروان کے چند مردم آزار آدمیوں نے اس کی کہ فقرا کو ان کی روزی سے محروم کریں اور باغ کے سارے پھل منہ اندھیرے اپنے گھر لے آئیں ان چند آدمیوں نے رات بھر اس فریب کی بابت کیٹی کی وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے تھے جیسے اس واقعہ کو خدا سے بھی چھپانا چاہتے ہوں غضب ہے کہ منہ اور لینے والے کے خلاف کوئی منصوبے گانٹھے یا ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرے بھلا کہیں ممکن ہے ہرگز نہیں پھر اُن کی اس کارروائی کا خدا سے پوشیدہ رہنا کیونکر ممکن تھا وہ تو کہتا ہے الا یعلم من خلق یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے والا خدا ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا خالق سے مخلوق پوشیدہ ہو سکتی ہے ہرگز نہیں پھر خدا سے کوئی چیز مخفی کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ کیسے نہ جانے گا کہ تمہاری دعا میں صدق ہے یا محض ظاہری خوشامد جب کہ وہ صدق اور تملق کو بھی جانتا ہے جو کیفیات قلبیہ میں سے ہیں تو وہ مخفی گفتگو کو کیوں نہ جانے گا اور جو اس کو جانتا ہے کہ جو آج سفر کر رہا ہے کل وہ کہاں ہو گا اور کہاں وہ بستی کی طرف اترا اور کہاں سے

بلندی کی طرف چڑھا تو وہ اُس چلنے والے سے کیسے غافل ہوسکتا ہے وہ تو اس کا متولی اور اُسپر ہر صورت سے قابض ہے اور اُسکی ہر کیفیت اُس کے احاطۂ شمار میں ہے پھر اس کے غافل ہونے کے کیا معنی بھلا دیکھو توسہی یہ جاہل کتنے اپنی جہالت اور نابینائی سے اپنے راز خدا سے چھپاتے تھے لیکن وہ نہ چھپا سکے اور خدا نے ان کی اس مشورت کے باعث باغ پر بجلی گرائی اور وہ جل بھنکر خاک سیاہ ہوگیا اور یہ دیکھنے کے دیکھتے رہگئے خیر یہ قصہ تو ختم ہوا اب اُس امیر کا قصہ سنو کہ وہ گانوں کی طرف کیونکر چلا اور اُسکو اُس کی کیسی سزا ملی تم اپنے کانوں سے عفعات کو دور کرو اور اس مبتلائے رنج و محن کے مفارقت وطن کا قصہ سنو کہ اس نے گانوں کے رستہ میں اپنے شہر سے جدا ہوکر کیا کیا مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جب تم اُس کے قصہ کو کان لگاکر سنو گے تو یہ زکوٰۃ ہوگی جو اس مصیبت زدہ کو دوگے اور تم مریض القلب لوگوں کی غموں کو اور بوجہ لذات جسمانیہ میں مبتلا ہونے کے ان کی ارواح کی غذائے روحانی سے بھوکا ہونے کی مصیبت کو تو ضرور ہی سننا غمگین شخص کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو اور اُس کے رنج کا سُن لینا گویا کہ اُس دھویں کے نکلنے کے لیئے سوراخ کھولدینا ہے پس تو اس کو سنکر اُس دھویں کے لیئے ضرور سوراخ کھولدینا جب تیرا کان اُس کی بات کا رہگذر رہنے گا تو یہ کڑوا دھواں یعنی رنج اُس کے دل سے کسی قدر کم ہو جاوے گا۔ پھر اس نکلکر اس کی طبیعت ہلکی ہو جاویگی یہاں تک مبتلائے غم کی مصیبت سننے اور اُس کی غمگساری کرنے کی ترغیب تھی اب ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے غمگساری کی ضرورت معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر تجھے حق سبحانہ کی راہ پر چلنا اور اس تک پہونچنا مقصود ہے تو ہم تجھے محض تیری خیر خواہی کے لیئے کہتے ہیں کہ تو ہم دل جلوں کا غمگسار بن اور ہماری نصیحت سن جو محض دردِ دل اور ہمدردی کی بنا پر ہے اگر تیری خیر خواہی اور تیرے ساتھ ہمدردی مدنظر ہوتی تو ہم کو اُس کے اظہار کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس میں اپنی تعریف کا شائبہ ہے لیکن اس ضرورت نے اس تحدث بالنعمت پر مجبور کیا مجھے اُس کے ماننے میں ضرور پس وپیش ہوگی لیکن ہم یہ بھی بتائے دیتے

ہیں کہ تردد بہت بڑی چیز ہے یہ جان کی قید جیلخانہ ہے کہ اُس کو یکسو نہیں ہونے دیتا اسمیں ایک خیال ایک طرف دلکو کھینچتا ہے اور دوسرا خیال دوسری طرف اور ہر ایک اس کا مدعی ہوتا ہے کہ صحیح راستہ میں ہوں اور جان کے اندر ایک کی تصویب اور دوسرے کی تخطیہ کی قابلیت ہوتی نہیں پس وہ متحیر ہو کے رہ جاتی ہے نہ ادھر کی رہتی ہے نہ اُدھر کی پس تم کو اس قید اور جیلخانہ میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے یاد رکھو کہ تردد راہ حق کی بڑی زبردست گھاٹی ہے اگر آدمی اُس سے پار ہو جائے تو بیڑا پار ہے اور اگر اسمیں پھنس گیا تو گیا گذرا ہوا ازے وہ لوگ بڑے مزہ میں ہیں جن کے پاؤں اس بیڑی سے آزاد ہیں یہ لوگ بے تردد اور بلا کسی کشمکش کے راہ حق پر چلتے ہیں پس اگر تجھے راہ حق معلوم نہیں ہے اس لیئے تو تحقیقی طور پر اسپر نہیں چل سکتا اور اپنی تحقیق سے خیال مزاحم کا تخطیہ کر کے تردد سے نہیں نجات پا سکتا تو کچھ دنوں کے لیئے ایسے لوگوں کی تقلید کر جو محفوظ ہے تردد ہیں اور اُن کے نقش قدم پر چل یہ نقش قدم تیرے لیئے بمنزلہ ہرن کے نقش قدم کے ہے جو نافہ مطلوب تک پہونچاتا ہے پس تو اُس نقش قدم کو پکڑ لے اور بے کھٹکے چلا چل انشاءاللہ ایک دن مطلوب حقیقی تک پہونچ جائے گا۔ اُسوقت کو تجھے اُسپر چلنا ناگوار ہوگا اور تو اس کو بمنزلہ آگ پر چلنے کے سمجھے گا لیکن اگر تو اُس آگ پر چلنا گوارا کرلے گا تو ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ اُسی لدکش کی بدولت ایک روز تو اوج انور اور اُس مقام عالی پر پہونچ جائے گا جو نور سے لبریز ہے اور جسوقت تو نے خطاب حق لاتخف سن لیا اسوقت تجھے نہ دریا سے خوف ہوگا نہ موج سے نہ جھاگ سے غرض نفس الامر میں تیرے لیئے کوئی خطرہ نہ ہوگا اب ہم یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ یہ خطاب کب ہوتا ہے اور آدمی اُس کو کیسے سنتا ہے پس یاد رکھو کہ یہ خطاب اُسوقت ہوتا ہے جب کہ حق سبحانہٗ کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور اُس کے سننے سے مراد ہے اس خوف سے اس خطاب معنوی پر استدلال کرنا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ خوف مثل طبق کے ہے اور بے خوفی بمنزلہ روٹی کے اور ایک کریم کا طبق عطا کرنا دلیل ہے روٹی عطا کرنے کی لہٰذا حق سبحانہٗ کا تم کو اپنا خوف عطا کرنا دلیل ہے تمام مہالک سے بے خوفی عطا کرنے

کی اس لیئے کہ خوف مہالک تو اُس کے لیئے ہے جس کو خدا کا خوف نہیں اور خون کے گھونٹ تو اُس کو پینے پڑیں گے جو یہاں طلب حق میں تگ و دو نہیں کرتا اور جس کو خدا کا خوف ہے اور جو طلب میں ساعی ہے اُس کو کیا خوف چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر اچھا اس ضمنی گفتگو کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ امیر کام میں مشغول ہوا اور سفر کی تیاری کی اور اُس نے گانوں کی جانب بہت جلد روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا اُس کے گھر کے لوگوں اور بال بچوں نے بھی سفر کی تیاری کی اور اُن کا ارادہ بھی پختہ ہوگیا اور یہ سب خوش تھے اور گانوں جانے کی بدیں خیال جلدی کر رہے تھے کہ اس خوشخبری دینے والے دیہاتی کے گانوں سے ہر قسم کا نفع اٹھائیں گے اور سمجھتے تھے کہ جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں ہمارے لیئے عمدہ چراگاہ ہے اُسمیں خوب کھائیں پئیں گے اور خوب کھیلیں کو دینگے کیونکہ ہمارا یار جو وہاں ہے وہ بڑا کشادہ دست اور دل لگی کا آدمی ہے اور جس نے ہم کو بہت آرزوں سے بلایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ہمارے لیئے سخاوت کا درخت بویا ہے تاکہ ہم اس سے یہاں تک متمتع ہوں کہ گانوں سے آئندہ جاڑے تک کا سامان شہر میں لے آئیں گے بلکہ وہ تو باغ ہی کو ہماری راہ پر قربان کر دے گا اور وہاں پہونچنے کی خوشی میں گو ہمارے حوالہ کر دے گا اور اپنے دل میں ہم کو جگہ دے گا یارو جلدی چلو کہ یہ نفع جلدی حاصل ہو وہ تو یہ خیال خام پکا کر خوش ہو رہے تھے اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ بس یاد نہ اتراؤ اس نفع پر لات مارو اور حق سبحانہ کے منافع سے منتفع ہو کہ حقیقی منافع وہی ہیں حق سبحانہ دنیوی منفعتوں پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہاں جو نعمتیں حق سبحانہ نے تم کو عطا کی ہیں یا آئندہ عطا کریں انپر اعتدال کے ساتھ خوش ہو اعتدال کی اس لیئے ضرورت ہے کہ ہر نعمت کے اندر ایک فکر کا پہلو بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ تمکو اپنے اندر مشغول کر کے حق سبحانہ سے غافل کر سکتی ہے لہذا اس پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے اور فرحت محضہ میں مصروف نہ ہونا چاہیئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق سبحانہ ہی ہیں جن کے ملنے پر فرحت محضہ ہونی چاہیئے اور کوئی ایسی شئے نہیں۔ لہذا کامل خوشی تم کو اُسی کے

ملنے کی ہونی چاہیئے اور کسی کے ملنے پر فرحت تامہ نہ ہونی چاہیئے۔ اس لیے کہ وہ بہار
کے مشابہ ہے اور دیگر اشیاء مانند خزاں کے اُس سے طرح طرح کے ثمرات منافع
اور خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور اوروں سے رنج وغم ضرر و نقصان۔ اس کے علاوہ
جتنی چیزیں ہیں خواہ بادشاہت اور تخت وتاج ہی کیوں نہ ہو سب ذریعہ امتحان ہیں اور ان
سے حق سبحانہ کو بندوں کی آزمائش اور اُن کی استعداد مخفیہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ
ہمسے زیادہ محبت کرتا ہے یا اُن چیزوں سے لہذا کوئی چیز بھی خوشی کے قابل نہیں پس
اگر حق سبحانہ کا غم محبت نصیب ہو تو وہ خوش ہونے کی چیز ہے کیونکہ اور سب غم
مار ڈالنے والے ہیں لیکن یہ غم جالب بقا ہے اور اس سے حیات ابدی اور فرحت
سرمدی حاصل ہوتی ہے تم کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ غم حیات ابدی و فرحت سرمدی کا سبب
کیونکر ہو سکتا ہے لیکن تم کو یقین کرنا چاہیئے کہ واقعی یہاں کی یہی حالت ہے۔ اور یہاں
پستی ہی میں بلندی ہے تم جتنے پست ہوگے اتنے ہی اوپر جاؤ گے یاد رکھو کہ تمہارا مطلق
رنج ایک کان زر ہے اور اُس کا ایک حرف ایک خزانہ لیکن اُس کو وہی سمجھ سکتا ہے
جس نے آزمایا ہو اور تم جو لونڈوں کی طرح ناتجربہ کار ناقص العقل اور مبتلائے لہو لعب
ہو تمہارے دل کو یہ بات نہ لگے گی کیونکہ تمہاری حالت تو بالکل بچوں کی سی ہے جسطرح
بچوں کی حالت ہوتی ہے کہ جہاں انھوں نے کھیل کا نام سنا اور گورخر کی طرح دوڑ پڑے
یوں ہی تم بھی خیالی خوشی کے لیئے دوڑے چلے جا رہے ہو لیکن ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اے اندھے گدھو کدھر سے جا رہے ہو وہاں بہت سے جال لگے ہوئے اور
اس طرف بہت سے خون آشام چھپے ہوئے ہیں لوگو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے آگے فرماتے
ہیں کہ لوگوں کی غفلت کی وجہ یہ ہے کہ تیر حوادث تو چل رہے ہیں لیکن کمانِ قضا لوگوں
کی نظروں سے مخفی ہے اس لیئے وہ ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ
کسی قادر انداز تیر افگن کے چلائے ہوئے ہیں تیر حوادث کے چلنے اور کمان کے مخفی
ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بڑھاپے کے تیر جوانی پر چلتے ہیں کہ یہاں بھی تیر چل
رہے ہیں اور کمان مخفی ہے دیکھو دن بدن قویٰ کے اندر اضمحلال آتا جاتا ہے اعضاء

کمزور ہوتے جاتے ہیں صحت کے اندر نقصان آتا جاتا ہے اور یہ تمام آثار ہیں بڑھاپے
کے لیکن بڑھاپا ابھی ظاہر نہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تمکو صحرائے گل کے سفر کو
چھوڑنا چاہیئے اور صحرائے دل کے سفر میں مشغول ہونا چاہیئے اور اس کی صفائی میں منزلیں
طے کرنا چاہیئے کیونکہ صحرائے گل سے مشکل حل نہ ہو گی لوگو تمہیں دل کی حقیقت معلوم نہیں
یہ وہ بستی ہے جہاں کوئی خطرہ نہیں اور ایک مضبوط قلعہ اور نہایت امن وامان کی جگہ ہے
پس اے گانوں کے باغ کے طالبو یہ شاداب باغ جو اہل اللہ کو ملا ہے جو تمہائے معرفت
کا معدن اور گلہائے رنگا رنگ حقائق و معارف سے پٹا پڑتا ہے تم اُس کی سیر کو آؤ اسمیں
واردات غیبیہ کے اشجار قائم ہیں اور فیوض ربانی کے چشمے جاری ہیں گانوں جاکر کیا
لوگے گانوں جانے میں علاوہ اور نقصانات کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اسمیں جاکر
آدمی احمق ہو جاتا ہے نہ اس کی عقل میں نور رہتا ہے نہ رونق تم گانوں اس لیئے جاتے
ہو کہ گانوں کو روزی دینے والا سمجھتے ہو لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ روزی دینے والا رزاق
عالم ہے پس تم جانے کے ارادہ کو فسخ کرو اور گانوں کے باغ کو چھوڑو اور گلشن قلب
اہل اللہ کی طرف آؤ دیکھو وہاں جاکر تمہاری ہی سی عقل بھی جاتی رہے گی کیونکہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو گانوں میں رہتا ہے اُس کی عقل ماری جاتی
ہے وہ کوڑ مغز اور کودن ہو جاتا ہے جو شخص ایک دن گانوں میں رہ لیتا ہے ایک
مہینے تک اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہوتی بلکہ ایک مہینہ تک حماقت اس کے اندر موجود
رہتی ہے بات یہ بھی یہی کہ کودن پن و حماقت کے سوا گانوں کے گھاس پات سے
اور کوئی بات چل ہی کیا سکتی اور جو شخص ایک مہینہ تک گانوں میں رہتا ہے اُس کی
جہالت و کوری ایک عرصہ دراز تک باقی رہتی ہے تم جانتے ہو کہ اس گفتگو سے ہمارا
اصلی مقصد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ دو قسم کے ہیں بعض مشابہ ہیں گانوں کے اور بعض
مشابہ ہیں شہر سے جو گانوں سے مشابہ ہیں وہ مشائخ ہیں جو قال تو رکھتے ہیں مگر حال
نہیں رکھتے وہ محض علوم و معارف کو استدلالی طور پر جانتے ہیں مگر واصل نہیں ہیں
لہذا وہ بمنزلہ مقلد کے ہیں ایسے لوگوں سے سالکین کو بچنا چاہیئے کیونکہ جو مشائخ

محقق اور صاحب عقل کلی مشابہ بشہر ہیں اُن کی عقل کل کے سامنے ان ناقصین کے حواس
ایسے ہی ہیں جیسے گدھوں کی آنکھیں باندھ کر گدھا چکی میں جوت دیا جاوے پس
جسطرح وہ اٹکل پچو چلتے ہیں یونہی یہ بھی چلتے ہیں وہاں بصارت بصار ہیاں بصیرت
نہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا میاں اگر یہ دقائق تیری سمجھ میں نہیں آئے
اور حقیقت تک تیری رسائی نہیں تو لے ہم صورت قصہ ہی تجھے سناتے ہیں تو ان موتیوں
کو چھوڑ اور گیہوں کے دانے لے اگر موتیوں تک تیری رسائی نہیں نہ سہی ہم تجھے گیہوں
ہی کے دانے دیتے ہیں وہی لے اور اگر تو حقیقت کی طرف نہیں چلتا نہ سہی صورت ہی
کی طرف چل اور ظاہر افسانہ ہی سُن ظاہر اگرچہ فی نفسہ ٹھیک نہیں لیکن اس حیثیت سے
وہ بھی اچھا ہے کہ مفضی الی الباطن ہے اور اول ظاہر ہوتا ہے اُس کے بعد باطن
اور حقیقت و معنی حاصل ہوتے ہیں مثلاً آدمی اولاً ایک گوشت کا لوتھڑا اور صورت تھا
مگر اُس کے بعد اُس میں جان پڑ گئی جو جمال سیرت ہے نیز ہر میوہ اولاً صورت ہوتا ہی
اس کے بعد اُس میں مزہ پیدا ہوتا ہے جو اسکا معنی اور حقیقت ہے علی ہذا اولاً خیمہ
قائم کرتے ہیں اُس کے بعد کسی بڑے شخص مثلاً ترک کو اس میں مہمان رکھتے ہیں پس
خیمہ چونکہ اول تھا صورت ہے اور ترک جو بعد ہے وہ اُسکا معنی اور مقصد نیز معنی ایسے
ہیں جیسے ملاح اور صورت ایسی ہے جیسے کشتی پس جس طرح ملاح بحیثیت ملاح ہونے
کے بغیر کشتی کے نہیں ہوسکتا یوں ہی معنی بدون صورت کے نہیں ہوسکتے اور جسطرح
اولاً کشتی ہوتی ہے پھر ملاح یوں ہی اول صورت ہوتی ہے پھر معنی لیکن یاد رکھنا چاہیئے
کہ صورت میں افضاء الی المعنی کی وجہ سے حسن آیا ہے پس اگر کہیں صورت ہی مقصود ہو
اور وصول الی المعنی مد نظر نہ ہو تو اُس میں کوئی خوبی نہیں اب سامع گھبرا کر کہتا ہے کہ خدا
کے لیئے تھوڑی دیر کے لیئے بیان حقائق کو چھوڑیئے اور امیر کے گدھے کو گھنٹی بجانے
دیجیئے یعنی وہ بیچارہ تیار کھڑا ہے لیکن چل نہیں سکتا ذرا چلا دیئے بھی تو سہی کہ چلنے
میں گھنٹی بجے پس مولانا مخاطب کی درخواست کو منظور فرما کر فرماتے ہیں کہ اچھا سنو
امیر اور اُس کے بال بچے تیاری کر کے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گانوں کی جانب

روانہ ہو گئے وہ خوش خوش جنگل کی جانب گھوڑے بڑھاتے جاتے تھے اور مسافروں
کے نغمہ ایمنی سفر کر دتا کرتم دولت لوٹو گے جاتے تھے اور سفر کے فضائل بیان کرتے تھے
کہ سفر ہی سے آدمی کیخسرو (بادشاہ اور دولتمند) ہوتا ہے اور بدون سفر کے چاند خوش رو
اور مہ کامل نہیں بنتا سفر سے پیادہ شطرنج فرزین بن جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف
علیہ السلام کو سیکڑوں مرادیں حاصل ہوئیں ان خیالات کی بنا پر وہ سفر کر رہے تھے
اور دن بھر دھوپ میں اپنا منہ جلاتے تھے اور رات کو ستاروں کی رہنمائی پر چلتے تھے
وہ برا رستہ اُن کی نظر میں خوشنما ہو گیا تھا اور گانوں پہونچنے کی خوشی میں وہ رستہ
باوجود مکروہ ہونے کے بہشت کی طرح مرغوب ہو گیا تھا اور ایک مکروہ شئے کا مرغوب
ہو جانا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ شیریں لبوں کے منہ سے جو ناگوار بات نکلتی ہے یا اور کوئی
کڑوی شئے اُن سے حاصل ہوتی ہے وہ پسندیدہ ہو جاتی ہے گلزار کی بدولت خار بھی
پسندیدہ ہو جاتا ہے معشوق اگر حنظل دے تو وہ چھوہارے کے مانند لذیذ ہو جاتا ہے
بیوی اگر ساتھ ہو تو جنگل گھر بن جاتا ہے ارے دیکھو بہت سے نازنین اور نازک بدن
اپنی گلعذار اور ماہوش محبوبہ کے لیئے خوشی سے مصائب جھیلتے ہیں اور بہت سے
حمالوں کی پیٹھ اپنی مہر و دلبر کی بدولت زخمی ہو جاتی ہے لوہارنے محض اس لیئے کہ رات
کو آکر اپنی چاند سی کا منہ چومے گا اپنے حسن و جمال کو برباد کر کے دھونئیں سے اپنا منہ
کالا کر لیا ہے ایک شخص اپنے کو دوکان کا پابند کر دیتا ہے اور وہاں سے ہل نہیں
سکتا کیوں محض اس لیئے کہ ایک سرو قد بیوی نے اُس کے دل میں جگہ کر رکھی ہے
ایک تاجر زمین کا گز بن گیا ہے اور تری و خشکی کو روند ڈالا ہے یہ سفر وہ ایک خانہ
نشین بیوی کی محبت میں کر رہا ہے غرض کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب
کی تحصیل کے لیئے ناگوار شئے کا گوارا اور مکروہ کا مرغوب ہو جانا کچھ بعید نہیں اب تم اس
سے ایک اور بھی نتیجہ نکالو وہ یہ کہ جس کو کسی بیجان شئے سے تعلق ہے وہ کسی زندہ نما
کے لیئے مثلاً بڑھئی جو لکڑی کی درستی میں مصروف ہے وہ اس لیئے کہ اس کے ذریعہ
سے ایک دلکش مہ رو کی خدمت کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو سمجھنا چاہیئے کہ

حقیقی زندہ حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں اُس کے سوا جتنے زندہ ہیں وہ زندہ نہیں بلکہ زندہ نما ہیں بس ہر شخص کو اُسی کے وصال کے لئے اور اسی کی خدمت و اطاعت کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے کیونکہ اور تو چند روز کے بعد مردہ ہو جائیں گے مگر وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ لہٰذا حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہیں بس تم اپنی پست ہمتی سے کسی ذلیل کو مونس نہ بناؤ اس لیے کہ اس کی مونسی صرف چند روزہ ہے بلکہ حق سبحانہ سے دل لگاؤ جس کی مونسی ابدی ہے دیکھو سب سے زیادہ ماں باپ تمہارے مونس تھے اور سب سے بڑھکر تم کو ان سے اُنس تھا لیکن بتاؤ کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی اُنس قائم رہ سکتا ہے تو وہ تمہارا انس آج کہاں ہے نیز اگر کوئی خدا کے سوا بھی دائمی طور پر معین و مددگار بن سکتا ہے تو بتاؤ تمہاری مددگار دایہ اور غلام کہاں ہیں اور ان کے ساتھ جو تم کو انس تھا وہ کہاں ہے پس معلوم ہوا کہ حق کے سوا کسی کے ساتھ انس قائم نہیں رہ سکتا علیٰ ہذا القیاس نفرت کی بھی یہی حالت ہے مثلاً شیر و پستان سے تم کو کس درجہ اُنس تھا لیکن آج نہیں اور مکتب سے تم کو کس بلا کی نفرت تھی مگر اب نہیں اب اُس کی وجہ پر غور کرو کہ تم کو انس کیوں ہوا تھا اور کیوں زائل ہو گیا اصل وجہ یہ ہے کہ مصنوعات کی مثال ایسی ہے جیسے دیوار اور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے خورشید اور یہ مثال محض تقریب کے لیئے ہے وللہ المثل الاعلیٰ پس جس طرح دیوار کی روشنی آفتاب کا پرتو ہوتی ہے اور بالآخر آفتاب کی طرف منجذب ہو جاتی ہے یونہی مصنوعات کے کمالات کمالات حق سبحانہ کا ظل ہیں اور ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں بس تمہاری مونس اشیاء کے کمالات بھی ظل و پرتو کمالات حق سبحانہ تھے ان کی بنا پر تم کو انس ہوا تھا اور بعد کو وہ حق سبحانہ کی طرف راجع ہو گئے تو انس بھی جاتا رہا غرض جس چیز سے تمکو محبت ہوتی ہے اُس کا منشا وہی پرتو ہے جب وہ پرتو کسی شے پر پڑتا ہے تو تم اُس پر عاشق ہو جاتے ہو اور جس موجود سے تم کو عشق ہوتا ہے وہ کمال حق سبحانہ کے پرتو سے مثل ملمع کی ہوئی شے کے ہوتی ہے اور جب وہ پرتو اور ملمع اپنی اصل

کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور وہ خالص تا نبارہ جاتی ہے اور اپنی ملمع سے خالی ہو جاتی ہے تو اُسوقت اُس سے تمہارا جی بھر جاتا ہے اور تم اُس کو دھتا بتاتے ہو اور اُس سے منہ پھیر لیتے اور دست بردار ہو جاتے ہو پس اس بنا پر تمہارا فرض یہ ہے کہ اُس کے ملمع کی ہوئی صفات سے تعلق منقطع کر دو اور جہالت سے کھوٹے کو کھرا نہ کہو اس لیے کہ اُن کھوٹوں کے اندر جو کھرا پن ہے وہ چند روزہ ہے اور اُس کی زینت کے تحت میں انتہائی بھدا پن چھپا ہوا ہے اور یہ جو ملمع ہے یہ بھی قائم نہ رہے گا بلکہ ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائیگا اس لیئے تم کو بھی اُس اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جس کی طرف وہ راجع ہوتا ہے یاد رکھو کہ یہ نور اس دیوار پر قائم نہ رہے گا بلکہ اپنی اصل یعنی آفتاب حقیقی کی طرف راجع ہوگا ایسی حالت میں تمہارا فرض یہ ہے کہ تم بھی خورشید ہی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ مناسب یہی ہے اور دیوار پر عاشق ہو جانا بالکل نامناسب اور نازیبا ہے اس کے بعد ہم دوسرے عنوان سے تم کو سمجھاتے ہیں دیکھو مخلوق میں جو کمالات ہیں اُن کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور حق سبحانہ کے کمالات کی مثال آب بارش کی سی پس جب تم یہ دیکھتے ہو کہ پرنالہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود محتاج ہے بارش کا تو تم کو آسمان سے پانی لینا چاہیئے یعنی کمالات حق سبحانہ کو اختیار کرنا چاہیئے یاد رکھو کہ جب بھیڑیوں کو پھانسنے کے لیئے جال لگایا جاتا ہے تو اُسمیں ایک دنبہ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اُس کو دیکھکر اُسمیں پھنس جاوے لیکن وہ دنبہ کی اصلی جگہ نہیں ہوتی۔ لیکن بھیڑیا تو اسکو سمجھتا نہیں اور اس کے لالچ میں پھنس جاتا ہے یونہی کمالات مخلوق اپنی اصلی جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ عارضی اور ذریعہ امتحان ہیں لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے اور اُن پر فریفتہ ہو کر دام شیطانی میں پھنس جاتے ہیں جب یہ سُن چکے تو اب اصل قصہ سنو وہ بیوقوف گانوں کی طرف جارہے تھے اور حصول منافع کو اتنا ہی یقینی سمجھتے تھے جیسا کہ اشرفیاں گرہ میں بندھی ہوئی ہیں اور اس بنا پر ان کا حصول یقینی ہے غرض وہ اسی طرح خوش خوش اور شاداں و فرحاں جارہے تھے اور اُس رہٹ کی طرح چکر کھارہے تھے ان کی بیتابی کی یہ حالت

تھی کہ جب کوئی پرندہ گانوں کی طرف اڑتا تھا تو بیتاب ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی طرح ہم اُس سے پہلے پہونچ جائیں اور اس قدر شغف بڑھا ہوا تھا کہ گانوں کی طرف سے آنے والی صبا سے ان کی جان میں جان آتی تھی اور جو شخص گانوں کی طرف سے آتا ہوا ملتا تو فرط محبت سے اُس کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ تو نے ہمارے یار کو دیکھا ہے تو گویا کہ ہماری جان کی جان کو دیکھا ہے۔

شرح شبیری

قصہ اصحاب ضروان کا اور ان کے اس حیلہ کرنے کا کہ فقیروں کو بے دئے ہوئے میوے توڑ لاویں۔

قصہ اصحاب ضرواں خواندۂ پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ

یعنی اصحاب ضروان کا قصہ تم نے (قرآن میں) پڑھا ہے پھر حیلہ جوئی کے اندر کیوں رہے ہوئے ہو ضروان ایک گانوں کا نام ہے یمن میں اُن کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے باغ میں سے فقراء کو بھی میوے دیا کرتا تھا اور زیادہ حصہ ان ہی لوگوں کو دیتا تھا جب وہ مرگیا تو اُس کی اولاد نے اس کو لغو سمجھا مگر چونکہ ایک عادت پڑ رہی تھی تو سمجھے کہ اگر صبح کو توڑنے کے واسطے گئے تو فقرا جمع ہو جاویں گے اس لئے خوب سویرے سے توڑنے چلے تاکہ سویرے ہی لا کر گھر میں بھر لیں چونکہ رات سے قصد تھا اور حق تعالیٰ کو علم تھا ہی لہٰذا رات کو ایک بجلی آئی اور باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا تو دیکھو انھوں نے مقابلہ تقدیر کا کرنا چاہا تھا مگر اُس کے سامنے عاجز رہے اور سارا مال کھو بیٹھے اِس قصہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ

حیلہ می کردند کژدم نیش چند کہ برند از روزئ درویش چند

یعنی چند کچھ جیسے ڈنگ والے لوگ حیلہ کر رہے تھے تا کہ چند درویشوں کی روزی لیجاویں

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر　　روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر

یعنی رات کو ساری رات وہ مکر سوچ رہے تھے کئی ایک عمرو بکر منہ سے منہ ملائے ہوئے یعنی آہستہ آہستہ۔

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں　　تا نیابد کہ خدا در یا بد آں

یعنی وہ لوگ خفیہ اسرار بیان کر رہے تھے (گویا کہ یہ سمجھتے تھے) کہ کہیں خدا نہ سن لے یعنی اُن کی حالت ایسی تھی کہ گویا کہ وہ سمجھ رہے تھے اُن کی ایسی مثال تھی جیسے کہ۔

با گِل اندا نبیدہ اسگالید گل　　دست کارے میکند پنہاں ز دل

یعنی مٹی گوندھنے والے کے ساتھ مٹی (امور مخالف) سوچے یا ہاتھ کوئی کام دل سے پوشیدہ کر کے کرنا چاہے تو یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح اُن کے یہ اسرار حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کیف لا یعلم ھواك من خلق　　ان فی نجواك صدق ام ملق

یعنی جس نے کہ تجھے پیدا کیا ہے وہ تیری خواہشوں کو کس طرح نہ جان لے گا کہ آیا تیری سرگوشی میں صدق ہے یا کذب ہے۔

کیف یغفل عن ظعین دغدا　　من یعاین این مثواہ غدًا

یعنی مسافر خوش سے وہ شخص کس طرح غافل ہو سکتا ہے کہ اُس کے ٹھکانے کو آج ہی دیکھ رہا ہے کہ کل کہاں ہے مطلب یہ کہ جسکو مسافر کے سفر اور قیام گاہ سے سب سے پہلے ہی خبر ہے وہ بھلا اُس سے غافل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں وہ تو اس کی ساری نشست و برخاست سے واقف ہوگا تو اسی طرح حق تعالیٰ ہماری ساری باتوں سے واقف ہیں اُن سے پوشیدہ ہو کر کہاں جاوینگے

اینما قد ھبطا و صعدا　　قد تولاہ و احصی عددا

یعنی وہ مسافر جہاں اُترا ہے اور جہاں چڑھا ہے وہ خبردار اُس کے پیچھے ہے

اور اُس کے تمام حالات کو احصا کئے ہوئے ہوتا ہے۔

آں سگاں جاہل از جہل و عمی خفیہ می کردند اسرار از خدا

یعنی وہ کتے جاہل اپنے جہل اور اندھے پن کی وجہ سے اسرار کو حق تعالیٰ سے پوشیدہ کرتے تھے یعنی اُن کی ظاہر حالت سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ مگر آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قضاء و قدر پر غالب نہ آسکے بلکہ وہی غالب رہی اس قصہ کو یہیں ختم کر کے آگے پھر خواجہ صاحب کی خبر لیجاتی ہے فرماتے ہیں کہ

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را کو سوئے دہ چوں شد و دید او جزا

یعنی اب ذرا خواجہ کی بات سنو کہ وہ گانوں میں کسطرح گیا اُس نے کس طرح بدلا پایا

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن استماع ہجر آں غمناک کن

یعنی کان کو اب غفلت سے پاک کر کے اُس غمناک کی مصیبت کو سنو

درر ہ دہ چوں شد از شہر او جدا تا چہا دید از بلا و از عنا

یعنی تاکہ (معلوم ہو کہ) اس نے کیا کیا بلا اور مصیبت گانوں کے رستہ میں دیکھی جب کہ وہ شہر سے جدا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو تم کو اُس کے سننے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ فضول نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بھی فائدہ اور ثواب ہیں اس لیئے کہ جب تم غمگین کی داستان سنو گے تو اُسمیں یہ فائدہ ہوگا کہ اُس کا دل ہلکا ہو جاوے گا اور وہ تنگی اُس کے قلب سے دور ہو جاوے گی تو اُسمیں ایک تو تطییب قلب مومن ہے دوسرے یہ فائدہ ہے کہ اگر اس غم کے زائل ہونے سے اُسکا قلب بشاش ہوا اور اُس کی وجہ سے اس کو مشغولی بحق ہو گئی تو چونکہ اُس کے سبب تم نے ہو لہٰذا ماجور ہو گے لہٰذا ضرور ہے کہ غمگین کی بات کو غور سے سنو آگے مولانا تھوڑی دور تک اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

گوش را چوں پیش دستانش نہی تا زکاتے داں کہ غمگیں را دہی

یعنی تم جو غمگین کی داستان پر کان رکھ رہے ہو اور سُن رہے ہو اُس کو یوں سمجھو کہ زکوٰۃ دے رہے ہو۔

بشنوی غمہائے رنجوران دل فاقۂ جان شریف از آب و گل

یعنی رنجور دلوں کے غمونکو سنو جن کی جان شریف کو آب وگل سے فاقہ ہے یعنی اُن کو جو اس آب وگل میں پھنسنے کی وجہ سے اور ترددات میں ابتلا کی وجہ سے جان شریف کی اصل غذا نہیں ملتی اس لئے وہ رنجور ہیں تو تم سے اگر وہ بیان کریں اُن کی بات سنکو کہ وہ اُس سے سبک دل ہو جاویں گے اور پھر مشغول بحق ہوں گے تو تم اُس کے سبب ہو گے اور ماجور ہو گے اُن کی یہ حالت ہے کہ

خانۂ پُر دود دار د پُر فنے مر ورا بکشا ز اصغا روزنے

یعنی ایک پُر فن ایک گھر دھویں سے بھرا ہوا رکھتا ہے تو تم اُسمیں کان لگانے کا ایک روزن کھولدو مطلب یہ کہ اُسکا قلب جو گھٹ رہا ہے اُس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو تو اگر اُس گھر میں ایک روشندان لگا دیا جاوے تو وہ سارا دھواں نکل جاوے اسی طرح اگر تم اُس کی ساری داستان سن لو گے تو ایسا ہو گا گویا کہ تم نے ایک روزن اُس کے قلب میں لگا دیا اور وہ سارا غبار اُس سے نکل گیا سبحان اللہ خوب مثال ہے۔

گوش تو اورا چو راہ دم شود دودِ تلخ از خانۂ او کم شود

یعنی تمہارا کان اُس کے لیئے سانس کا رستہ ہو جاوے گا اور وہ تلخ دھواں اُس کے گھر میں سے کم ہو جاوے گا یعنی تمہارا اُس لینا جب کہ روشن دان کی طرح ہے تو تمہارا کان اُس کے سانس لینے کا روزن ہو جاوے گا اور اُس کا قلب بہت ہلکا ہو جاویگا اور پھر وہ مشغول بحق ہو گا تو اسکے سبب بننے کا ثواب تمہیں بھی ملیگا اب آگے شیخ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ

غمگساری کن تو باما ای روی گر بسوئے رب اعلیٰ میروی

یعنی اے سیراب اگر تو حق تعالےٰ کی طرف جا رہا ہے تو ہماری بھی غمگساری کر اور ہماری بھی خبر لے۔

این تردد حبس و زندانے بود کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود

یعنی یہ تردد ایک حبس اور زندان ہے جو کہ جان کو ایک طرف ہونے نہیں دیتا۔

این بدین سو واں بدانسو میکشید　　ہر کسے گو یدمنم راہ رشد

یعنی ایک اس طرف کو اور دوسرا اُس طرف کو کھینچ رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے کہ میں راہ ہدایت ہوں چونکہ تردد میں تو یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف دل ہوتا ہے اس لیئے کہتے ہیں کہ دل اِدھر ہوتا ہے نہ اُدھر بس بیچ میں ڈانواں ڈول ہے خبر لو۔

این تردد عقبۂ راہ حق است　　اے خنک آنرا کہ پایش مطلق است

یعنی یہ تردد راہ حق کی گھاٹی ہے اور وہ شخص اچھا ہے جسکا پاؤں ان سے چھوٹا ہوا ہے یعنی جس کو کہ تردداۃ نہیں بڑا اچھا ہے اور اُس کی یہ حالت ہے کہ۔

بے تردد می رود بر راہ راست　　رہ نمی دانی بجو گامش کجا است

یعنی وہ راہ راست پر بے تردد کے چلا جا رہا ہے تو اگر راہ نہیں جانتا تو اُس کا نشان قدم تلاش کر لے کہ کہاں ہے مطلب یہ کہ جو علائق اور ترددات سے چھوٹا ہوا ہے بس وہ سیدھے راستہ پر بے تکلف چلا جا رہا ہے تو اگر تم کو خود بصیرت نہیں ہے تو اس راست رو کا اتباع ہی کرو کہ اسی طرح منزل مقصود تک پہونچ جاؤ گے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

گام آہو را بگیر و رو معاف　　تا رسی از گام آہو تا بناف

یعنی گام آہو کو پکڑ لو اور عافیت کے ساتھ چلے جاؤ تا کہ تم گام آہو سے نافہ تک پہونچ جاؤ مطلب یہ کہ اگر تم کو نافہ کی تلاش ہے اور اُس کے متلاشی ہو تو آہو کے نشان قدم پر چلے چلو اسی سے تم کو نافہ ملجاوے گا تو اسی طرح ان حضرات کی اتباع سے تم کو دولت عقبیٰ حاصل ہو جاوے گی

زین روش بر اوج انور می رسی　　اے برادر گر بر آذر میروی

یعنی اس چال سے اوج انور تک چلے جاؤ گے اے بھائی اگر چہ آگ پر چل رہے ہو مطلب یہ کہ اگر چہ اسوقت مجاہدہ و ریاضت کرنا گویا آگ پر چلنا ہے مگر اسی سے تم کو اوج انور کی روش حاصل ہو جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف چوں شنیدی تو خطاب لاتخف

یعنی نہ دریا سے ڈرو اور نہ موج وکف سے جب کہ تم نے لاتخف کا خطاب سن لیا ہے مطلب یہ کہ جب کہ تم کو حق تعالیٰ کی طرف سے لاتخف کا خطاب ہے تو پھر تم کسی شے سے کیوں ڈرتے ہو اور خطاب لاتخف اس طرح ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون اور جو کہ اولیاء کا دوست ہو اور اُن کا محب ہو وہ بھی اسی میں داخل ہے لہٰذا ہر شخص کو لاتخف کا خطاب ہو گیا لیکن مولانا اس کو اور طرح سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ

لاتخف داں چونکہ خوفت داد حق نان فرستد چوں فرستادت طبق

یعنی جب کہ حق تعالے خوف دیں تو تم لاتخف جانوں اس لیئے کہ جب طباق بھیجا ہے تو روٹی بھی بھیجے گا مطلب یہ کہ جب تم کو خوف ہو تو سمجھ لو کہ اب خطاب لاتخف ہو رہا ہی اس لیئے کہ ایسی مثال سمجھو کہ جیسے جب آقا طبق بھیجتا ہے تو روٹی بھی دیتا ہے تو جب تم کو خوف دیا ہے تو اُس کے اندر خطاب لاتخف بھی ضرور ہے۔

خوف آنکس راست کو را خوف نیست غصہ آنکس راکش اینجا طوف نیست

یعنی خوف تو اس کو ہے (یہاں) خوف نہیں ہے اور غصہ اُس کے لیئے ہے جسکو کہ اس جگہ سرگشتگی نہیں ہے مطلب یہ کہ جس کو دنیا میں خدا کا خوف نہیں ہے اس کو آخرت میں خوف ہو گا اور جو کہ یہاں خوف میں ہیں وہ انشاءاللہ وہاں خوش اور بے خوف ہوں گے خیر چونکہ اوپر کہا تھا کہ خواجہ کا قصہ بیان کرو تو آگے اُن کا قصہ بیان کرتے ہیں اور یہ بیچ میں اور مضمون کچھ مناسبت سے آ گیا تھا۔

خواجہ کا گانوں کی طرف مہمانی کے لیئے روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت

یعنی میاں نے کام شروع کیا اور سامان کیا اور ان کے ارادہ کا جانور گانوں

کی طرف چلا یعنے خوب شوق میں سامان کر کے جلدی جلدی روانہ ہوئے۔

اہل و فرزنداں سفر را ساختند   رخت را بر گاو عزم انداختند

یعنی اہل و عیال نے سفر شروع کیا اور اسباب کو قصد کے بیل پر لاد دیا یعنی اسباب کو سواری میں لادکر روانہ ہو گئے۔

شادماناں وشتاباں سوئے دہ   کہ برے خوردیم از دہ مژدہ دہ

یعنی خوش اور جلدی گانوں کی طرف جارہے تھے اور بزبان حال کہہ رہے تھے گویا ہمنے مژدہ دینے والے گانوں سے پھل کھا ہی لیا اور کہتے تھے کہ

مقصد ما را چرا گاہ خوش است   یار ما آنجا کریم و دلکش است

یعنی ہمارا منزل مقصود ایک عمدہ چراگاہ ہے اور ہمارا دوست کریم اور دلکش وہاں موجود ہے۔

با ہزاراں آرزو ما خواندہ است   بہر ما غرس کرم بنہادہ است

یعنی ہزاروں آرزو سے اس نے ہمیں بلایا ہے اور ہمارے لیے کرم کا درخت اس نے لگا رکھا ہے۔

تا ذخیرہ دہ زمستان دراز   از بر او سوئے شہر آریم باز

یعنی تاکہ گانوں کی چیزیں جاڑے کے طویل موسم کے لیئے اس کے پاس سے شہر کی طرف لاویں گے مطلب یہ کہ گانوں سے خوب ذخیرہ لاویں گے مثلاً لکڑی گیہوں وغیرہ وغیرہ خوب بھر کر لاویں گے یہ منصوبے سوچتے جارہے تھے اور سوچتے تھے کہ۔

بلکہ باغ ایثار راہ ما کند   درمیان جان خود ما جا کند

یعنی بلکہ ہمارے اوپر باغ کو فدا کر دے گا اور اپنی جان میں ہماری جگہ کرے گا یعنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے گا اور کہتے تھے کہ۔

عجلوا اصحابنا کے تربحوا   عقل میگفت از دروں لاتفرحوا

یعنی اے ہمارے ساتھیو جلدی کرو تاکہ نفع حاصل کرو اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی

کہ ذرا اتراؤ مت۔

من رباح اللہ کونوا ابجین ان ربی لا یحب الفرحین

یعنی حق تعالیٰ کے نفع سے نفع حاصل کرو اس لیئے کہ میرا رب اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا مطلب یہ کہ یہ کیا نفع دنیاوی پر مر رہے ہو حق تعالیٰ کے پاس جو نفع ہے اُس کو حاصل کرو۔

افرحوا ھونا بما آتاکم کل آت مشغل الھاکم

یعنی شئے کہ تم کو ملی ہے اُس پر اعتدال سے خوش ہو اس لیئے کہ ہر آنے والا مشغل ہے کہ لہو میں تم کو ڈالدیا ہے حدیث میں ہے احبب حبیبک ھونا ما عسی ان یکون بغیضک یوما ما وابغض بغیضک ھونا ما عسی ان یکون حبیبک یوما ما یعنی دوست سے دوستی بھی اعتدال سے کرو شاید کبھی دشمن ہو جاوے (تو تمہارے اسرار پر مطلع ہو کر زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے) اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کرو شاید وہ کبھی دوست ہو جاوے (تو پھر کیا منہ دکھاؤ گے) تو مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کہہ رہی تھی کہ ذرا فرح اعتدال پر رکھو آپے سے باہر مت ہو جاؤ۔

شاد از وے شو مشو از غیر وے کو بہارست و دگر ہا ماہ دے

یعنی حق تعالیٰ سے خوش ہو اور دوسروں سے خوش مت ہو اس لیئے کہ وہ تو مثل موسم بہار کے ہیں اور باقی اور سب ماہ خزاں ہیں لہذا حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور اُن کی نعمار پر خوش ہو۔

ہر چہ غیر اوست استدراج تست گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست

یعنی اس کے سوا اور جو ہے سب تیرے لیئے استدراج ہے اگرچہ تیرا تاج و تخت اور ملک ہی ہو سب معقل ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور امتحان ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شاد از غم شو کہ غم دام بقاست اندریں رہ سوئے پستی ارتقا ست

یعنی غم سے خوش ہو کیونکہ غم جالب بقا ہے اور اس راہ میں پستی کی طرف عروج

ہے مطلب یہ کہ غیر اللہ سے خوش مت ہو بلکہ اگر غم آوے تو اُس سے خوش ہو کہ یہاں کا غم وہاں کے اجر کا موجب ہے اور اگر یہاں پستی اور تواضع اختیار کرو گے تو وہاں کا عروج حاصل ہوگا تو دیکھو یہاں پستی میں عروج ہے۔

غم یکے گنج است و رنج تو چکاں لیک کے در گیرد ایں در کودکاں

یعنی غم ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور تمہارا رنج مثل معدن کے ہے لیکن اس بات کو بچے کیا جانیں یعنی جو نادان ہیں وہ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ غم کیا شے ہے ورنہ غم ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کا اجر حق تعالیٰ کے یہاں عظیم ہے غم یکے میں تعظیم کے لیئے ہے آگے بچوں کی عادت بتاتے ہیں کہ۔

کودکاں چوں نام بازی بشنوند جملہ با خر گور ہم تگ می شوند

یعنی بچے جب کھیل کا نام سُن لیتے ہیں تو سارے گورخر کے برابر دوڑ میں ہو جاتے ہیں یعنی خوب چست و چالاک ہوتے ہیں اسی طرح جو نادان ہیں وہ اس دنیاوی لذات اور خوشی کو سنکر خوش ہوتے ہیں اور اصلی خوشی کی اُن کو خبر بھی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خراماں کور ایں سو داماست در کمیں ایں سوئے خوں آشاماست

یعنی اسے اندھے چلنے والے اسطرف جال ہیں اور اسطرف کمین میں خون کے پیاسے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے حقیقت سے اندھے تو جو خوش خوش جارہا ہے اور اسطرف سلامتی سمجھے ہوئے ہے ارے اس طرف تو تیرے خون کی پیاسی چیزیں ہیں اسطرف یعنی دنیا کی طرف مت جا اور اسمیں مشغول مت ہو۔

تیر ہا پراں شدہ لیکن کماں گشت پنہاں از دو چشم مرداں

یعنی تیر تو اڑ رہے ہیں اور کمان پوشیدہ اور غائب ہے اور جوانی پر سیکڑوں تیر بڑھاپے کے پڑ رہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو جوانی پر جو یہ بڑھاپے کا اثر ہے اور روز بروز طاقت کم ہو رہی ہے آخر یہ کیا بات ہے یہ وہی حادث ہیں مگر نظر تو اُسپر چاہیئے کہ جس نے ان حادث کو پیدا کیا ہے۔

گام در صحرائے دل باید نهاد زانکه در صحرائے گل نبود کشاد

یعنی قدم صحرائے دل میں رکھنا چاہیئے اس لیئے کہ صحرائے گل میں تو کشادگی نہیں ہے یعنی ان ظاہری جنگلوں میں تو فراخی اور کشادگی حقیقی نہیں ہے لہذا انکو ترک کرو اور صحرائے دل میں قدم رکھو اور قلب کی سیر کرو کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎ ستمست اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو و سمن در آ تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بہ چمن در آ اور امیر خسرو فرماتے ہیں کہ ؎

ما غریباں را تماشائے چمن درکار نیست داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

اور فرماتے ہیں کہ۔

ایمن آباد است دل اے مرد ماں حصن محکم موضع امن و اماں

یعنی اے لوگو دل ایک ایمن آباد ہے (کہ جہاں کچھ خوف ہے ہی نہیں) اور ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و امان کی جگہ ہے اور دل وہ شئے ہے کہ۔

گلشن خرم بکام دوستاں چشمہا و گلستاں در گلستاں

یعنی دل ایک عمدہ گلشن موافق مقصد دوستوں کے ہے اور اسمیں چشمے ہیں اور گلستاں در گلستاں ہیں یعنی علوم و معارف کے باغ کھل رہے ہیں۔

عُج الی القلب و سر یا ساریہ فیہ اشجارٌ و عین جاریہ

یعنی اے (قافلہ) چلنے والے قلب کی طرف متوجہ ہو کہ اسمیں (علوم و معارف کے) باغ ہیں اور چشمہ جاریہ ہیں۔

دہ مرو دہ مرد را احمق کند عقل را بے نور و بے رونق کند

یعنی گانوں میں مت جاؤ کیونکہ گانوں انسان کو احمق بنا دیتا ہے اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے دہ سے مراد ماسوا اللہ ہے مطلب یہ کہ ادھر ادھر ماسوا اللہ سے دل مت لگاؤ بلکہ بس اُس ایک ہی طرف دل لگائے رکھو اسی میں سب کچھ ہے ورنہ اگر ادھر طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو عقل بے رونق ہو جاویگی۔

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد این نمیداند کہ روزی دہ دہد

یعنی میاں جانتے ہیں کہ روزی گانوں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ روزی دینے والا دیتا ہے مطلب یہ کہ میاں کو تو خیال ہے کہ ہمارے باغ ہیں گانوں ہیں زمین ہیں اور ان ہی سے روزی ملتی ہے اور یہ خبر نہیں کہ روزی روزی دینے والا یعنی حق تعالیٰ دیتے ہیں لہذا چاہیئے کہ ماسوی اللہ پر بھروسا اور اعتبار مت کرو بلکہ توکل بحق ہونا ضروری ہے۔

قول پیغمبر شنو اے مجتبےٰ — گور عقل آمد وطن در روستا

یعنی اے برگزیدہ شخص حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنو کہ (فرمایا کہ) گانوں میں گھر ہونا کوری عقل ہے اشارہ ہے اُس حدیث کی طرف جو کہ صحاح میں ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من تسکن البادیۃ جفا یعنی جو کوئی جنگل میں رہے وہ سخت دل ہو جاتا ہے اور سخت دلی ایک بہت بڑی کوری قلب ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ روزی باشد اندر روستا — تا بماہے عقل او نابد بجا

یعنی جو کوئی ایک دن گانوں میں رہے اُس کی عقل ایک ماہ تک ٹھکانہ پر نہیں آتی

ہر کہ در رستا کند روزی وشام — تا بماہے عقل او نبود تمام

یعنی جو کوئی گانوں میں ایک صبح و شام گذارے اُس کی عقل ایک ماہ تک پوری نہیں ہوتی۔

تا بماہے احمقی با او بود — از حشیش دہ جز اینہا چہ رود

یعنی احمقی ایک ماہ تک اُس کے ہمراہ رہتی ہے اور وہ گانوں کے گھاس میں سوائے اس کے اور کیا لے گا۔ مطلب یہ کہ وہاں کے گھاس پھونس سے تو بے وقوفی اور جانورپن ہی آتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانکہ ماہے باشد اندر روستا — روزگارے باشدش جہل و عمیٰ

یعنی اور جو شخص کہ ایک مہینے تک گانوں میں رہے تو اُس کو ایک زمانہ تک جہل و عمی رہے گا اول تو اس میں بھی شبہ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بعض سرزمین

کی خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہاں جا کر آدمی بیوقوف ہو جاتا ہے ایسے قصے
بعض قصبات کے ہر جگہ مشہور ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے اطراف میں کاندھلہ و
انبیٹھہ اور پورب میں گرسی علیٰ ہذا اور قصبات ہیں تو اسی طرح گانوں کی آب و ہوا
میں خاصیت کم عقل کر دینے کی ہونا تعجب نہیں ہے لیکن مولانا نے گانوں سے ایک
اور لطیف امر مراد لیا ہے جسکو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

دہ چہ باشد شیخ واصل ناشدہ　　　دست در تقلید و حجت در زدہ

یعنی گانوں کیا ہے وہ شیخ ہے جو کہ واصل نہ ہوا ہو اور ہاتھ تقلید و حجت میں مارے
ہوئے ہو مطلب یہ کہ جو شیخ کہ کامل نہیں ہے وہ اُن لوگوں کے آگے جنکو کہ بصیرت حاصل
ہے مثل مقلد کے ہے کہ اُس کو صرف علم تقلیدی حاصل ہوتا ہے اور دیگر جہال کی نسبت
سے وہ مدلل ہے تو ایسا شخص جو کہ اصطلاحات وغیرہ سے تو واقف ہو لیکن کامل نہ ہو
وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص مقلد اور مجتہد دونوں نہ ہو تو ایسا شخص یقیناً گمراہ اور گمراہ
کن ہوگا تو اسی طرح یہ شخص بھی گمراہ کن ہے سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

پیش شہر عقل کلی ایں حواس　　　چوں خران چشم بستہ در خراس

یعنی عقل کامل کے سامنے یہ حواس مثل آنکھ بندھے ہوئے گدھوں کے ہیں جو کہ
چونہ چکی میں ہوتے ہیں حواس سے مراد عقل ناقص اور عقل کل سے مراد عقل کامل
مطلب یہ کہ عقل کامل یعنی شیخ کامل کے آگے یہ شیوخ ایسے ہیں کہ جیسے گدھے کو
چونہ چکی میں آنکھیں باندھکر لگا دیا جاتا ہے اور وہ گھومتا رہتا ہے اور اُس کو یہ خبر بھی
نہیں ہوتی کہ کہاں جا رہا ہے اور صبح سے شام تک چلتا ہے اور پھر وہیں کا وہیں
اسی طرح شیخ ناقص سلوک طے کر رہا ہے اور جہاں تھا وہیں رہتا ہے آگے قصہ
کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر　　　رو ہیل دُردانہ گندم دانہ گیر

یعنی اس کو ترک کرو اور افسانہ کی صورت کو اختیار کرو اور دُردانہ کو ترک کرو اور گندم
دانہ کو لو مطلب یہ کہ ان باتوں کو جو کہ مثل دُردانہ کے ہیں یعنی علوم و معارف کے بیان

کو ترک کر دو اس لیئے کہ اُن کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا اسپر اکتفا کرکے اُس قصۂ خواجہ کو جوکہ مشابہ گندم دانہ کے ہے بیان کرو مولانا کو ان باتوں کے ترک کرنے کو بھی ذرا دیر چاہیئے اس لیئے کہ یہ باتیں تو مثل طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہیں لہذا آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر بدُرّ رہ نیست ہین بر می ستاں گر بداں سو نیست رہ ایں سو براں

یعنی اگر موتی کو حاصل نہیں کر سکتے تو گیہوں ہی لے لو اور اگر اُس طرف جانے کا رستہ نہیں ہے تو (سواری کو) اسی طرف کو چلاؤ مطلب یہ کہ اگر اسرار و معانی کے بیان کرنے کی تاب نہیں ہے تو یہ قصہ ہی بیان کرو کہ اسمیں بھی جبکہ نیت غمخواری ہو ثواب ملنے کی امید ہے۔

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود عاقبت ظاہر سوئے باطن رود

یعنی اُس کے ظاہری کو لو اگرچہ ظاہر کج ہوتا ہے انجام کار ظاہر باطن کی طرف لے جاتا ہے یعنی اس ظاہر سے رسائی باطن کی طرف ہو جاتی ہے۔

اول ہر آدمی خود صورت است بعد ازاں جاں کو جمال سیرت است

یعنی ہر آدمی کا شروع صورت ہی ہے اور اُس کے بعد جان ہوتی ہے جو کہ سیرت کی جمال ہے۔

اول ہر میوہ جز صورت کے است بعد ازاں لذت کہ معنی وے است

یعنی ہر میوہ کی ابتدا بجز صورت کے اور کیا ہے اور اُس کے بعد لذت ہے جو کہ اسکا مقصود ہے۔

اول آ خرگاہ سازند و خرند ترک را زاں پس بہ مہماں آورند

یعنی اول خرگاہ درست کر لیتے ہیں اور خرید لیتے ہیں اور ترک کو بعد اُس کے مہمانی میں لاتے ہیں تو دیکھو صورت ہی موصل الی المعنی والمقصود ہوا کرتی ہے لہذا صورت کو اختیار کرنا بھی مضر نہیں ہے بلکہ موصل ہے ہاں صرف صورت میں رہ جانا مضر ہے مگر جو صورت سے مقصود معنی ہوں تو کچھ بھی مضر نہیں ہے آگے

فرماتے ہیں کہ

صورتت خرگاہ وآں معنی چو ترک ۔۔۔ معنیت ملاح وآں صورت چو فلک

یعنی تمہاری صورت خرگاہ ہے اور وہ جان ترک ہے اور تمہاری جان ملاح (کی طرح) ہے اور صورت کشتی ہے تو اگر اول خرگاہ اور کشتی نہ ہوگی تو ترک اور ملاح کو جگہ کہاں مل سکتی ہے اس لیۓ صورت پر نظر معنی کے لیۓ کرنا مفید ہے ہاں صرف صورت ہی صورت کو لینا مضر ہے کہ وہ حاجب عن المقصود ہو جایا کرتی ہے پس اس کو بیان کر کے آگے خواجہ کی روانگی کو پھر بیان کرتے ہیں ۔

خواجہ اور اُس کے کنبہ کا گانوں کی طرف چلنا

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس ۔۔۔ تا خر خواجہ بجنباند جرس

یعنی (مولانا اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ) خدا کے لیۓ ایک لمحہ کے لیۓ اس بیان اسرار کو ترک کر دو تا کہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلا دے مطلب یہ کہ وہ چلنے کو تیار ہوں یعنی اس کو ترک کر دو اُن کی روانگی کو بیان کرو خیر آگے بیان کرتے ہیں ۔

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند ۔۔۔ بر ستوں را جانب دہ تاختند

یعنی خواجہ اور اس کے بچوں نے سامان کیا اور بیلوں پر گانوں کی جانب چلے

شادمانہ سوۓ صحرا راندند ۔۔۔ سافروا کے تغنموا می خواندند

یعنی یہ لوگ جنگل کی طرف خوش خوش چلے اور کہہ رہے تھے کہ سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل ہو ۔

کز سفرہا بندہ کے خسرو شود ۔۔۔ بے سفرہا ماہ کے خسرو شود

یعنی کہ سفروں کی وجہ سے غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں اور بے سفر کے چاند کب خوشرو ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب آپس میں کہہ رہے تھے کہ سفر بہت عمدہ چیز ہے

اس سے چاند خوب صورت اور غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں لہٰذا ہمکو بھی سفر کرنا چاہئے

از سفر بیذق شود فرزیں رلد وز سفر یابید یوسف صد مراد

یعنی سفر ہی کی وجہ سے بیذق فرزین بزرگ ہو جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام نے سیکڑوں مرادیں پائیں کہ دیکھو بادشاہ بن گئے غرضکہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

روز رو از تاب خور می سوختند شب ز اختر راہ می آموختند

یعنی دن کو تو خورشید کی تابش سے مُنہ جلایا کرتے تھے اور رات کو ستاروں سے راستہ سیکھا کرتے تھے مطلب یہ کہ بیچارے رات دن چلتے تھے۔

خوب گشتہ پیش ایشاں راہ زشت از نشاط دہ شدہ رہ چوں بہشت

یعنی اُن کے سامنے وہ راہ زشت (شوق کی وجہ سے) خوب ہو گئی تھی اور گانوں کے شوق کی وجہ سے راہ بہشت کی طرح ہو گئی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تلخ از شیریں لباں خوش می شود خار از گلزار دلکش می شود

یعنی شیریں لبوں کی وجہ سے تلخ شیریں ہو جاتا ہے اور گلزار کی وجہ سے خار بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

حنظل از معشوق خرما می شود خانہ از ہمخانہ صحرا می شود

یعنی معشوق کی وجہ سے حنظل بھی خرما ہو جاتا ہے اور صحرا بیوی کی وجہ سے گھر ہو جاتا ہے۔

اے بسا از نازنیناں خارکش بر امید گلعذارے ماہوش

یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ نازنینوں کی وجہ سے خارکش ہیں اور ایک ماہوش گلعذار کی امید پر سب کچھ سہتے ہیں۔

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش از بلائے دلبر مہ روئے خویش

یعنی بہت سے حمال ایک اپنے دلبر مہرو کی مصیبت کی وجہ سے پشت زخمی ہو گئے ہیں۔

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ　　　تا کہ شب آید بوسد روئے ماہ

یعنی آہنگر نے اپنے جمال کو سیاہ کر رکھا ہے تا کہ رات کو آ کر اپنے چاند سے ٹکڑے کا منہ چوم لے۔

خواجہ تا شب بر دکانی چار میخ　　　زانکہ سروے در دلش کردست بیخ

یعنی خواجہ رات تک ایک دوکان پر محبوس رہتا ہے اس لیئے کہ ایک سرو نے اُس کے دل میں جڑ پکڑ رکھی ہے۔

تاجرے دریا و خشکی می رود　　　آں بہر خانہ شینے میرود

یعنی ایک تاجر دریا و خشکی میں چلتا ہے وہ ایک خانہ نشین کی محبت میں چل رہا ہی خانہ شینے مخفف ہے خانہ نشینی کا۔

ہر کرا با مردہ سودائے بود　　　بر امید زندہ سیمائے بود

یعنی جس کو کہ مردہ کے ساتھ کوئی خیال ہوتا ہے وہ کسی زندہ سیما کی امید پر ہوا کرتا ہے۔

آں درودگر روئے آوردہ بچوب　　　بر امید خدمت مہ روئے خوب

یعنی وہ بڑھئی جو توجہ لکڑی کی طرف کرتا ہے تو ایک عمدہ مہ رو کی خدمت کی امید پر کرتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بر امید زندہ کن اجتہاد　　　کو نگردد بعد روزے دو جماد

یعنی ایک زندہ کی امید پر کوشش کر کیونکہ وہ بعد دو روز کے جماد نہ ہو جاوے گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے لیئے کوشش کرو کہ وہ زائل ہونے والا نہیں ہے۔

مونسے مگزیں خسے را از خسی　　　عاریت باشد درو آں مونسی

یعنی کسی خس کو خسی کی وجہ سے مونس مت بناؤ اس لیئے کہ وہ مونسی صرف عاریتی ہے

انس تو با مادر و بابا کجاست　　　گر بجز حق مونسانت را وفاست

یعنی تیرا انس ماں باپ کے ساتھ کہاں ہے اگر سوائے حق کے تیرے کسی مونس کو وفا ہے مطلب یہ کہ اگر سوائے خدا کے اور کوئی بھی وفادار مونس ہے

تو یوں بتاؤ کہ تمہارے ماں باپ کی محبت کہاں گئی یعنی سب مر گئے اور سب کی محبت غائب ہو چکی۔

انس تو با دایہ و لالہ چہ شد گر کسے شاید بغیر حق عضد

یعنی تیری مونسی دایہ اور لالہ کے ساتھ کیا ہوئی اگر کوئی سوائے حق کے ساتھ مدد چاہیے۔

انس تو با شیر و با پستاں نماند نفرت تو از دبیرستاں نماند

یعنی تیری محبت دودھ اور پستان کے ساتھ نہ رہی اور تیری نفرت مکتب سے نہ رہی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ۔

آں شعاعے بود بر دیوارشاں جانب خورشید وا رفت آں نشاں

یعنی وہ دیوار پر شعاعیں تھیں تو خورشید کی جانب وہ نشان چلتے ہوئے مطلب یہ کہ یہ ساری محبتیں صرف ظلی اور عارضی تھیں اور صرف پرتو حق تھا کہ تھوڑی دیر میں سب زائل ہو جاتا ہے اور وہ نور جاتا رہتا ہے۔

بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع

یعنی جس شئے پر کہ وہ شعاع پڑتی ہے اُسی پر عاشق ہو جاتا ہے اے شجاع اور اُس اصل کو نہیں دیکھتا کہ جس کا یہ ظل اور پرتو ہے۔

عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود آں ز وصف حق ز راندود بود

یعنی تیرا عشق ہر اُس شئے پر جو موجود تھی وہ وصف حق کی وجہ سے زراندود تھا یعنی تیرا عشق جو ان اشیاء ظلیہ کے اوپر ہے یہ صرف اس لیے ہے کہ اوصاف حق ان میں متجلی ہیں ورنہ خود ان میں کچھ نہیں ہے اور صرف یہ ملمع ہے ورنہ اصل نہیں ہے

چوں زرے با اصل رفت و مس بماند وز زری خویشتن مفلس بماند

یعنی جب کہ زری اصل کے ساتھ ملگئی تو تانبا رہ گیا اور سونے پن سے مفلس رہ گیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ کمال عارضی جاتا رہا اور اصل کی طرف راجع ہو گیا تو اب جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے کچھ بھی نہ رہا۔

طبع سیر آمد طلاق اورا براند　　پشت بروے کرد و دست ازوے فشاند

یعنی اب اُس سے طبیعت سیر ہو گئی اور اُسکو طلاق دیدی اور اُسپر پشت کر کے اُس سے ہاتھ جھاڑ دیا۔ یعنی اب جب کہ اُس سے وہ حسن عارضی زائل ہو گیا اُسکو ترک کر کے بیٹھ رہے کوئی پوچھے کہ آج وہ محبت اور الفت کہاں گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ سب عارضی تھا۔

از زر اندود صفاتش پا بکش　　از جہالت قلب را کم گوے خوش

یعنی اُس کی ان ملمع کی صفات سے پاؤں کھینچ لو اور جہالت کی وجہ سے قلب کو بہت خوش مت کرو۔ مطلب یہ کہ بہت زیادہ ان عارضی اشیاء پر جان مت دو بلکہ سبکو غیر مقصود سمجھو اس لیے کہ۔

کاں خوشی در قلبہا عاریتی است　　زیر زینت مایۂ بے زینتی است

یعنی اس لیے کہ وہ خوشی قلوب کے اندر عاریتی ہے اور زینت کے نیچے اسباب بے زینتی کے ہیں مطلب یہ کہ یہ اشیاء فانیہ جو ظاہر میں اچھی معلوم ہو رہی ہیں یہ بالکل عاریت ہیں کہ چند روزہ ہیں اور پھر کچھ بھی نہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی خوب عمدہ اطلس کے خوان پوش کے نیچے غلاظت بھری ہو کہ باہر سے تو اچھا معلوم دے رہا ہے مگر اُس کی حقیقت جو ہے وہ بعد کھلنے کے معلوم ہو گی لہذا ان چیزوں کو کسی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اصل مقصود حق تعالےٰ کو سمجھو کہ وہ باقی ہیں۔

زر ز روئے قلب در کاں میرود　　سوئے آں کاں رو تو ہم کاں میرود

یعنی سونا کھوٹے پر سے کان میں چلا جاتا ہے تو تو بھی اُس معدن کی طرف جا جسطرف کہ وہ جا رہا ہے مطلب یہ کہ یہ تمام اشیاء دیکھو انجام کار وہیں جا رہی ہیں اور ان سب کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر تم ان میں کیوں دل لگا رہے ہو تم کو لازم ہے کہ تم بھی اُسی طرف توجہ کرو جو کہ ان سبکی اصل ہے یعنی حق تعالیٰ سے تعلق اور نسبت اور محبت پیدا کرو۔

نور از دیوار تا خور میرود تو بدان خور رو که در خور میرود

یعنی نور دیوار سے خورشید کی طرف چلا جاتا ہے تو تم اُس خورشید کی طرف متوجہ ہو جو کہ اس خورشید میں اثر کر رہا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو سورج کی شعاعیں دیوار پر پڑکر اُس کو منور کر دیتی ہیں پھر ساری شعاعیں سمٹکر خورشید ہی کی طرف چلی جاتی ہیں تو تم کو چاہیئے کہ اُس نور کی طرف متوجہ نہ ہو اور اُسکو اپنا مقصود مت بناؤ بلکہ تم اُس اصل مقصود کی طرف متوجہ ہو جس سے کہ نور خود اُس خورشید میں آرہا ہے کہ جب تم نے اُسکو لے لیا تو یہ سارے انوار ظلیہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔

زین سپس بستان تو آب از آسمان چوں ندیدی تو وفا از ناوداں

یعنی اُس کے بعد تم پانی آسمان سے حاصل کرو جب کہ تم نے پرنالوں سے وفا نہ دیکھی مطلب یہ کہ جب تم کو معلوم ہو گیا کہ جسقدر یہ اشیاء دنیاوی ہیں ان میں وفاداری نہیں ہے بلکہ سب زائل ہونے والے اور ناپائدار ہیں تو اب تم کو چاہیئے کہ اصل سے یعنی عالم غیب سے انوار حاصل کرو اور اُس طرف متوجہ ہو اور ان تمام اشیاء کو ترک کرو اور کسی شئے کو سوائے حق تعالٰے کے مقصود نہ بناؤ آگے اُس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

معدن دنبہ نباشد دام گرگ کے شناسد معدن آں گرگ سترگ

یعنی دام گرگ معدن دنبہ نہیں ہوا کرتا اور وہ گرگ عظیم معدن (دنبہ) کو کب پہچانتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب بھیڑیئے کو جال میں پھنساتے ہیں تو اُس کے اندر ایک دنبہ باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ آجاوے مگر وہ دنبوں کا ریوڑ تو نہیں ہے کہ جہاں بہت سے دنبے ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ صرف یہی ایک ہے جو دکھائی دے رہا ہے اور اگر اُس ایک دنبہ کو چھوڑ کر ریوڑ کی طرف جاوے کہ جہاں دام بھی نہیں ہے اور ایک کی جگہ دس موجود ہیں اسی طرح اہل دنیا صرف ظاہری اشیاء پر نظر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس جو ہے وہ یہی ہے حالانکہ اُن کو خبر نہیں کہ عالم غیب میں کیا کچھ بھرا پڑا ہے وہ اس ایک کی طرف متوجہ ہو کر جال میں

پھنستے ہیں اور اُس خزانہ غیر متناہی کو چھوڑ ے ہوتے ہیں افسوس صد افسوس
آگے فرماتے ہیں کہ جسطرح ان اہل دنیا کو غلطی ہو رہی ہے اور غیر اصل کو اصل
سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح اُس خواجہ کو بھی غلطی ہو رہی تھی کہ اُس روستائی کی
محبت کو اصل اور دلی محبت خیال کئے ہوئے تھا آگے اسکو فرماتے ہیں کہ۔

زر گماں بردند بستہ در گرہ　　　می شتابیدند مغروراں بَرِہ

یعنی وہ (خواجہ اور اُس کے اہل وعیال) گرہ میں سونا بندھا ہوا سمجھے اس لیئے مغرور
ہو کر گانوں کی طرف دوڑ رہے تھے مطلب یہ کہ یہ لوگ اُس گنوار کی باتوں میں
صدق سمجھے اسلئے جلدی جلدی اُدھر کو جا رہے تھے اور اُن کی فرط شوق میں یہ حالت
تھی کہ۔

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند　　　سوئے آں دولاب چرخے میزدند

یعنی ایسے خنداں اور رقصاں جا رہے تھے اور اُس دولاب کی طرف چرخ لگا
رہے تھے مطلب یہ کہ اُس گانوں کی طرف خوب خوش وخرم چلے جا رہے
تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

چوں ہمی دیدند مرغے می پرید　　　جانب دہ صبر جامہ می درید

یعنی جب دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گانوں کی جانب اُڑ رہا ہے تو ان کا صبر کپڑے
پھاڑتا تھا مطلب یہ کہ اگر دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گانوں کی طرف جا رہا ہے تو اُن
کا بہت بُرا حال ہوتا تھا اس لیئے کہ سوچتے تھے کہ اللہ اکبر یہ ہم سے پہلے پہونچ
جاوے گا اور اُس منزل مقصود کی ہم سے پہلے زیارت کرلے گا سچ یہ ہے کہ شوق عجیب
چیز ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

ہر نسیمے کز سوئے دہ می وزید　　　گوئیا رب روح رواں می پروریدہ

یعنی جو ہوا گانوں کی طرف سے آتی تھی گویا کہ اُن کی روح رواں
کو پرورش کرتی تھی۔

ہر کہ می آمد زدہ او سوئے او　　　بوسہ می دادند خوش بر روئے او

یعنی جو کوئی گانوں کی طرف سے اُن کی طرف آتا تو یہ لوگ خوب خوش ہو کر اُس کے مُنہ کو بوسہ دیتے تھے اور بزبان حال کہتے تھے کہ

کہ تو روئے یار ما را دیدۂ		پس تو جان جان ما را دیدۂ

یعنی تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے اور تو نے ہماری جان جان کو دیکھا ہے اس لیئے اُس کی قدر کرتے تھے اور اُس کے منہ کو چومتے تھے آگے مولانا مجنوں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کہ فرط شوق میں یہ لوگ اُن راہگیروں کے مُنہ کو چومتے تھے صرف اس لیئے کہ اُن لوگوں نے اُس دیہاتی کو دیکھا تھا اور اُس کے گانوں کے باشندے تھے اسی طرح مجنوں سگ کوئے لیلےٰ کو پیار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اسے کہتے تو ہی وہ کتا ہے کہ جس نے میری لیلیٰ کو دیکھا ہے اور اُس کے کوچے میں رہا ہے اب قصہ سُنو۔

شرح حبیبی

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت		بوسہ اش می داد پیشش می گداخت
گرد او می گشت خاضع در طواف		ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
ہم سر و پالیش ہمی بوسید و ناف		ہم جلاب شکرش میداد صاف
بوالفضولے گفت کای مجنون خام		اینچہ شید ست اینکہ می آری مدام
پوز سگ دائم پلیدی میخورد		مقعد خود را بلب می استرد
علیہائے سگ بسے او می شمرد		عیبداں از غیبداں بوئے نبرد
گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن		اندر آ بنگر تو از چشمان من

کاین طلسم بستهٔ مولیٰ است این — پاسبان کوچهٔ لیلیٰ است این
همنشش بین و دل و جان و شناخت — کو کجا بگزید و مسکن گاه ساخت
او سگ فرخ رخ کهف من است — بلکه او هم درد و هم کهف من است
آں سگے کہ گشت در کویش مقیم — خاک پایش بہ ز شیران عظیم
آں سگے کہ باشد اندر کوئے او — من بشیراں کے دہم یک موئے او
آنکه شیراں مر سگانش را غلام — گفتن امکاں نیست خامش والسلام
گر ز صورت بگذرید اے دوستاں — جنت است و گلستاں در گلستاں
صورت خود چوں شکستی سوختی — صورت گل را شکست آموختی
بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی — ہمچو حیدر باب خیبر بر کنی
سغبهٔ صورت شد آں خواجه سلیم — کو بده می شد بگفتار سقیم
سوے آں دامے تملق شادماں — ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
از کرم دانست آں مرغ حریص — دانہ را با دام لیکن شد محیص
از کرم دانست مرغ آں دانه را — غایت حرص است نے جود و عطا
مرغکاں در طمع دانہ شادماں — سوئے آں تزویر پراں و دواں
گر ز شادی خواجه آگاهت کنم — ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم
مختصر کردم چو آمد دہ پدید — خود نبود آں دہ رہ دیگر گزید
قرب ماہے دہ بدہ می تاختند — زانکہ راہ دہ نکو نشناختند
ہر کہ گیرد پیشہ بے اوستا — ریشخندے شد بشہر و روستا
ہر کہ در رہ بے قلاوزے رود — ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
جز کہ نادر باشد اندر خافقین آدمی سر برزند بے والدین
مال او باید کہ کسبے میکند نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود تا کہ رحمٰن علم القرآں بود
اہل تن را جملہ عالم بالقلم واسطہ افراشت در بذل کرم
ہر حریصے ہست محروم اے پسر چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
اندریں رہ رنجہا دیدند و تاب چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب
سیر گشتہ از دہ و از روستا وز شکر ریزی چناں نا اوستا
بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف بے نوا ایشاں ستورا بے علف

اس بارہ میں اُس کی حالت مجنوں کی طرح تھی کہ وہ سگ لیلیٰ کی وقعت کرتا تھا اور اُس کو چومتا تھا اور اُس کے سامنے گھلا جاتا تھا اور بہت عاجزی کے ساتھ اُس کے گرد پھر پھر کر اُس پر قربان ہوتا تھا بلا مبالغہ اُس کی ایسی حالت تھی جیسے کوئی حاجی خانۂ کعبہ کے گرد پھرتا ہو وہ کبھی اُس کا سر چومتا تھا کبھی پانوں کبھی ناف اور کبھی اُس کو شکر کا شربت پلاتا تھا اُس کی یہ حالت دیکھکر ایک بیہودہ نے کہا کہ اے مجنوں یہ کیا مکر ہے جو تو ہمیشہ کیا کرتا ہے کتے کا مُنہ ہمیشہ ناپاکی کھاتا اور ہونٹوں سے اپنے پاخانہ کا مقام صاف کرتا ہے بھلا ایسا مُنہ چومنے کے قابل ہے یہ شخص کتے کے بہت سے عیوب بیان کر رہا تھا لیکن اس عیب سے واقف شخص کو مجنونی کی ہوا بھی نہ لگی تھی جو اُس کے ان کمالات سے واقف تھا جو اُس کی نظر سے مخفی تھی اُس کا اعتراض سُنکر مجنوں نے جواب دیا کہ تو تو سراسر ظاہر پرست ہے ذرا میری آنکھوں سے اُس کی باطن کو دیکھ کہ حق سبحانہ نے اُس کو ایک عجیب طلسم بنایا ہے

یعنی کہ یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے ذرا اسکی ہمت اس کی روح اور اُس کی تمیز تو دیکھو کہ اس نے کیسی جگہ انتخاب کی ہے اور کہاں مسکن بنایا ہے یہ اوصاف کسی معمولی کتے میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ارے یہ مبارک روکتا تو میری لیلیٰ کا کتا ہے جو کہ میری جاۓ پناہ ہے بلکہ وہ تو میرا ہمدرد اور میرے رنج میں شریک ہے کہ وہ بھی لیلیٰ کا دلسوز ہے اور میں بھی۔ جو کتا کہ کوچہ لیلےٰ میں رہتا ہے میرے نزدیک تو اُس کے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بڑھکر ہے اور جو کتا اُس کی گلی کا رہنے والا ہی اُس کا ایک بال شیروں کے بدلے میں نہیں دے سکتا اور لیلےٰ جس کے کتوں کے شیر غلام ہیں اُس کے اوصاف بیان کرنا تو میرے امکان سے باہر ہے لہذا خاموش رہنا چاہیئے فقط (شعر آں سگے الخ اور اُس سے اگلا اور اس سے تیسرا سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مقولہ مجنون ہے اور یہ بھی ممکن ہو کہ مولانا کا مقولہ ہو اور سگ سے مراد وہ اہل اللہ ہوں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں اور دنیوی وجاہت اصلا نہیں رکھتے اور شیروں سے مراد دنیا کے امرار وسلاطین ہوں اُسوقت بھی ترجمہ وہی ہوگا جو لکھا گیا فقط لیلیٰ کی جگہ حق سبحانہ رکھا جاوے گا) آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسطرح صورت سگ نے اُسکی اُس حقیقت کو محجوب کر رکھا تھا جو مجنوں کی نظر میں تھی یوں ہی صورت ظاہری نے حقیقت واقعیہ کو محجوب کر رکھا ہے پس اگر تم صورت کو چھوڑ دو اور حقیقت کو دیکھو تو بس جنت اور گلزار ہی گلزار ہے اب ہم ایک قاعدہ بتاتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ صورت سے گذرنے کی کیا صورت ہے جب تو اپنی صورت کو توڑ پھوڑ دے گا اور جلا پھونک دے گا تو تجھکو سب صورتوں کا توڑنا آجاوے گا اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ سکیگا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ کی طرح اس درخیبر کو اوکھیڑ سکیگا (اپنی صورت کو توڑنا اور جلانا ترک لذات وشہوات وفنا فی اللہ ہے) جسطرح اُس عرض مجنوں نے صورت سے دھوکا کھایا اور عام طور پر لوگ صورت پر فریفتہ ہیں یوں ہی یہ بیوقوف امیر بھی جو غیر صحیح گفتگو کی بنا پر گانوں جا رہا تھا صورت گفتگو پر فریفتہ ہوا اور حقیقت تک نہ پہونچا وہ خوشامد کے جال میں پھنسنے کے لئے خوش خوش چلدیا

جس طرح پرندہ اُس دانہ کی طرف جاتا ہے جو اُسکو مصیبت میں پھنسانے والا ہے
یہ حریص پرندہ جال کے دانوں کو ناشی از کرم و سخاوت سمجھتا ہے مگر ان سے اُس کی
رہائی اور آزادی رخصت ہو جاتی ہے وہ دانوں کو سخاوت سے ناشی سمجھتا ہے لیکن
واقع میں ان کا منشا غایت حرص صیاد ہوتی ہے نہ کہ سخاوت و بخشش لیکن پرندے چونکہ
اس راز سے واقف نہیں ہوتے اس لیئے دانہ کے لالچ میں خوش خوش اُس دام
فریب کی طرف اُڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں یہی حالت بالکل اُس امیر کی تھی وہ بھی
خوش خوش مصیبت میں پھنسنے کے لیئے جا رہا تھا اور اتنا خوش تھا کہ اگر میں تم سے
اُس کی خوشی کی تفصیل بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہیں ناوقت نہ ہو جاوے
اور ضروری باتیں بیان سے رہ جائیں اس لیئے میں اُس کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں
کہ جب کوئی گانوں نظر پڑتا اور وہ وہاں پہونچتے اور پہونچنے پر معلوم ہوتا کہ
وہ گانوں نہیں بلکہ ہم کسی اور گانوں میں چلے آئے چونکہ گانوں کو جانتے نہ تھے اس لیئے
تقریبًا ایک ماہ تک یوں ہی پریشان پھرتے رہے اور پھرنا ہی چاہیئے تھا کیونکہ جو
شخص بدون استاد کے کوئی کام کرتا ہے تو کیا شہر کیا دیہات ہر جگہ مسخرہ بنایا جاتا
ہے اور جو شخص بلا رہبر کے کسی رستہ پر چلتا ہے عام ہے کہ راہ حق ہو یا راہ متعارف
تو دو دن کا راستہ سو برس میں طے ہوتا ہے یعنی اس کے طے کرنے میں بہت وقت صرف
ہوتا ہے اور جو شخص کہ بلا رہبر کے کعبہ کا سفر کرتا ہے وہ انھیں حیران و پریشان لوگوں کی
طرح ذلیل ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اسباب
پر نتائج مرتب کرتے ہیں گو اسباب نہ فی حد ذاتہا موثر ہیں نہ حق سبحانہ اُن کے محتاج
لیکن انھوں نے باختیار خود اپنی غالب عادت یوں ہی قرار دے رکھی ہے کہ بلا وسائط وہ
نتیجہ مرتب نہیں فرماتے چنانچہ ایسا دنیا میں بہت کم ہوتا ہے کہ بلا ماں باپ کے بچہ ہو جاوے
اس لیئے علی العموم مال اُسی کو ملتا ہے جو کماتا ہے اور ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے کہ کسی کو
خزانہ مل جاوے۔ ہر شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا جسم بھی بوجہ غایت لطافت
وصلاحیت و فقدان مقتضیات نفسانیہ کے روح کے مماثل تھے تو ہے نہیں کہ

حق سبحانہ اُس کو بلا واسطہ تعلیم فرمائیں جسطرح جناب رسول اللہ کو تعلیم فرمائی تھی
چنانچہ فرمایا ہے الرحمن علم القرآن بلکہ عام طور پر لوگوں پر جسمانیت غالب ہے جو کہ
افاضہ بلا توسط سے عادۃً مانع ہے اس لیئے ایسے لوگوں کے لیئے علم بالقلم فرمایا اور
صرف کرم کے لیئے تعلیم کو واسطہ مقرر فرمایا جب یہ معلوم ہوا کہ کسی راہ پر چلنے کے لیئے
راہبر کی ضرورت ہے اور بدون راہبر کے چلنے والا پریشان ہوتا ہے اس بنا پر اُس کا
پریشان ہونا ضروری تھا اور ان تمام پریشانیوں کا اصل منشا حرص تھا لہذا حرص کے متعلق
ہم ایک مفید اور نہایت کار آمد بات تم کو بتلاتے ہیں سنو حریص محروم ہوتا ہے کیونکہ
حرص عاقبت اندیشی سے مانع ہوتی ہے اور نا عاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ محرومی و ناکامی
ہے لہذا تم کو حریصوں کی طرح دوڑ کر نہ چلنا چاہیئے بلکہ آہستہ آہستہ اور سوچ سمجھکر اور
مآل پر نظر کر کے کام کرنا چاہیئے۔ خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو اس راستہ
میں امیر اور اُس کے ساتھیوں کو بہت کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور بہت پیچ و تاب کھانے
پڑے اور ایسی تکلیف ہوئی جیسے خشکی کے جانور کو پانی میں ہوتی ہے حتی کہ گانوں سے
بھی اُن کا جی بھر گیا اور اُس دھقانی سے بھی اور اُس کندۂ ناتراشش کی شکر ریزی اور
آؤ بھگت سے بھی مگر کرتے کیا مجبور تھے اس لیئے گانوں ہی کو تلاش کیا اور اللہ اللہ کر کے
ایک مہینہ کے بعد گانوں میں پہونچے جب وہاں پہونچے تو نہ اُن کے پاس سامان رہا تھا
اور نہ اُن کے گھوڑوں کے لیئے چارہ تھا کیونکہ سامان لیکر چلے تھے دو چار دن کا لگ
گیا ایک مہینہ۔

شرح شبیری

مجنوں کا اُس کُتے کو نوازنا جو کہ کوچۂ لیلیٰ میں رہا کرتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت

یعنی مجنوں کی مانند کہ وہ کتے کو نوازا کرتا تھا اور اُسکو چوما کرتا تھا اور اُس کے سامنے گھلا جاتا تھا

گرد او می گشت خاضع در طواف　　همچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف

یعنی وہ مجنون اُس کتے کے گرد طواف میں بہت ہی خضوع میں پھرتا تھا جیسے کہ حاجی کعبہ کے گرد بے مسخرگی کے پھرتا ہے مطلب یہ کہ اُسکو اُس سے مسخرگی مقصود نہ تھی بلکہ اُس کتے کی وقعت واقع میں اس کے قلب میں ایسی ہی تھی جیسی کہ وہ ظاہر کرتا تھا۔

ہم سر و پایش ہمی بوسید ناف　　ہم جلاب شکرش میداد صاف

یعنی اُسکا سر اور پانوں اور ناف چوما کرتا تھا اور اُس کو شربت قند اور شکر صاف دیا کرتا تھا

بو الفضولے گفت کای مجنون خام　　این چہ شیدست اینکہ می آری مدام

یعنی ایک بوالفضول نے کہا کہ اے مجنون خام یہ کیا مکاری ہے جو کہ تو ہمیشہ کیا کرتا ہے چونکہ اُس کے قلب میں تو اُس کی الفت نہ تھی اس لیے اُس کو مکر اور فریب معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ۔

پوز سگ دائم پلیدی میخورد　　مقعد خود را بلب می استرد

یعنی کتے کا منہ ہمیشہ پلیدی ہی کھاتا ہے اور وہ اپنے مقعد کو لب سے صاف کرتا ہے باوجود اس کے پھر تو اُس کو چومنا چاہتا ہے آخ تھو۔

عیبہائے سگ بسے او می شمرد　　عیبداں از غیبداں بوئے نبرد

یعنی اُس شخص نے کتے کے بہت عیوب گنے مگر عیبداں رازداں سے کوئی بو نہ لے گیا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس شخص نے کتے کی بہت ہی برائیاں کیں اور یہ سب اس لیے تھا کہ یہ شخص تو عیبداں تھا اور مجنوں غیبداں یعنی رازداں تھا جو راز اور بھید اُس کتے کے اندر تھا اُس کو تو مجنوں ہی جانتا تھا اُس بیچارے کو کیا خبر کہ اسمیں کیا بات ہے کہ جس سے یہ اسقدر محبوب ہے غرض کہ جب اُس نے کتوں کی بہت برائی کرلی تو مجنون بولا کہ

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن　　اندر آ و بنگرش از چشم من

یعنی مجنون نے کہا کہ تو تو بالکل صورت اور تن (پرست) ہے تو اندر آ کر میری آنکھ سے دیکھ۔

کیں طلسم بستۂ مولیٰ است ایں　　پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ است ایں

یعنی یہ طلسم حق تعالیٰ کا لگایا ہوا ہے اور یہ لیلےٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تو تو صرف صورت کو دیکھ رہا ہے کہ اس کی صورت کتے کی ہے اور تجھے یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر ایک طلسم ہے جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس صورت کی مہر لگا رکھی ہے اور وہ طلسم اُس کی وہی صفت دربانی لیلیٰ ہے پس اس صفت پر ہم تو عاشق ہیں نہ کہ اُس کی صورت پر۔

ہمتش بین و دل و جاں را شناخت　　کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت

یعنی اُس کتے کی ہمت اور دل اور جان کو دیکھو کہ اُس نے (کیسا) پہچانا (اور اس بات کو دیکھو) کہ اُس نے کہاں (جگہ) اختیار کی ہے اور مسکن گاہ بنائی ہے بات دیکھنے کی تو یہ ہے کہ اللہ اکبر لیلیٰ کے کوچہ میں. جو اُس نے جگہ بنائی ہے تو اُسکو کہاں سے عقل آئی کہ اس نے ایسی جگہ اختیار کی۔

او سگِ فرخ رخ کہف منست　　بلکہ او ہمدرد و ہم لہف منست

یعنی یہ کتا مبارک رو میرا پناہ ہے بلکہ وہ میرا ہمدرد اور ہم لہف ہے بتحقیق بمعنی ہمدرد مطلب یہ کہ یہ تو اس صفت کی بدولت میرا ہمدرد اور جائے پناہ بن گیا ہے تو جسطرح کہ یہ مجنون صرف اس مناسبت سے کہ اُس کی لیلیٰ کے کوچہ کا کتا ہے اُس کی اسقدر منزلت کرتا تھا اسی طرح وہ لوگ بھی جو اُدھر سے آتا تھا اُس کی قدر و منزلت کرتے تھے اس لیئے کہ اس نے اُس دیہاتی کو جوان کا دوست تھا دیکھا تھا خوب کہا ہے کہ۔ ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است　　اُفتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم　　خاک پایش بہ ز شیران عظیم

یعنی جو کتا کہ اُس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) کوچہ میں مقیم ہو جاوے اس کی خاک پا بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے یہاں سگ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہر حالت میں ذلیل رہتے ہیں اور جن کی شان حدیث کہ رب اشعث اغبر الخ کے مطابق ہے مطلب یہ کہ

جب اُس کتے کی جو کہ مقیم کوچہ لیلیٰ تھا یہ قدر ہے تو بھلا وہ لوگ جو ظاہر حالت میں اگرچہ خراب و خستہ ہیں مگر مقیم کوئے حق ہیں کیوں قدر کے قابل نہ ہوں گے اُن کی تو خاک پا بھی ان ظاہری قوی اور با عزت دنیاداروں کے جسم سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

یعنی جو کتا کہ اُس کے کوچہ میں مقیم ہو تو میں اُس کا ایک بال بھی شیروں کو کب دوں مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ بظاہر ذلیل و خوار ہے مگر مقیم کوئے حق ہے اُسکی تو میں ان دنیا داروں کو ہوا بھی نہ لگنے دوں اور ان ظاہری عزت والوں کو اُس کے ہاتھ بھی نہ لگانے دوں۔ اس لئے کہ اگرچہ اُسکی ظاہری حالت ذلیل ہے مگر اُس کا ایک ایک بال اسقدر معزز ہے کہ ان کا سارا جسم بھی اسقدر معزز نہیں ہے اس لئے کہ اُس کے اُس بال کو بھی عزت حقیقی حاصل ہے اور اُن کے اس سارے جثہ کو بھی عزت حقیقی حاصل نہیں ہے تو پھر مجازی اور رعایتی کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی با عزت کیوں نہ ہو حقیقی شے ہمیشہ بڑھی ہوئی ہو گی اگرچہ ظاہر میں تھوڑی اور کم ہی ہو۔

ایکہ شیراں مر سگانش را غلام گفتن امکاں نیست خامش والسلام

یعنی اے وہ شخص کہ شیر اُس کے کتوں کے غلام ہیں کہنا ممکن نہیں ہے لہذا چپ رہو والسلام مطلب یہ کہ یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کے ادنیٰ خدام کے تابع یہ سب شیران دنیاوی ہیں اُنکی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لیکن کیا کریں ہمارے اندر اسقدر استعداد ہی نہیں ہے کہ ان کی عزت کو پوری طرح بیان کر سکیں لہذا بہتر یہی ہے کہ چپ رہیں اور جتنا بیان کر دیا ہے اسی پر اکتفا کریں والسلام آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں بلکہ

گر ز صورت بگذرید ای دوستاں جنت است و گلستاں در گلستاں

یعنی اے دوستو اگر تم صورت سے گذر جاؤ تو پھر جنت ہی جنت ہے اور گلستاں ہی گلستاں ہے مطلب یہ کہ یہ صورت ہی حاجب ہوا ہی ہے اور حقیقت بینی سے

مانع ہے ورنہ اگر تم اس صورت پر نظر نہ کرو تو پھر تو نور ہی نور اور جنت ہی جنت ہے اس لیئے کہ اُن کے قلب میں تو باغ و بہار ہے اور انوار و معارف بھرے پڑے ہیں اب کوئی کہہ سکتا تھا کہ بھلا کس کس کی صورت سے قطع نظر کرتے پھریں اور کہاں کہاں صورت کو توڑیں مولانا اس کی ایک بہت سہل تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

صورت خود چوں شکستی سوختی صورت کل را شکست آموختی

یعنی جب تو نے اپنی صورت کو توڑ دیا اور جلا دیا تو بس ساری صورتوں کو شکست سکھادیا مطلب یہ کہ بس جب اپنی ہستی پر نظر نہ رہے گی اور اُس کو فنا کر دوگے پھر ساری ہستیاں فانی معلوم ہوں گی اس کی ضرورت ہی نہ ہوگی کہ سب کو الگ الگ توڑتے اور اُن سے قطع نظر کرتے پھرو بس جب تم اپنی ہستی کو مٹا چکو گے تو یہ ہوگا کہ

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی ہمچو حیدر باب خیبر برکنی

یعنی اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا اور حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح باب خیبر کو اکھاڑ دے گا۔ صورت کے توڑنے سے مراد اُن سے قطع نظر کرنا ہے مطلب یہ کہ اگر تم نے اپنی صورت سے قطع نظر کر لی اور اپنی حقیقت پر نظر کی تو پھر یوں سمجھو کہ تم نے باب خیبر کو فتح کر لیا اور بہت بڑا کام کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جسطرح کہ صورت پر نظر ہونے سے حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ خواجہ صاحب اُن الفاظ کی صورت کو دیکھکر فریفتہ ہو گئے اور یہ خبر نہ ہوئی کہ اُس کے اندر آیا صدق ہے یا کذب ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم کو بدہ می شد بگفتار سقیم

یعنی وہ بھولا بھالا خواجہ اسی صورات الفاظ پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق کی وجہ سے گانوں میں جارہا تھا مطلب یہ کہ چونکہ وہ اُن فضول باتوں پر فریفتہ ہوگیا تھا اور کذب کو صدق سمجھے ہوئے تھا اس لیئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گانوکو روانہ ہو گیا۔ آگے اُس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

سوئے آں دام تملق شادماں ہمچو مرغ سوئے دانہ امتحاں

یعنی اُس تملق کی جان کی طرف وہ خوش خوش اُس جانور کی طرح کہ جو دانہ آزمائش کی طرف جاتا ہو (جارہا تھا) مطلب یہ کہ جسطرح کہ جال میں دانہ رکھا ہوا ہوتا ہے تو جانور اس کی طرف جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح یہ خواجہ بھی اُن باتوں کو صادق خیال کر کے چلا تھا آخرکار پھنس گیا۔

از کرم دانست آں مرغ حریص دانہ را با دام لیکن شد محیص

یعنی وہ مرغ حریص اُس دانہ کو کرم کی وجہ سے سمجھا لیکن وہ جال ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جانور یوں سمجھا کہ یہ دانہ صیاد نے کرم کی وجہ سے ڈالا ہے اور اُس کا غایت کرم ہے کہ ہم کو دانہ کھلاتا ہے مگر وہی اُس کے لیئے دام تزویر ہو گیا کہ پھنس گیا۔

از کرم دانست مرغ آں دانہ را غایت حرص است نے جود و عطا

یعنی جانور تو اُسکو کرم کی وجہ سے سمجھتا ہے بلکہ وہ غایت حرص کی وجہ سے ہے جود و عطا نہیں ہے اس لیئے کہ جب صیاد کو حرص شکار ہوئی جب ہی تو اُس نے یہ جال پھیلایا ہے ورنہ کیوں جال پھیلاتا تو یہ کرم نہیں بلکہ صیاد کی حرص ہے۔

مرغگاں در طمع دانہ شادماں سوئے آں تزویر پراں دواں

یعنی جانور دانہ کی طمع میں خوش خوش اُس جال کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اُڑ رہے ہیں اسی طرح یہ خواجہ اور اُس کے اہل و عیال خوش خوش اُس دام تزویر کی طرف جا رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

گر ز شادی خواجہ آگاہت کنم ترسم اے رہرو کہ بے گاہت کنم

یعنی اگر اُس خواجہ کی خوشی سے تم کو آگاہ کروں تو اے خواجہ میں ڈرتا ہوں کہ میں تم کو بے وقت کر دوں گا مطلب یہ کہ اگر میں اُسکی خوشی کی پوری کیفیت کو بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ قصہ طویل ہو جاوے اور اصل مقصود بھی ہاتھ سے جاتا رہے اس لیئے آگے قصہ کو مختصر کر کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

مختصر کردم چو آمد دہ پدید خود نبود آں دہ رہ دیگر گزید

یعنی میں مختصر کرتا ہوں کہ جب وہ گاؤں آیا تو خود وہ گاؤں نہ تھا بلکہ کوئی گاؤں دوسرا

(اس خواجہ نے) اختیار کر لیا تھا غرضکہ بیچارے راستہ بھٹک گئے۔

قرب ماہے دہ بدہ می تاختند　　زانکہ راہ دہ نکو نشناختند

یعنی قریب ایک ماہ کے دہ گانوں در گانوں دوڑ رہے تھے اس لیئے کہ گانوں کا راستہ پوری طرح پہچانتے نہ تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستاد　　ریشخندے شد بہ شہر و روستا

یعنی جو شخص کہ بے اوستاد کے کسی پیشہ کو اختیار کرے تو اُس کا مذاق ہر شہر اور گانوں میں ہوگا اس لیئے کہ کام ہوگا نہیں تو مذاق ہی اُڑے گا۔

ہر کہ در رہ بے قلاوزے رود　　رہ دو روزہ راہ صد سالہ شود

یعنی جو شخص کہ راہ میں بلا رہبر کے چلے تو دو دن کی راہ اُسکو راہ صد سالہ کی برابر ہو جاتی ہے۔ مولانا کے ظاہر الفاظ تو اس راہ دہ پر دال ہیں مگر مقصود مولانا کا راہ حق مراد ہے۔

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل　　ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل

یعنی جو شخص کہ کعبہ کی طرف بلا دلیل دوڑے وہ ان بھٹکے ہوؤں کی طرح ذلیل ہی ہوگا

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں　　کادمی سر بر زند بے والدیں

یعنی اس لیئے کہ یہ بات اس زمانہ میں بہت نادر ہے کہ آدمی بے والدین کے پرورش پائے تو جب اسباب ہی سے سب کام ہوتے ہیں تو اس راہ پانے کا سبب وجود رہبر ہی ہے اس کے بغیر راہ یابی بہت مشکل ہے اور اگر کسی کو مل گئی ہے تو وہ نادر ہے آگے اس کی مثال ہے کہ۔

مال او یابد کہ کسبے میکند　　نادرے باشد کہ بر گنجے زند

یعنی مال اسی کو ملتا ہے جو کہ کمائی کرے اور یہ امر نادر ہے کہ کوئی خزانہ پہونچ جاوے۔

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود　　تا کہ رحمٰن علم القرآں بود

یعنی وہ مصطفے کہاں ہیں کہ اُن کا جسم بھی جان ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ علم القرآن

ہوں مطلب یہ کہ ایسے لوگ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی مشغول حق میں جان کی طرح ہو اور اُن کا مربی بلاواسطہ حق تعالیٰ ہوں اب تو یہی ہے کہ اسباب کو مہیا کرو اور کام ہو جاوے تو رہبر کو ساتھ لو تب کام چل سکتا ہے اس لیے کہ۔

اہل تن را جملہ علم بالقلم واسطہ افراشت در بذل کرم

یعنی اہل تن کو تو جملہ علم بالقلم بذل کرم میں واسطہ ڈالا ہے مطلب یہ کہ جنکو کہ بلاواسطہ خود ہی تعلیم قرآن فرمائی تو وہ بہت کم لوگ ہیں ورنہ اور سب کے لیے تو علم کیلئے قلم ہی کو واسطہ فرمایا جارہا ہے تو جب واسطہ ہوتا ہے جب ہی کرم ہوتا ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر

یعنی اے صاحبزادے ہر حریص محروم ہے تو تو حریصوں کی طرح دوڑ کر مت چل آہستہ چل تاکہ مطلوب تک وصول ہو جاوے آگے پھر اُس خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندراں رہ رنجہا دیدند و تاب چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب

یعنی اُس راہ میں انھوں نے بہت تکالیف اور تپش دیکھی جیسے کہ مرغ خاکی پانی میں مصیبت میں ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو رہے تھے اور اُن کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ۔

سیر گشتہ از دہ واز روستا وز شکر ریزی چناں نااوستا

یعنی وہ گانوں سے اور روستائی سے سیر ہو گئے تھے اور ایسے نالائق کی مہمانی سے بھی۔ چونکہ تکالیف بہت برداشت کی تھیں اس لیے سخت پریشان ہو کر کہتے تھے کہ بس باز آئے اور طبیعت سیر ہو گئی تھی جیسا کہ قاعدہ ہے۔

شرح حبیبی

روستائی بیں کہ از بدنیتی		میکند بعد اللتیا و التی

روئے پنہاں میکند زیشاں بروز / تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
آنچناں رو کہ ہمہ رزق و شست / از مسلماناں نہاں اولی ترست
رو بہا باشد کہ دیواں چوں مگس / بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس
چوں بہ بینی روئے او در تو فتند / یا مبین آں یا چو دیدی خوش مخند
در چناں روئے خبیث عاصیہ / گفت یزداں نسفعا بالناصیہ
چوں بپرسیدند و خانہ اش یافتند / ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
در فرو بستند اہل خانہ اش / خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ اش
لیک ہنگام درشتی ہم نبود / چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
بر درش ماندند ایشاں پنج روز / شب بسر ما روز خود خورشید سوز
نے ز غفلت بود ماندن نے خری / بلکہ بود از اضطرار و بے زری
با لئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار / شیر مردارے خورد از جوع زار
او ہمی دیدش ہمی گفتش سلام / کہ فلانم من مرا اینست نام
گفت باشد من چہ دانم تو کئی / یا پلیدی یا قرین پاکئی
والہم روز و شب اندر صنع ہو / ہیچگونہ نیستم پروائے تو
از خودی خود ندارم ہم خبر / نیست از ہستی کسر موئے اثر
ہوش من از غیر حق آگاہ نیست / در دل و جانم بجز اللہ نیست
گفت اینندم با قیامت شد شبیہ / تا برادر شد یفر من اخیہ
شرح میکردش کہ من آنم کہ تو / لوتہا خوردی ز خوان من دو تو
آں فلاں روزم خریدم آں متاع / کل سر جاوز الاثنین شاع

نے تو بودی سالہا مہمان من
سر مہر ما شنیدستند خلق

او ہمی گفتش چہ گوئی تُرّہات
بیتجمیں شب ابر و باراں نے گرفت

چوں رسید آں کارد اندر استخواں
چوں بصد الحاح آمد سوئے در

گفت من آں جملہ بگذاشتم
پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز

یک جفا از خویش واز یار و تبار
زانکہ دل بنہاد بر جور و جفاش

ہر چہ بر مردم بلا و شدت است
گفت اے خورشید مہرت در زوال

امشب از باراں بما دہ گوشۂ
گفت یک گوشہ ست آں جا باغباں

در کفش تیر و کماں از بہر گرگ
گر تو آں خدمت کنی جا آں تست

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ
من نخسپم حارسی زر ز کنم

بہر حق مگذارم امشب اے دو دل
نے رسیدت بیکراں احسان من

شرم دار در وچو نعمت خورد خلق
نے ترا دانم نہ نام تو نہ جات

کاسماں از بارشش شد در شگفت
حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں

گفت آخر چیست اے جان پدر
ترک کردم آنچہ می پنداشتم

جان مسکینم درین سرما و سوز
در گرانی ہست چوں سہ صد ہزار

جانش خوگر بود بر مہر و وفاش
ایں یقیں داں کز خلاف عادت است

گر تو خونم ریختی کردم حلال
تا بیابی در قیامت توشۂ

ہست اینجا گرگ را او پاسباں
تا زند چوں آید آں گرگ سترگ

ور نہ جائے دیگرے فرمائے بست
واں کمان و تیر در کفم بنہ

گر بر آرد گرگ سر تیرش زنم
آب باراں بر سر و در زیر گل

گوشهٔ خالی شد و او با عیال — رفت آنجا جای تنگ بی مجال

چون ملخ بر همدگر گشته سوار — از نهیب سیل اندر کنج غار

شب همه شب جمله گویان کای خدا — این سزای ما سزای ما سزا

این سزای ما که شد یار خسان — یا کسی کرد از برای ناکسان

این سزای آنکه اندر طمع خام — ترک گوید خدمت خاص کرام

خاک پاکان لیسی و دیوارشان — بهتر از عام و زر و گلزارشان

بندهٔ یک مرد روشندل شوی — به که بر فرق سر شاهان روی

از ملوک خاک جز بانگ دهل — تو نخواهی یافت ای پیک سبل

شهریان خود رهزنان نسبت بروح — روستائی کیست گیج بی فتوح

این سزای آنکه بی تدبیر عقل — بانگ غولی آمدش بگزید نقل

چون پشیمانی ز دل شد تا شغاف — زان سپس سودی ندارد اعتراف

چون پشیمان گشت از دل تا چه کرد — بعد از آن سودی ندارد آه سرد

آن کمان و تیر اندر دست او — گرگ را جویان همه شب سو بسو

گرگ خود بروی مسلط چون شرر — گرگ جویان و ز گرگ او بی خبر

هر پشه هر کیک چون گرگی شده — اندر آن ویرانه شان زخمی زده

فرصت آن پشه راندن هم نبود — از نهیب حملهٔ گرگ عنود

تا نباید گرگ آسیبی زند — روستائی ریش خواجه بر کند

اینچنین دندان گزان تا نیم شب — جان شان از ناف می آمد بلب

ناگهان تمثال گرگ هشتهٔ — سر بر آورد از فراز پشتهٔ

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست / زد بر آں حیواں کہ تا افتاد پست

اندر افتادن ز حیواں باد جست / روستائی ہائی کرد و کوفت دست

ناجواں مردا کہ خر کرہ من است / گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن است

اندرو اشکال گرگے ظاہر ست / شکل و از گرگی او مخبر ست

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے / من شناسم ہمچناں کاب از مے

کشتہٴ خر کرہ ام را در ریاض / کہ مبادت بسط ہر گز ز انقباض

گفت نیکو تر تفحص کن شب است / شخصہا در شب ز ناظر محجب است

شب غلط بنماید و مبدل بسے / دید صائب شب ندارد ہر کسے

ہم شب و ہم ابر و ہم باران ژرف / ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف

گفت آں بر من چو روز روشن است / می شناسم باد خر کرہ من است

در میان بست باد آں باد را / می شناسم چوں مسافر زاد را

خواجہ بر جست و بیامد ناشگفت / روستائی را گریبانش گرفت

کابلہٴ طرار شید آوردہٴ / بنگ و افیوں ہر دو با ہم خوردہٴ

در سہ تاریکی شناسی باد خر / چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را / چوں نداند ہمرہ دہ سالہ را

خویشتن را عارف و والہ کنی / خاک در چشم مروت می زنی

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست / در دلم گنجائے جز اللہ نیست

آنچہ دی خوردم از انم یاد نیست / ایں دل از غیر تحیر شاد نیست

عاقل و مجنون حقم یاد آر / در چنیں بیخویشیم معذور دار

آنکه مردارے خورد یعنی نبید — شرع او را سوئے معذوران کشید
مست و بنگی را طلاق و بیع نیست — ہمچو طفل ست و معاف و معتقی است
مستئے کاید ز بوئے شاہ فرد — صد خم مے در سر و مغز آں نکرد
پس برو تکلیف چوں باشد روا — اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را — درس کہ دہد پارسی بومرہ را
بار برگیرند چوں آمد عروج — گفت حق لیس علی الاعمیٰ حرج
سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر — من معافم از قلیل و از کثیر
لاف درویشی زنی و بے خودی — ہاؤ ہوئے عاشقان ایزدی
کہ زمیں را من ندانم ز آسماں — امتحانت کرد غیرت امتحاں
باد خر کرہ چنیں رسوات کرد — ہستی تقی ترا اثبات کرد

امیر بیچارے کی مصیبت تو سُن چکے اب دیکھو کہ اُن کے پہونچنے پر وہ دیہاتی کیا حیلہ بہانہ کرتا ہے وہ زن کو اُن سے اپنا منہ بدیں خیال چھپاتا ہے کہ مبادا یہ لوگ میری باغ کا رخ کریں اور پھل کھانے کے لیئے منہ کھولیں ــ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے سراپا مکر اور سراسر شرمندہ کا مسلمانوں سے چھپا رہنا ہی بہتر ہے خدا مسلمانوں کو ایسی صورت نہ دکھلائے اُس کے بعد نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بہت سے مُنہ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے سر پر چوکیداروں کی طرح بکثرت شیاطین مسلط ہوتی ہیں جب تم اُن کی صورت دیکھو تو تم کو لپٹ جائیں پس ایسوں کے ساتھ تم کو دو طرح سے برتاؤ کرنا چاہیئے یا اُن کو دیکھنا ہی نہ چاہیئے اور اگر ضرورت ہو تو اُن سے خندہ پیشانی سے نہ ملنا چاہیئے ایسے ہی خبیث اور نافرمان چہروں کے لیئے نسفعا بالناصیہ وارد ہوا ہے (اس عبارت کو یا تو بقرینہ ماسبق دنیوی بے مروتوں پر محمول کیا جاوے

کہ یہ انتقال ہے ان لوگوں کی طرف جو حق سبحانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور پھر بے مروتی
کرتے ہیں یہ توجیہ بلحاظ انسفعا بالناصیہ کے زیادہ مناسب اور اقرب ہے یا مطلق بے
مروتوں پر محمول کیا جاوے خواہ مخلوق سے بے مروتی کرنے والے ہوں یا خالق سے۔ فتدبر
اب اس اجمال کی تفصیل سنو جب وہ گاؤں میں پہونچے اور وہاں پہونچکر دریافت کیا
کہ فلاں چودھری صاحب کا مکان کہاں ہے اور لوگوں کے پتہ بتانے سے اُسکا
گھر ملگیا تو یہ لوگ اپنا ہی گھر سمجھکر دروازہ کی طرف بڑھے اُس کے گھر کے لوگوں نے
ان کو دیکھکر دروازہ بند کر لیا امیر اس بدسلوکی کو دیکھکر رنج و غصہ کے سبب دیوانوں
کی مثل از خود رفتہ ہو گیا لیکن سختی کا موقع نہ تھا کیونکہ کنویں میں گرنے کے بعد تیزی فضول ہے
اس لیئے صبر کیا یہ لوگ پانچ دن تک اُس کے دروازہ پر پڑے رہے رات کو سردی میں
مرتے تھے اور دن کو دھوپ میں چلتے تھے اسکا سبب نہ غفلت تھی نہ حماقت بلکہ مجبوری اور
روپیہ کا پاس نہ ہونا تھا واقعی مجبوری بہت بری بلا ہے اُس کے سبب اچھے لوگ پاجیوں
کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بھوک سے مضطر ہو کر شیر نرمردار کھاتا ہے
امیر جب کبھی اُس کو دیکھتا تو سلام کرتا اور کہتا کہ میں فلاں شخص ہوں اور میرا نام فلاں ہے
اسپر وہ یہ جواب دیتا کہ ہاں ہو گے لیکن نہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور نہ یہ
کہ آپ کیسے ہیں اچھے ہیں یا بُرے میں رات دن حق سبحانہ کی صنعت کے مشاہدہ
میں مصروف اور از خود رفتہ ہوں مجھے آپ کا اصلا خیال نہیں مجھے اپنی بھی خبر نہیں کہ
میں کون ہوں اور کیا ہوں اس لیئے کہ میں اپنے کو بالکل مٹا چکا ہوں اور ہستی کا مجھ میں
بال برابر بھی نشان نہیں میرے جو اس کو غیر اللہ کی مطلق خبر نہیں بلکہ میرے دل و جان میں
تو صرف اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہے امیر نے یہ جواب سُنکر حیرت سے کہا کہ یہ وقت تو قیامت
کے مشابہ ہو گیا کہ اسوقت بھائی سے بھائی بھاگتا ہے وہ اُس کو تفصیلاً بھی بتاتا تھا کہ
میں وہ ہوں جس کے یہاں تم ٹھک ٹھک کر اور بہت رغبت سے طرح طرح کے کھانے
کھاتے تھے تمہیں بتلاؤ میں نے تمہیں فلاں سامان خرید کر نہیں دیا تھا ضرور دیا
تھا بہت سے لوگ اُس کے شاہد ہیں اس لیئے کہ یہ معاملہ کچھ تخفیہ نہیں ہوا بلکہ اور

لوگوں کے سامنے ہوتا ہے اور جو راز کہ دو آدمیوں سے تجاوز کر جاوے وہ تمام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور تمہیں بتلاؤ کیا تم میرے یہاں برسوں مہمان نہیں رہے اور میں نے تمپر بیحد احسان نہیں کیا میں نے تمپر اسقدر احسان کئے کہ مجھسے اور تم سے تمام لوگ واقف ہو گئے لیکن تم کو کچھ بھی اُن کی شرم نہیں حالانکہ مثل مشہور ہے مُنہ کھائے آنکھ لجائے مگر وہ یہی کہتا کہ کیا خرافات بکتے ہو میں نہ تمہیں جانتا ہوں اور نہ تمہارے نام سے واقف ہوں اور نہ یہی جانتا ہوں کہ تم کہاں رہتے ہو غرض اس پانچ روز کے عرصہ میں اُن کی اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی جب پانچویں رات ہوئی تو ابر آیا اور اس زور سے بارش شروع ہوئی کہ آسمان بھی متحیر تھا اس سے امیر کو اور بھی تکلیف ہوئی وہ اپنی مقدور بھر تو برداشت کرتا رہا مگر جب تکلیف انتہا کو بھی پہونچ گئی اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو مجبور ہو کر امیر نے اُس چودہری کے بلانے کو زنجیر کھٹکھٹائی۔ اول تو اس نے آنے میں بچر مچر کی لیکن جب اس نے بہت ہی منت خوشامد کی تو گھر سے باہر آیا اور کہا کہ کیا بات ہے اُسپر اس نے کہا کہ میں نے اپنے تمام حقوق چھوڑے اور جو توقعات مجھے تمسے تھیں وہ بھی چھوڑیں میری اس بیچاری جان کو اس سردی اور تپش آفتاب میں رہنے کے سبب پانچ دن میں پانچ سال کے برابر تکلیف ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم کو اپنا خاص آدمی سمجھتا تھا اور جو تکلیف اپنے کسی عزیز قریب یار دوست یا کسی کنبہ والے سے پہونچتی ہے وہ گرانی میں تین لاکھ تکلیفوں کے برابر ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کی مہرو وفا کا خوگر ہوتا ہے اس لئے اُس کی زیادتی اور ظلم سہنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ تکلیف اُس کو خلاف توقع اور خلاف امید پہونچتی ہے اس لئے زیادہ ناگوار ہوتی ہے اس سے تم کو نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ دنیا میں جو کچھ کسی کو تکلیف پہونچتی ہے وہ سب مخالف عادت کے سبب لہذا آدمی کو چاہیئے کہ کسی فانی کا عادی نہ ہو جس کے نہ ہونے کے سبب تکلیف ہو خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مطلب سنو امیر نے کہا کہ اے وہ دہقانی جس کی محبت کا آفتاب زوال میں ہے اگر تو نے ابتک مجھے بے انتہا پریشان کیا ہے اور گویا کہ مجھے مار ڈالا ہے تو میں نے سب معاف کیا۔ لیکن اتنا کر کہ آج کی رات ہم کو ایک گوشہ میں جگہ دیدے تاکہ ہم بارش سے بچ جائیں خدا تجھے قیامت میں اس کا اجر دیگا

اس نے کہا کہ ہاں ایک گوشہ تو ہے مگر وہ باغبان سے متعلق ہے اور وہاں بیٹھکر بھیڑیے کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ اُس بھیڑیئے کے لیۓ تیر کمان ہاتھ میں لیۓ ہوتا ہے تاکہ جب وہ آۓ تو اُس کو تیر سے مار ڈالے اگر تو وہ خدمت انجام دے تو میں وہ جگہ تجھے دے سکتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کہیں اور ٹھکانہ ڈھونڈھ لے امیر نے کہا کہ آپ تو ایک خدمت کہتے ہیں میں سو خدمتیں کروں گا مگر آپ مجھے جگہ دید یجئے اور تیر و کمان دید یجئے میں رات بھر نہ سوؤنگا اور انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر بھی نکالے گا تو میں فوراً تیر ماروں گا خدا کے لیۓ آپ مجھے اُس جگہ چھوڑ دیجئے میں بڑی مصیبت میں ہوں کہ اوپر پانی نیچے گارا الغرض وہ گوشہ خالی کر دیا گیا اور وہ مع بال بچوں کے اُس تنگ اور بے گنجائش جگہ میں چلا گیا بارش کے خوف سے اس غار کی طرح تنگ و تاریک مقام میں سب کے سب چھپ گئے اور تنگی کے سبب اوپر تلے یوں پڑے تھے جیسے ٹڈیاں۔ تمام رات یہ کہتے رہے کہ اے خدا ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے کہ ہمنے اس نالائق کی بات پر کیوں بھروسہ کیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی ایسے شخص کی یہی سزا ہے کہ وہ مصائب میں مبتلا ہو جو کمینوں سے دوستی کرے یا نااہلوں سے اہلیت کا برتاؤ کرے اور اُس کی یہی سزا ہے جو اہل اللہ کی خدمت ایک طمع خام کے لیۓ اور دنیاوی غرض سے چھوڑ دے پس تمہارا فرض ہے کہ اہل اللہ کی خاک اور ان کی دیوار چاٹو یہ تمہارے لیۓ عوام اور اُن کے انگوروں اور باغ سے ہزار درجہ بہتر ہے اور ایک روشندل شخص کا غلام ہو جانا بہتر ہے اُس سے کہ تم بادشاہوں کے سر پر پانوں رکھو دنیاوی بادشاہوں سے بجز ڈھول کی آواز کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا یعنی اُن سے جو کچھ مال و دولت عزت و وقعت تم کو ملیگی وہ وہ ڈھول کی آواز کی طرح دور ہی سے دل کو لبھانے والی ہوگی روح (اہل اللہ) کے لحاظ شہری بھی رہزن ہیں پھر احمق اور بے مایہ دیہاتی کیا یلا ہوتا ہے اس بنا پر اسکو چاہیئے تھا کہ دیہاتیوں کو تو درکنار شہریوں سے بھی دوستی نہ کرتا بلکہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرتا لیکن اس نے عقل سے کام نہیں لیا اس لیۓ یہ مصیبت بھگتنی پڑی علیٰ ہذا جو شخص بلا سوچے سمجھے شیطان کی آواز کے پیچھے چلد ے اُس کی یہی سزا ہے جو اس شہری کو

اُس کے تدبیر نہ کرنے اور دیہاتی کے فریب میں آجانے پر ملی جب کہ پشیمانی دل کی تہ میں اُتر گئی اور تلافی کا وقت نہ رہا تو اُسوقت اپنی غلطی کا اقرار کچھ نفع نہیں بخشتا۔ اور جب کہ وہ تہ دل سے اپنے کئے پر پشیمان ہو اور تلافی نہ ہو سکے تو اسوقت آہ سرد کچھ بھی نافع نہیں ہوتی۔ پس اگر وہ شہری اب پشیمان بھی ہوا تو کیا نتیجہ غرض وہ ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہوئے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ بھیڑیئے تو اُس کو خود لپٹے ہوئے تھے مگر وہ ان بھیڑیوں سے غافل ہوکر دوسرے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا یعنی ہر ہر مچھر اور ہر ہر پسوان کے لیئے ایک بھیڑیا ہو گیا تھا اور اُس ویرانہ میں اُن کے ڈنک لگا رہا تھا مگر اس خوف میں کہ کہیں بھیڑیا باغ میں نہ گھس آئے اور آکر درختوں وغیرہ کو کچھ نقصان نہ پہونچائے اور وہ دیہاتی اُس کی ڈاڑھی اوکھاڑے اُس کو اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ وہ مچھر ونکو دفع کرے غرض آدھی رات تک یونہی پریشان رہا حتی کہ مارے تکلیف کے اُسکا ناک میں دم آگیا تھا دفعتہً ایک جانور نے جو کہ بھیڑیئے کی صورت تھا ایک ٹیلے سے سر نکالا امیر نے شست سے اُس پر تیر چھوڑا حتی کہ وہ نیچے گر گیا اُس جانور کے گرنے سے ایک گوز نکلا اُسکو سُنکر اس دہقانی کے منہ سے آہ نکلگئی اور بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ ارے پاجی یہ تو میرا گدھی کا بچہ تھا تو نے اُسے مار ڈالا امیر نے کہا ہرگز نہیں یہ دیوصورت یقیناً بھیڑیا ہی گدھی کا بچہ نہیں ہو سکتا اُس کے اندر بھیڑیئے کے علامات ظاہر ہیں اور اسکی شکل کہہ رہی ہے کہ یہ بھیڑیا ہے اس نے کہا تو غلط کہتا ہے جو گوز اس سے نکلا ہے اُسکو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے شراب اور پانی کو تو نے میری گدھی کے بچہ کو مار ڈالا خدا کرے تجھے اس رنج سے کبھی رہائی نہ ہو اور تو کبھی خوش نہ ہو اس نے کہا آپ خوب تحقیق کر لیجے رات کا وقت ہے اجسام دیکھنے والے کو اسوقت اچھی طرح دکھائی نہیں دیتے۔ رات کو اکثر اشیا ر خلاف واقع اور دوسری حقیقت دکھلائی دیتی ہیں ہر شخص رات کو صحیح نہیں دیکھ سکتا۔ اسوقت رات بھی ہے ابر بھی ہے اور موسلا دھار پانی پڑ رہا ہے یہ تین تاریکیاں تو نہایت عجیب غلطی پیدا کر سکتی ہیں اُس نے کہا کہ اس معاملہ میں یہ رات میرے نزدیک مثل روز روشن کے ہے مجھے غلطی نہیں ہو سکتی میں بیس گوزوں کے درمیان اپنے گدھے کے بچے کے گوز کو یوں پہچان سکتا ہوں جسطرح مسافر توشہ کو یہ سنکر امیر سے صبر نہ ہو سکا وہ کودا

اور کود کر اُس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ او احمق بد معاش تو لے بیفریب گانٹھا ہے
اور بنگ وافیون ملا کر کھائی ہے تین تاریکیوں کے اندر تو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچان
سکتا ہے مگر مجھے دن میں بھی نہیں پہچانتا۔ اسے احمق بتا تو سہی جب کوئی شخص بچھڑے
وغیرہ کو آدھی رات کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے دس سال کے رفیق کو نہ پہچانے گا تو اپنے
کو عارف اور خود رفتہ بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک جھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی
بھی خبر نہیں اور میرے دل میں خدا کے سوا کوئی نہیں سماتا مجھے رات کا کھایا بھی یاد
نہیں رہتا اور تحیر کے سوا کسی چیز سے میرا جی خوش نہیں ہوتا یا درکھو کہ میں عاشق حق
سبحانہ اور اُسکا دیوانہ ہوں ایسی حالت خود رفتگی میں مجھے معذور رکھنا چاہیئے کیونکہ اگر
کوئی شخص حرام شے یعنی بنیذ وغیرہ پی لیتا ہے تو شریعت اُسکو فی الجملہ معذوروں میں شامل
کر لیتی ہے چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک اُسکی بیع اور طلاق بھی صحیح نہیں بلکہ وہ مثل بچوں
کے اور مرفوع القلم اور غیر مکلف ہے پس جو مستی حق سبحانہ کے کمالات کی بنا پر ہو اتنی
مستی تو سو خم مے بھی دماغ میں پیدا نہیں کر سکتے پس جو شخص ایسی مستی میں مبتلا ہو وہ
کیسے مکلف ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں تو عقل کا گھوڑا گر کر بے دست و پا اور عاجز ہو گیا
ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے پس جب عقل نہ رہی تکلیف بھی نہیں رہ سکتی غور تو کرو
کوئی گدھے کے چھوٹے بچے پر بوجھ لادتا ہے اور بوگرہ کو بھی کوئی فارسی پڑھاتا ہے ہرگز
نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں علیٰ ہذا یہ بھی اہل تکلیف نہیں دیکھو لنگڑے سے بعض احکام
کی تکلیف اُٹھالی جاتی ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں لیس علی الاعرج حرج کیوں؟
محض اس لیئے کہ وہ اُس کی طاقت نہیں رکھتا اور اُن کا اہل نہیں علیٰ ہذا مست بھی اہل
نہیں پس چونکہ میں اپنی طرف سے اندھا اور حق سے بینا ہو گیا ہوں اس لیئے میں ہر تکلیف
سے آزاد ہوں غرضکہ تو اسی قسم کی خرافات بکتا تھا اور فقیری اور بے خودی کے دعوے کرتا
تھا عاشقان الٰہی کی طرح ہا و ہو کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے زمین و آسمان کی بھی خبر نہیں
لیکن غیرت امتحان کو تیرے یہ دعوے اچھے نہ معلوم ہوئے لہذا اس نے تیرا امتحان کیا
اور گدھی کے بچے کے گوز نے تیری حقیقت کھولکر تجھے رسوا کر دیا اور ایک معمولی ہستی

یعنی گدھی کے گوز نے تیری ادعا نفی کو اثبات بنا دیا۔

شرح شبیری

خواجہ اور اُس کی قوم کا گانوں میں پہونچنا اور روستائی کا انکو شرارت کی وجہ سے نہ پہچاننا

بعد ماہے چوں رسیدند آنطرف　　　بینوا ایشاں ستوں را بی علف

یعنی بعد ایک مہینے کے جب وہ لوگ اسطرف پہونچے تو وہ خود تو بے توشہ تھے اور اُن کے بیل بے گھاس دانہ۔

روستائی بیں کہ از بدنیتی　　　میکند بعد اللتیا و التی

یعنی اُس گنوار کو دیکھو کہ (کمبخت) بدنیتی کی وجہ سے ایسی ویسی باتوں کے بعد یہ کرتا ہے کہ۔

روئے پنہاں میکند زایشاں بروز　　　تا سوئے باغش نہ بکشا نید پوز

یعنی ان لوگوں سے دن دہاڑے روپوشی اختیار کرتا ہے تاکہ اُس کے باغ کی طرف مُنہ نہ کھولیں مطلب یہ کہ وہ لوگ بیچارے ایک ماہ کے بعد مارے تنا ڑے اُس گانوں میں پہونچے اور وہ کمبخت روستائی دن دہاڑے روپوشی کرتا ہے اور چھپتا پھرتا ہے اگر رات ہو تو خیر ایک دوسرے کو دیکھتے بھی نہیں آنکھ تو چار نہ ہوں یہاں تو نالائق اسقدر بے مروتی کرتا ہے کہ دن دہاڑے دیدوں میں دیدے ڈالکر بے مروتی کرتا ہے بس حد ہوگئی اور صرف اس لیئے کہ اگر اُن کے ساتھ مروت کرتا ہوں تو میرے باغ کے میوے سب کھا جائیں ایسے شخص کے لیئے تو یہی کہا جاویگا کہ خدا ایسے کو غارت ہی کرے مولانا کو بھی غصہ آگیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں رو کہ ہمہ رزق و شرست　　　از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست

یعنی ایسا مُنہ جو کہ بالکل مکر اور شر ہے وہ مسلمانوں سے پوشیدہ ہی رہے تو بہتر ہے
(اور ایسے کمبخت منحوس کی صورت نہ دیکھنا ہی بہتر ہے) اور فرماتے ہیں کہ۔

رو بہا باشد کہ دیواں چوں مگس　　بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس

یعنی بہت مُنہ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے سر پر شیاطین مکھی کی طرح بیٹھے ہوتے
ہیں جیسے کہ نگہبان ہوں مطلب یہ کہ بعض ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ اُن کے سر پر
ہر وقت شیطان سوار رہتے ہیں۔

چوں ببینی روئے شاں در تو فتند　　یا مبیں شاں چوں بدیدی خوش مخند

یعنی جب تم اُن کا مُنہ دیکھو تو وہ تمہارے اندر پڑیں (یعنی فریب ہو جاویں) تو یا تو اُن کا
مُنہ ہی مت دیکھو (اور یہی بہتر ہے) اور اگر دیکھ لیا تو پھر خوش مت ہو۔ اس لیے کہ مثل
مشہور ہے کہ ہنسے اور پھنسے۔ بس ان سے تعلق ہی مت رکھو کہ سخت مضر ہے۔

در چناں روئے خبیث عاصیہ　　گفت یزداں نسفعا بالناصیہ

یعنی ایسی ہی روئے عاصی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نسفعا بالناصیہ (یعنی
اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچے جاویں گے) مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قول ایسے ہی
نالائقوں کے حق میں ہے خیر آگے پھر اُن مصیبت زدگان کی حالت مفصل بیان فرماتے
ہیں کہ۔

چوں بپرسیدند و خانش یافتند　　ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند

یعنی انھوں نے پوچھ پاچھ کر اُسکا گھر پالیا تو عزیزوں کی طرح اُس کے دروازہ کی طرف
دوڑے تاکہ دروازہ کھلواویں مگر گھر والے بھی تو اُسی نالائق کے تھے وہ اس سے کم
تھوڑے ہی تھے انھوں نے یہ کیا کہ۔

در فرو بستند اہل خانہ اش　　خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش

یعنی اُس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا تو یہ خواجہ اُن کی اس کجروی سے
دیوانہ سا رہ گیا۔

لیک ہنگام درشتی ہم نبود　　چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود

یعنی لیکن وقت سختی کا بھی نہ تھا (کیونکہ مثل مشہور ہے کہ) جب تم کنویں میں گر پڑے تو اب تیزی سے کیا فائدہ تو اب تو آپھنسے اگر اسوقت تیزی کرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسقدر امید ہوگی وہ بھی جاتی رہے گی لہذا آخر بیچاروں نے یہ کیا کہ۔

بر درش ماندند ایشاں پنج روز شب بسر ما روز خود خورشید سوز

یعنی یہ لوگ اُس کے دروازہ پر پانچ روز تک پڑے رہے رات کو جاڑے میں اور دن کو خود آفتاب جلانیوالا۔

نے ز غفلت ماندن نے خری بلکہ بود از اضطرار و بے زری

یعنی اُن کا یہ (دروازہ پر پڑا) رہنا کسی غفلت یا گدھے پن کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اضطرار اور بے زری کی بدولت تھا کہ بیچاروں کے پاس خرچ بھی ختم ہوگیا تھا اُن کی یہ حالت تھی کہ۔

با لئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار شیر مرداری خورد از جوع زار

یعنی نیک لئیموں کے ساتھ بندھ گئے تھے جیسے کہ شیر جو بھوک سے زار و نزار ہو کر مردار کھا لیا کرتا ہے۔ اسی طرح مصیبت کے مارے یہ پڑے ہوئے تھے۔

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام کہ فلانم مر مرا اینست نام

یعنی وہ خواجہ اُس نالائق کو دیکھتا تھا تو اُس کو سلام کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ ارے میں فلا ہوں اور میرا نام یہ ہے۔

گفت باشد من چہ دانم تو کئی یا پلیدی یا قرین پاکئی

یعنی وہ روستائی خبیث کہتا کہ ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے کوئی پلید ہے یا کسی پاکی کا ساتھی ہے مطلب یہ کہ وہ خبیث کہتا کہ بھائی تم کوئی ہوگے مگر مجھے کیا خبر ہے کہ کون ہو بھلے ہو یا برے ہو اور کہتا کہ مجھے کیا خبر اس لیے میری تو یہ حالت ہے۔

والہم روز و شب اندر صنع ہو ہیچگونہ نیستم پروائے تو

یعنی میں تو صنع حق میں رات دن مستغرق ہوں اور مجھے تو کسی قسم کی خبر ہی نہیں۔

از خودی خود ندارم ہم خبر　　　نیست از ہستی سر مویم اثر

یعنی میں تو اپنی ہستی کی بھی خبر نہیں رکھتا اور مجھے تو ہستی سے سر مو بھی اثر نہیں ہے مطلب یہ کہ خبیث صوفی بنتا تھا اور کہتا تھا کہ جناب میں تو حق تعالیٰ کی مصنوعات کے مشاہدے میں مستغرق ہوں مجھے اپنی بھی خبر نہیں میں تو اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہوں مٹا چکا ہوں تو بھلا جب مجھے اپنی خبر نہیں ہے تمہاری تو کیا خبر ہوگی اور کہتا کہ میری یہ حالت ہے کہ۔

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست　　　در دل و جانم بجز اللہ نیست

یعنی میرے ہوش تو غیر حق سے آگاہ نہیں ہیں اور میرے دل و جان میں بجز اللہ کے کوئی نہیں ہے جب اُس خواجہ نے اسقدر سرد مہری دیکھی تو اُسکو سخت افسوس ہوا اور بولا کہ۔

گفت اینہ دم باقیامت شد شبیہہ　　　تا برادر شد یفر من اخیہ

یعنی وہ خواجہ بولا کہ یہ وقت تو مشابہ قیامت کے ہوگیا ہے کہ بھائی بھائی سے بھاگنے لگا ہے سچ یہ ہے کہ اُس خواجہ کو اسوقت سخت حیرت اور پریشانی ہوگی خدا ایسے خبیث کو غارت ہی کرے۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا اُس کی حالت کو دیکھکر تو یہ دعا یاد آتی ہے اللہ ایسے شخص سے بچاوے

شرح میکردش من آنم کہ تو　　　لوتہا خوردی و خوان من دوتو

یعنی وہ خواجہ بیان کرتا تھا کہ (ارے کمبخت) میں وہ ہوں جس کے دسترخوان سے تونے دونوں وقت کھانے کھائے ہیں اور کہتا تھا کہ۔

آں فلاں روزت خریدم آں متاع　　　کل سر جاوز الاثنین شاع

یعنی کہ میں نے تجھے فلاں دن وہ اسباب خرید کر دیا تھا اور ہر بھید جو کہ دو سے گذر گیا وہ شایع ہو گیا مطلب یہ کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ مجھے اور تجھے ہی خبر ہو بلکہ یہ تو مشہور و معروف بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ تو آیا کرتا تھا اور میں تیرے ساتھ احسان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

نے تو بودی سالہا مہمان من　　　نے رسیدت بیکراں احسان من

یعنی کہ کیا تو سالہا سال تک میرا مہمان نہیں رہا ہے اور کیا تجھے میرے بیحد احسان نہیں پہونچے ہیں استفہام انکاری ہے یعنی پہونچے ہیں۔

سر مہر ما شنید ستند خلق　　شرم دارد روچو نعمت خورد حلق

یعنی ہماری محبت کی باتیں لوگ سنا کرتے تھے اور اگر حلق کوئی نعمت کھا لیتا ہے تو مُنہ کو شرم آیا کرتی ہے اور وہ اُس صاحب نعمت کا شکر گذار ہوتا ہے مگر تو وہ نالائق ہے کہ تو نے ساری باتیں بالائے طاق اٹھا رکھی ہیں۔

او ہمی گفتش چہ گوئی ترہات　　نے ترا دانم نہ نام تو نہ جات

یعنی وہ (خبیث) اُس خواجہ سے کہتا کہ کیا فضول باتیں کہہ رہے ہو میں نہ تجھے جانوں نہ تیرے نام کو اور نہ تیری جائے قیام کو غرضکہ وہ بیچارے اسی طرح باہر پڑے رہے اور اُس نالائق نے انکو نہ پوچھنا تھا نہ پوچھا۔ آخر یک گلے دیگر شگفت یہ ہوا کہ۔

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت　　کاسماں از بارشش شد در شگفت

یعنی پانچویں رات کو بارش اور ابر ہوگیا (اور اسقدر بارش ہوئی) کہ آسمان اُس ابر کی بارش سے تعجب میں ہوگیا کہ اُس نے یہ کہا کہ اللہ اکبر ایسی بارش کبھی نہ ہوئی تھی یعنی بڑے زور شور کی بارش ہونا شروع ہوئی۔

چوں رسیدش کارد اندر استخواں　　حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں

یعنی جب کہ چھری اُس کی ہڈی تک پہونچ گئی (یعنی بہت سخت تکلیف ہوئی اور تکلیف حد کو پہونچ گئی تو) خواجہ نے کنڈی کھٹکھٹائی کہ ذرا چودھری جی کو تو بلاؤ یچ یہ ہے کہ یہ خبیث اُردو زبان کا مہتر (یعنی بھنگی) تھا۔

چوں بصد الحاح آمد سوئے در　　گفت آخر چیست ای جان پدر

یعنی جب کہ وہ خواجہ سیکڑوں الحاح اور عاجزی سے دروازہ پر آیا تو وہ نالائق بولا کہ میاں آخر کیا ہے۔

گفت من آں حقہا بگذاشتم　　ترک کردم انچہ می پنداشتم

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں نے اُن حقوق (دوستی) کو ترک کیا اور جو کچھ کہ میں نے سمجھا تھا

اُس کو ترک کیا مطلب یہ کہ میرا جو خیال تھا کہ تو میرے ساتھ سلوک کرے گا اُن سبکو میں نے ترک کیا اور سارے خیالات کو چھوڑا اور سارے حقوق کو بھی ایک طرف رکھتا ہوں بس اب بطور انسان ہونے کے کہ تو بھی انسان ہے اور میں بھی تجھسے یہ کہتا ہوں کہ

پنجسالہ رنج دیداین پنجروز جان مسکینم دریں سرماؤ سوز

یعنی میری جان مسکیں نے اس پانچ دن میں پانچ برس کی تکلیف دیکھی ہے یعنی اسقدر سخت کلفت ہوئی ہے جیسے کہ پانچ برس تک تکلیف ہی گذری ہے۔

یک جفااز خویش واز یار و تبار در گرانی ہست چوں سی صد ہزار

یعنی اپنے عزیز اور یار و تبار سے ایک جفا بھی گرانی میں تیس لاکھ برابر ہوتی ہے۔

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش جانش خوگر بود با مہر و وفاش

یعنی اس لیئے کہ اُس شخص نے اُن لوگوں کی جفا پر تو دل نہ رکھا تھا تو اُس کی جان تو اُن کی مہر و وفا کی خوگر تھی مطلب یہ کہ اگر عزیز و اقارب کی کوئی ذراسی بھی بات ہو وہ بھی گران ہوتی ہے اس لیئے کہ اُسکو اُن لوگوں سے امید وفاہی کی ہوتی ہے جفا کی ہوتی نہیں تو خلاف امید ہونے سے کلفت ہوتی ہے جب بات ہے تو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ بر مردم بلا و شدت است ایں یقیں داں کز خلاف عادت است

یعنی آدمی پر جو بلا اور شدت ہے یہ یقین جانوں کہ یہ خلاف عادت کی وجہ سے ہے بس اگر کسی سے امید ہی نہ ہو تو اُس کے خلاف بھی نہ ہوگا اور پھر کلفت بھی نہ ہوگی تو یہ ساری کوفت اس کی ہے کہ غیر حق سے امید رکھتے ہیں لہٰذا بس ساری امید حق تعالیٰ سے رکھنا چاہیئے کسی اور سے تعلق اور امید ہی مت رکھو خیر جب اس نے بہت ہی الحاح وزاری کی تو وہ نالائق بولا کہ

گفت یک گوشہ است آن باغباں ہست اینجا گرگ را او پاسباں

یعنی اس نے کہا کہ ایک گوشہ ہے وہ باغبان کا ہے اور وہ باغبان اس جگہ بھیڑیئے کا پاسبان ہی مطلب یہ کہ بولا کہ اور کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے صرف ایک کونہ باغبان کا ہے اُسمیں وہ رہتا ہے اور رات کو وہ پاسبانی کرتا ہے تاکہ بھیڑیا نہ گھس آوے۔

در کفش تیر و کماں از بہر گرگ تا زند چوں آید آں گرگ سترگ

یعنی اُس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لیئے تیر و کمان ہے تاکہ جب وہ گرگ قوی ہیکل آوے تو اُس کے مار دے۔

گر تو آں خدمت کنی جا آن تست ورنہ جائے دیگرے فرمای جست

یعنی اگر تم یہ خدمت کرو تو جگہ تمہاری ہے ورنہ دوسری تلاش کرو مطلب یہ کہ اگر تم پاسبانی کرو تو خیر وہ جگہ تم کو مل سکتی ہے۔ خیر اس بیچارے کو تو ضرورت تھی مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اُس نے اُسی کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ۔

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ واں کمان و تیر در کفم بنہ

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں تو تیری سو خدمتیں کردوں گا تو مجھے جگہ دیدے اور وہ کمان اور تیر میرے ہاتھ میں دے۔

من نہ خسپم حارسی رز کنم گر برآرد گرگ سر تیرش زنم

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں سوؤں گا نہیں بلکہ انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر نکالیگا تو میں اُس کے تیر ماروں گا۔

بہر حق مگذارم امشب ای دو دل آب باراں بر سر و در زیر گل

یعنی ارے دو دلے خدا کے واسطے آج کی رات مجھے (باہر) مت چھوڑ اس لیئے کہ بارش کا پانی سر پر ہے اور نیچے مٹی ہے لہذا خدا کے واسطے جگہ دیدے خیر اُس نے وہ جگہ اور وہ عمدہ خواجہ صاحب کو عنایت کر دیا۔

گوشۂ خالی بُد و او با عیال رفت آنجا جائے تنگ بی مجال

یعنی وہ گوشہ خالی تھا اور وہ مع اہل و عیال کے اُس جگہ چلا گیا جگہ تنگ تھی اور بے جولانگاہ کے یعنی نہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ کچھ بہت ہی چھوٹا اور مختصر کونا تھا تو سب کی یہ حالت تھی کہ۔

چوں ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار از نہیب سیل اندر کنج غار

یعنی ٹڈی کی طرح وہ سب ایک دوسرے پر اُس غار کے کونے میں خوف سیل سے

سوار تھے یعنی بس ایک پر ایک پڑا ہوا تھا۔

شب ہمہ شب جملہ گویاں کای خدا — این سزای ما سزای ما سزا

یعنی رات کو تمام رات وہ سارے یوں کہہ رہے تھے کہ اے خدا یہ ہماری سزا ہے اور ہماری سزا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سزای آنکہ شد یار خساں — یا کسے کرد از برای ناکساں

یعنی یہ اُس شخص کی سزا ہے جو کہ کمینوں کا دوست بنا یا اُس نے نالائقوں کے ساتھ نالائقوں جیسا معاملہ کیا۔

این سزای آنکہ اندر طمع خام — ترک گوید خدمت خاک کرام

یعنی یہ سزا اُس شخص کی ہے کہ جو طمع خام میں حضرت اولیا کرام کی خدمت کو ترک کردے مولانا اُن کی حالت سے انتقال فرماتے ہیں اُن لوگوں کی حالت کی طرف جو کہ اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرات اولیاء اللہ کی خدمت کو طمع کی وجہ سے ترک کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح مصیبت میں پھنسا کرتے ہیں جیسے کہ انکو طمع نے خراب کیا ہے کہ کدھر ہی کا نہ رکھا۔

خاک پاکاں لیسی و دیوار شاں — بہتر از عام و زرو گلزار شاں

یعنی پاک لوگوں کی خاک کو اور اُن کی دیوار کو چاٹو یہ عام لوگوں سے اور اُن کے انگوروں اور اُن کے گلزار سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کی خدمت عوام الناس کے اکرام سے بھی بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بندۂ یک مرد روشندل شوی — بہ کہ بر فرق سر شاہاں روی

یعنی کسی مرد روشندل کے غلام ہو اس سے بہتر ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چلو مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے پانوں اپنے سر پر رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے پاؤں اوروں کے سر پر رکھو اس لیئے کہ۔

از ملوک خاک جز بانگ دہل — تو نخواہی یافت ای پیک سبل

یعنی لے سالک تم ان شاہان دنیا سے سوائے بانگ دہل کے اور کچھ نہ پاؤ گے یعنی بجز

اس کے کہ ان کی شہرت ہے باقی اُن کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے باطن خالی ہے صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔

شہریاں خود رہ زناں نسبت بروح روستائی کیست گیج بے فتوح

یعنی شہری لوگ خود روح کی نسبت کر رہ زن ہیں تو روستائی تو بھلا کیا ہے ایک احمق بے فتوح مطلب یہ کہ جو لوگ کہ شہری اور عاقل ہیں وہ بھی بہ نسبت روح کے رہ زن ہیں تو بھلا یہ گنوار جس کو کہ عقل بھی نہیں ہے یہ تو کیوں نہ دشمن روح اور دشمن اولیا کرام ہوں گے۔

ایں سزائے آنکہ بے تدبیر عقل بانگ غولے آمدش بگزید نقل

یعنی یہ اُس شخص کی سزا ہے کہ جس کو ایک آواز غول آئی تو اُس نے بے تدبیر عقل کے نقل اختیار کر لیا مطلب یہ کہ یہ اُس شخص کی سزا ہے جو کہ شیاطین کی آواز پر عمل کرتا ہے اور عقل سے مشورہ نہیں لیتا اور اسکی تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔

چوں پشیمانی ز دل شد یا شتاق زاں سپس سودے ندارد اعتراف

یعنی جب کہ پشیمانی دل سے سویدائے قلب تک پہونچ گئی تو اُس کے بعد اعتراف قصور کوئی فائدہ نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جب کوئی کام کیا اور اُسکی وجہ سے پشیمانی حاصل ہوئی اور وہ کام ختم ہوچکا تو اگر اب یہ کہیں کہ بے شک یہ ہماری غلطی تھی اور اعتراف غلطی کریں تو اُس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

چوں پشیماں گشت از دل زانچہ کرد بعد ازاں سودش ندارد آہِ سرد

یعنی جب کہ اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہولیا تو اُس کو آہ سرد کرنا مفید نہیں ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شخص اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہولیا اور پشیمانی ہوا کرتی ہے بعد اُس کام کے ختم کے تو گویا کہ جب وہ کام ہوچکا تو اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت تو اسی طرح جب اُس خواجہ نے اوّل ہی اُس کے مکر و اور کذب کو نہ سمجھا تو اب افسوس کرنے اور پشیمان ہونے سے کیا ہوتا ہے آخر کار یہ ہوا کہ

آں کمان و تیر اندر دست او گرگ را جویاں ہمہ شب سو بسو

یعنی وہ کمان اور تیر اس کے ہاتھ میں تھا اور ادھر اُدھر بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گرگ بروی خود مسلط چوں شرر گرگ جویاں وز گرگ او بیخبر

یعنی بھیڑیا تو اُسپر خود شرر کی طرح مسلط تھا اور وہ گرگ کو ڈھونڈھ رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ روستائی تو گرگ کی طرح اس خواجہ پر مسلط تھا اور یہ حضرت گرگ کو تلاش کر رہے تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہ اگر مسلط ہے تو ایک گرگ کو تلاش کر رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر پشہ و ہر کیک چوں گرگے شدہ اندراں ویرانہ شاں زخمی شدہ

یعنی ہر مچھر اور ہر پسو گرگ کی طرح ہو رہا تھا اور اُس ویرانہ میں زخم مار رہا تھا مطلب یہ کہ بھلا وہ روستائی تو کیا مسلط تھا اُن بیچاروں کے اوپر ہر پشہ اور ہر پسو مسلط ہو رہا تھا اور کاٹ رہا تھا غرضکہ سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور یہ حالت تھی کہ۔

فرصت آں پشہ راندن ہم نبود از نہیب حملۂ گرگ عنود

یعنی اُس مچھر کے ہٹانے کی بھی اُس گرگ عنود کے خوف کی وجہ سے فرصت نہ تھی۔

تا نیاید گرگ آسیبے زند روستائی ریش خواجہ بر کند

یعنی تاکہ کہیں بھیڑیا نہ آجاوے اور گزند پہونچاوے اور پھر روستائی خواجہ صاحب کی ڈاڑھی اوکھاڑے۔

ایں چنیں دنداں زناں تا نیمشب جان شاں از ناف می آید بلب

یعنی وہ خواجہ اسی طرح آدھی رات تک دانت بجاتا پھرا اور اُن کی جان ناف سے لب پر آتی تھی غرضکہ وہ بیچارے اسی مصیبت میں مبتلا تھے کہ ایک اور مزا ہوا وہ یہ کہ۔

ناگہاں تمثال گرگے ہشتہ سر بر آورد از فراز پشتہ

یعنی ناگہاں ایک بھیڑیئے کی جیسی شکل نے ایک پشتہ پر سے سر نکالا (اسکو دیکھتے ہی)

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست زد براں حیواں کہ تا افتاد پست

یعنی خواجہ نے شست سے تیر کو کھینچا اور اُس جانور پر ایسا مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا

اندر افتادن ز حیواں باد جست روستائی ہائے کرد و کوفت دست

یعنی گرنے میں اُس جانور کا گوز نکل گیا تو روستائی نے ہائے کی اور ہاتھ پیٹ لیا اور بولا کہ۔

گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن است ناجوانمردا کہ خر کرہ من است

یعنی اے ناجوانمرد یہ تو میرا گدھی کا بچہ ہے تو خواجہ نے کہا کہ نہیں یہ تو بھیڑیا مثل شیطان کے ہے۔

اندرو اشکال گرگے ظاہر است شکل او از گرگی او مخبر است

یعنی اس کے اندر گرگ کی شکلیں ظاہر ہیں اور اسکی شکل اُس کی گرگ سے مخبر ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ یہ تو یقیناً بھیڑیا ہے اور اُس کے اندر تو صاف طور پر بھیڑیئے کی شکل ظاہر ہے تو اُس روستائی نے کہا کہ۔

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے می شناسم ہمچناں کاب زمے

یعنی اُس روستائی نے کہا کہ نہیں اُسکی فرج سے جو ہوا نکلی ہے میں اُسکو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے کہ پانی کو شراب سے یعنی جس طرح کہ وہ دونوں چیزیں ممتاز ہوتی ہیں اور اُس کو ایک دوسرے سے ہر شخص ممتاز کر سکتا ہے اسی طرح میں اُس کے گوز کو پہچانتا ہوں اور کہا کہ۔

کشتہ خر کرہ ام را در ریاض کہ مبادت بسط ہرگز ز انقباض

یعنی تو نے میرے گدھی کے بچہ کو باغوں میں مار ڈالا ہے تو خدا کرے تجھے حالت انقباض سے بسط کبھی نہ ہو مطلب یہ کہ اُس کو بددعا دیتا ہے کہ خدا کرے تجھے کبھی آرام نصیب نہ ہو اور ہمیشہ مصیبت ہی میں مبتلا رہے۔

گفت نیکو تر تفحص کن شب است شخصہا در شب ز ناظر محجب است

یعنی خواجہ نے کہا کہ اچھی طرح تلاش کر لو اس لیئے کہ رات ہے اور جسم رات میں دیکھنے

والے سے پوشیدہ ہوتے ہیں یعنی اُس نے کہا کہ ذرا تلاش کرلو اور غور کرلو اس لیئے کہ اکثر دھوکا ہوجایا کرتا ہے رات کا وقت ہے تم بھیڑیئے کو گدھی کا بچہ سمجھے ہوئے ہو۔

شب غلط نماید و مبدل بسے ۔۔۔ دید شب صائب ندارد ہر کسے

یعنی رات بسا اوقات غلط اور مبدل دکھا دیتی ہے اور رات کا دیکھنا ہر شخص صائب نہیں رکھتا مطلب یہ کہ رات کو ہر شخص کو دیکھنے میں غلطی ہوجایا کرتی ہے تو شاید تمہیں بھی غلطی ہو رہی ہو۔

ہم شب و ہم ابر و ہم باراں ژرف ۔۔۔ ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف

یعنی رات بھی ہے اور ابر بھی اور بارش سخت بھی تو یہ تین تاریکیاں بہت زیادہ غلطی پیدا کرتی ہیں مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ بھائی دیکھ تو اندھیری بھی تو بہت سخت ہے رات ہی پھر ابر ہے لہذا الیقیناً غلطی ہوسکتی ہے مگر جناب وہ کب ماننے والا تھا وہ گدھے کا بچہ تو اپنے گدھی کے بچہ کی گوز کو خوب پہچانتا تھا اُس نے کہا کہ۔

گفت ایں بر من چو روز روشن است ۔۔۔ می شناسم باد خر کرہ من است

یعنی اُس نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح (ظاہر) ہے اور میں پہچانتا ہوں کہ میرے گدھے کے بچہ ہی کا گوز ہے۔

درمیان بست باد آں باد را ۔۔۔ می شناسم چوں مسافر زاد را

یعنی بیس گوزوں میں بھی میں اُس گوز کو پہچانتا ہوں جیسے کہ مسافر زاد کو پہچان لیتا ہے سبحان اللہ مولانا نے تشبیہ بھی غضب کی دی ہے گوز کی شناخت کو شناخت زاد سے خدا کی قسم اگر پہچان ہو تو ایسی تو ہو واہ واہ سبحان اللہ قربان جایئے۔ جب اس خبیث نے یہ کہا تو آخر اُس بیچارے خواجہ کو بھی غصہ آگیا۔

خواجہ بر جست و بیامد ناشگفت ۔۔۔ روستائی را گریبانش گرفت

یعنی خواجہ اچھلا اور بے صبر ہوگیا اور اُس دیہاتی (خبیث) کا گریبان پکڑ لیا اور بولا کہ

کابلہ طرار شید آوردہ ۔۔۔ بنگ و افیوں ہر دو با ہم خوردہ

یعنی کہ ارے بیوقوف چالاک تو مکر لایا ہے اور بنگ اور افیون تو نے ملا کر کھائی ہیں اسلیئے

نشہ زیادہ ہوگیا جو ایسی باتیں کر رہا ہے۔

در سہ تاریکی شناسی باد خر چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر

یعنی تین تاریکیوں میں گوز خر کو تو پہچانتا ہے تو ارے بیوقوف مجھے کس طرح نہیں پہچانتا۔

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را چوں نداند ہمرہ دہ سالہ را

یعنی جو شخص کہ آدھی رات کو گوسالہ کو پہچان لے دہ (سالہ) دس برس کے ساتھی کو کیوں نہیں پہچانتا مطلب یہ کہ جب شناخت اسقدر بڑھی ہوئی ہے تو اُسکو کیوں شناخت نہیں کرتا۔ اور اگر اُس کو نہیں پہچانتا تو اس کو کسطرح پہچانا اس سے معلوم ہوا کہ شرارت ہے اور کچھ نہیں۔

خویشتن را عارف و والہ کنی خاک در چشم مروت می زنی

یعنی اپنے کو عارف اور مستغرق بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک ڈالتا ہے یعنی بے مروتی تو اسقدر کرتا ہے اور پھر عارف حق بھی بنتا ہے شرم نہیں آتی ہے اور کہتا ہے کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست در دلم گنجا بجز اللہ نیست

یعنی کہ مجھے اپنے سے بھی آگاہی نہیں ہے اور میرے دل کے اندر سوائے خدا کے کوئی سمایا ہوا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

انچہ دے خوردم از انم یاد نیست ایں دل از غیر تحیر شاد نیست

یعنی جو کچھ کہ میں نے کل کھایا ہے وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے اور یہ دل غیر حیرت سے شاد نہیں ہے یعنی اسمیں بجز حق کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

عاقل و مجنون حقم یاد آر در چنیں بیخویشیم معذور دار

یعنی مجھے غافل اور مجنون حق سمجھو تو ایسی بے خودی میں مجھے معذور سمجھو مطلب یہ کہ اگر میں تم کو بھول گیا ہوں اور مجھے تمہاری خبر نہیں رہی تو اسمیں مجھے معذور سمجھو کہ میں تو مست و بے خود ہوں

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیذ شرع او را سوئے معذوراں کشید

یعنی جو شخص مردار کھاتا ہے یعنی شراب تو شرع نے اُسکو بھی معذوروں کی طرف کھینچا ہے

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست ہمچو طفل ست او معاف و مطلق است

یعنی مست اور بھنگ والے کی طلاق اور بیع نہیں ہے وہ بچہ کی طرح ہے اور وہ معاف کیا گیا اور مطلق چھوڑا گیا ہے ہمارے امام صاحب کے یہاں تو نشہ باز کی طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بیع واقع نہیں ہوتی۔ اور امام شافعی کے یہاں دونوں واقع نہیں ہوتیں تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو جو شخص حرام نشے کھا کر بیخود ہوا ہے اُس کو بھی معذور کہا جاتا ہے اگرچہ بعض امام ہی کہیں مگر کہتے تو ہیں۔

مستی کاید زبوئے شاہ فرد صد خم مے در سر و مغز آن نکرد

یعنی جو مستی کہ مستی شاہ یکتا کی بو سے آوے ایسی تو سو شراب کے مٹکوں نے بھی سر اور مغز میں نہیں کی مطلب یہ کہ جو مستی کہ مستی حق سے ہے ویسی تو سیکڑوں خم میں بھی نہیں ہے۔

پس برو تکلیف چون باشد روا اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا

یعنی پھر اُسپر تکلیف (احکام) کس طرح جائز ہو سکتی ہے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا مطلب یہ کہ جو شخص کہ مست حق ہو اُسپر کسی طرح احکام جاری ہوں گے یقینی بات ہے کہ وہ بطریق اولیٰ معذور ہوگا اُس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا تو اُس کو کوئی نہیں چلاتا اسی طرح جو کہ مست ہو گیا وہ بھی معذور ہو جاتا ہے۔

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را درس کہ دہد پارسی بومرہ را

یعنی گدھے کے بچے پر کون بوجھ رکھتا ہے اور بومرہ کو کون فارسی پڑھاتا ہے بومرہ کنیت شیطان کی ہے مطلب یہ کہ یہ باتیں بے جوڑ ہیں اور بے فائدہ ہیں اس لئے کہ گدھے کا بچہ ابھی بوجھ کو سنبھالنے کے لائق نہیں ہے اور شیطان جو کہ اوروں کو پڑھنے سے روکتا ہے خود تو کیا ہی پڑھے گا تو اسی طرح مست حق کو تکلیف احکام دینا سخت غیر موزوں ہے اور قاعدہ ہے کہ۔

بار بر گیرند چوں آمد عرج گفت حق لیس علی الاعمیٰ حرج

یعنی جب لنگڑا پن آتا ہے تو بوجھ اتار لیتے ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج نیست رنجے چوں عمیٰ و چوں حرج

یعنی اسی طرح لنگڑے پر حرج نہیں ہے اس لئے کہ اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو اندھے لنگڑے جو معذور ہوں اُن کو حق تعالیٰ نے بھی معذور رکھا ہے تو بس پھر میری تو یہ حالت ہے کہ۔

سوی خود اعمیٰ شدم از حق بصیر پس معافم از قلیل و از کثیر

یعنی میں اپنی طرف سے تو اندھا ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے بصیر ہوں پس میں قلیل و کثیر (سب احکام) سے معاف کیا گیا ہوں اور مجھپر احکام کی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ خواجہ نے اُس روستائی سے کہا کہ کمبخت تو یہ کہتا ہے اور تیری یہ حالت ہے کہ۔

لاف درویشی زنی و بے خودی ہائے ہوئے عاشقان ایزدی

یعنی درویشی اور بیخودی کی شیخی مارتا ہے اور عاشقان حق جیسی ہائے ہوئے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں امتحانت کرد غیرت امتحاں

یعنی کہ میں زمین کو آسمان سے پہچان نہیں سکتا تو غیرت حق نے تیرا امتحان کیا ہے امتحان مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ نالائق تو مست حق بنتا تھا اور اپنے کو عاشق خدا بناتا تھا اور تھا کاذب تو حق تعالیٰ نے تیرا امتحان کیا ہے کہ اُس کرہ خر کو میرے ہاتھ قتل کرایا اور اُسوقت آپکے استغراق کی حقیقت کھلگئی کہ پہچانا بھی کیا کہ اُس کا گوز تک ہے۔

باد خر کرہ چنیں رسوات کرد ہستئی نفی ترا اثبات کرد

یعنی گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کردیا اور تیری ہستی کی نفی کو ثابت

کر دیا مطلب یہ کہ تو جو اپنی ہستی کی فنا کا دعوی کرتا تھا اس گوزخرہ کرہ کے پہچان سے
حق تعالی نے ظاہر کر دیا کہ تو نہ فانی ہے نہ کچھ بلکہ مکار محض ہے آگے مولانا فرماتے ہیں

شرح حبیبی

اینچنیں رسوا کند حق شید را ۔ اینچنیں گیرد رمیدہ صید را

صد ہزاراں امتحان است ای پدر ۔ ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در

گر نداند عامہ او را ز امتحاں ۔ پختگان راہ جویندش نشاں

چوں کند دعوی خیاطی خسے ۔ افگند در پیش او شہ اطلسے

کہ بر این را بغلطاق فراخ ۔ ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ

گر نبودے امتحان ہر بدے ۔ ہر مخنث در وغا رستم بدے

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر ۔ چوں بہ بیند زخم می گردد اسیر

اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہ مکر کو یوں ذلیل کرتے ہیں جسطرح اس دیہاتی
کے مکر کو ذلیل کیا لہذا تم کو دعاوی باطلہ سے نہایت احتیاط چاہیئے کیونکہ جب کوئی
شخص دعوی کرتا ہے کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہو گیا ہوں تو اس کو لاکھوں طرح
سے جانچا جاتا ہے جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تب یہ دعوی صحیح مانا جاتا
ہے اگر عام لوگ اس کا امتحان نہیں کر سکتے تو اس رستہ کے ماہریں تو اسکا کھوج
لگا لیتے رہیں کہ یہ رستہ پر چلا بھی ہے یا نہیں اور چلا ہے تو کہاں تک پہونچا ہے
دیکھو جب کوئی شخص درزی ہونے کا دعوی کرتا ہے تو امتحان کے لیئے بادشاہ
اس کے سامنے اطلس ڈالدیتا ہے کہ ذرا بغلطاق (ایک قسم کی قبا کا نام ہے)
فراخ تو قطع کر دو اس امتحان سے اس کے دعوے کی دونوں شقیں صحت و بطلان

نفیاً و اثباتاً ظاہر ہو جاتی ہیں جب ادنیٰ سے دعوے بلا امتحان کے تسلیم نہیں کئے جاتے تو اتنا بڑا دعویٰ بدون امتحان کے کیونکر قابل قبول ہوگا پس معلوم ہوا کہ امتحان کی ضرورت ہے نیز اگر امتحان نہ ہوتا تو ہر شخص جنگ میں رستم بن سکتا تھا پس وہ امتحان ہی ہے جو حق و باطل دعاوے صادقہ وکاذبہ میں امتیاز کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو بڑا خلط مبحث ہو جاتا اور فساد عظیم لازم آجاتا لیکن جب قانون امتحان مقرر ہو گیا تو اب کسی کی تلبیس نہیں چل سکتی فرض کرو کسی مخنث نے بدعویٰ رستمی زرہ بھی پہن لی اور کسی مدعی کاذب نے اہل اللہ کی صورت بھی بنالی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جب وہ مخنث زخم کھائیگا تو بجائے اس کے کہ ثابت قدم رہے فوراً بول اٹھے گا کہ مجھے قتل نہ کرو گرفتار کر لو یونہی جب مدعی تقرب زیر امتحان آئیگا اُس کی بھی حقیقت کھلجاوے گی۔

شرح شبیری

اینچنیں رسوا کند حق شید را   اینچنیں گیرد رمیدہ صید را

یعنی حق تعالیٰ اسیطرح مکر کو رسوا کر دیتے ہیں اور اسی طرح بھاگے ہوئے شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔

صد ہزاراں امتحانست ای پدر   ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در

یعنی باوالا کھوں امتحانات ہیں جو کوئی کہتا ہے کہ میں سپاہی ہوں سپاہی سے مراد مرد حق مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس راہ حق میں مرد بنتا ہے اُس کے لئے لاکھوں امتحانات ہیں۔

گر ندانند عامہ اورا زامتحاں   پختگان راہ جویندش نشاں

یعنی اگر عوام اُس کو امتحان سے نہ پہچان سکیں تو جو اس راہ کے پختہ ہیں وہ اُسکے نشانات کو تلاش کرتے ہیں مطلب یہ کہ اگر عوام الناس کو خبر نہ ہوئی اور وہ نہ پہچان سکے کہ یہ مرد حق ہے یا نہیں تو اہل اللہ اُسکو پہچان لیتے ہیں اور اُس کے

امتحانات کرتے ہیں آگے اُس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں کند دعویٰ خیاطی کسے　　افگند در پیش او شہ اطلسے

یعنی جب کوئی درزی ہونے کا دعوے کرے تو بادشاہ اُس کے آگے ایک اطلس ڈالدیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ ببر ایں را بغلطاق فراخ　　زامتحاں پیدا شود او را دو شاخ

یعنی کہ اس کا ایک قبا فراخ تراش دے تو امتحان سے اُس کی حالت ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہوجاوے کہ صرف دعویٰ تھا اور کچھ نہیں ہے جانتے بوجھتے کچھ نہیں

گر نبودے امتحان ہر بدے　　ہر مخنث در وغا رستم بُدے

یعنی اگر ہر بد آدمی کا امتحان نہ ہوا کرتا تو ہر مخنث لڑائی میں رستم بنجایا کرتا اسلیے زبان سے کہہ لینا کیا مشکل ہے سب کہہ لیا کرتے ہیں کہ ہم رستم ہیں۔

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر　　چوں ببیند زخم او گردد اسیر

یعنی مخنث کو زرہ پہنے ہوئے بھی فرض کرلو مگر جب وہ زخم دیکھے گا تو وہ اسیر ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اگر مخنث نامرد سارے سامان حفاظت کے بھی کرلے مگر اُس فطری ضعف طبع کو کہاں لے جاوے گا تو جب خون نکلیگا اور اُن کی پھونک نکلے گی ساری حقیقت معلوم ہوجاویگی تو اسیطرح جو شخص دعویٰ قرب حق کا کرے اور ہو غلط وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس روستائی نالائق کا ہو گیا آگے پھر اُسی خواجہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ اسکو بُرا بھلا کہہ رہا ہے اُس خواجہ نے کہا کہ۔

شرح حبیبی

مست مے ہشیار گردد از دبور　　مست حق ناید بخود از نفخ صور

باده حق راست باشد نے دروغ / دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ

ساختی خود را جنید و بایزید / رو کہ نشناسم ترا از کلید

بدرگی و نبلی و حرص و آز / چوں کنی پنہاں بشید اے مکرساز

خویش را منصور حلاجے کنی / آتشے در پنبہ یاراں زنی

کہ نہ نشناسم عمر از بو لہب / باد خر کرہ شناسم نیم شب

اے خرے کایں از تو خر باور کند / خویش را بہر تو کور و کر کند

خویش را از رہرواں کمتر شمر / تو حریف رہزنانی گہ مخور

باز پر از شید و سوئے عقل تاز / کے پرد بر آسمان پر مجاز

خویشتن را عاشق حق ساختی / عشق با دیو سیاہے باختی

عاشق و معشوق را در رستخیز / دو بدو بندند و پیش آرند نیز

تو چہ خود را گیج و بے خود کردہ / خوں رز کو خون ما را خوردہ

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ / عاشق بے خویشم و بہلول دہ

ان اشعار کے اندر ہر دو احتمال ہیں یہ بھی کہ مولانا کا مقولہ ہوں اور مخاطب ہر مدعی کاذب ہو اور یہ بھی کہ امیر کا مقولہ ہوں اور مخاطب وہ دہقانی ہو جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنو اے مدعی کاذب یا اے دہقانی یاد رکھ کہ جو لوگ شراب سے مست ہوں تو وہ پچھوا ہوا سے ہوش میں آسکتے ہیں اور مدعی کاذب ذرا سے محرک سے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ شراب محبت حق سے مست ہوں وہ نفخ صور اور قوی سے قوی محرک سے بھی ہوش میں نہیں آسکتے اس لیے کہ شراب حق اصلی اور صادق نشہ رکھتی ہے اس کا نشہ کاذب نہیں ہوتا نشہ کاذب تصنع کا ہوتا ہے جو ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے پس تو یاد رکھ

تو نے شراب محبت حق نہیں پی ہے بلکہ تصنع کیا ہے جو اپنے اثر میں ضد ہے اثر شراب محبت
حق کی اس لیئے اُس کو شراب محبت حق سے وہی نسبت ہے جو دہی کو شراب متعارف
سے تو نے اپنے کو جنید اور بایزید تو بنا رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ مجھے تو کلہاڑی
اور کنجی میں بھی تمیز نہیں ہے میں تو مشاہدۂ کمالات حق سبحانہ میں ہمہ تن مشغول ہوں
لیکن یہ تو بتا کہ تو اپنی بدذاتی اور طاعت حق سبحانہ میں کاہلی اور حرص و طمع کو مکر
سے کیونکر چھپا سکیگا جو تیرے دعوے کے بطلان کو ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے کو
منصور حلاج بناتا ہے اور بایزید بسطامی کو بھی جھوٹے میں ڈالتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے
کہ میں حضرت عمر اور ابولہب میں امتیاز نہیں کرتا میں اتنا بیخود ہوں اور ان باتوں کے
ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچانتا ہوں
یا اُس کے مماثل اور ایسے دعوے کرتا ہے جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں تو ایسی صورت
میں کوئی گدھا ہی تیرے دعوؤں کی تصدیق کر سکتا ہے اور تیری خاطر اپنے کو اندھا
اور بہرا کر سکتا ہے کہ تیرے دوسرے دعوؤں کو سنے ہی نہیں جو پہلے دعوؤں کے
منافی ہیں یا سنے تو سہی لیکن ان کے مناقض ہونے کو سمجھے ہی نہیں ارے احمق
تو اہل اللہ کی برابری کا دعویٰ مت کر بلکہ اُن سے اپنے کو حقیر سمجھ تو رہبر راہ حق
نہیں بلکہ تو تو رہزنوں کا ہم پیشہ ہے پس جھوٹے دعوے کر کے گوہ مت کھا مکر
کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ یاد رکھو تو مصنوعی پروں سے آسمان پر نہیں اڑ سکتا اور اہل اللہ
کی صورت بنانے سے مقرب نہیں بن سکتا بے وقوف تو اپنے کو عاشق حق سبحانہٗ
ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیطان پر عاشق ہے کہ اُس کی طاعت میں سرگرم ہے دیکھنا
قیامت میں تجھکو اور تیرے معشوق ابلیس کو ساتھ باندھیں گے اور سرعت کے ساتھ
تجھے حق سبحانہ کے سامنے لیجائینگے اُسوقت دیکھنا کیسی گت بنے گی تو نے جو اپنے
کو بائکل اور بیخود بنا رکھا ہے یہ مستی شراب حق تو کجا شراب انگوری بھی نہیں بلکہ ہمارا
خون پیا ہے اور بندگان حق کو ستایا ہے اُس کی ہے یعنی بندگان حق سبحانہٗ کو یا ہمکو
ستانیکی شامت ہی کہ تو بلائے تصنع میں گرفتار ہوا ہی اور کہتا ہی کہ جاؤ میں تم کو نہیں پہچانتا

میرے پاس سے چلے جاؤ میں عاشق بیخود ہوں اور گانوں کا بہلول ہوں۔

شرح شبیری

مست مے ہشیار چوں شد از دبور　　مست حق ناید بخود از نفخ صور

یعنی مست شراب تو دبور سے ہشیار ہو جاتا ہے اور مست حق نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آیا مطلب یہ کہ جو کہ مست شراب ہیں وہ تو پچھوا ہوا سے ہوشیار ہو جاتے ہیں (شاید ایسا ہو کہ چونکہ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا اس کی خنکی سے ہوش آجاتا ہو تحقیق نہیں ہے غرض کہ اُس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی ہشیار ہو جاتا ہے مگر) مست حق تو نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آتا۔ بلکہ اُسی طرح مسرور اور خوش وخرم رہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں موجود ہے لا یحزنھم الفزع الاکبر تو اُسوقت ان پر جو حالت ہو گی اُس حالت میں وہ کیفیت حب حق کی تو اُن سے زائل نہ ہو گی وہ رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ جو کہ مست حق ہیں وہ تو اسقدر عظیم واقعہ سے بھی اس استغراق سے نہ جاگیں گے اور جناب والا کا استغراق گوز خر سے جاتا رہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ تف ہے نالائق خبیث اور اُس نے کہا کہ:-

بادۂ حق راست باشد نے دروغ　　دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ

یعنی بادۂ حق تو راست ہوا کرتا ہے نہ کہ دروغ ارے تو نے تو دوغ کھایا ہے دوغ دوغ مطلب یہ کہ تجھکو اصل شے حاصل نہیں ہے بلکہ جھوٹی اور کاذب اشیار پر مغرور ہو رہا ہے۔

ساختی خود را جنید و بایزید　　رو کہ نشناسم تبر را از کلید

یعنی تو نے اپنے کو جنید اور بایزید بنایا ہے اور کہتا ہے کہ میں کنجی کو کلہاڑی سے ممتاز نہیں کر سکتا یعنی میں بوجہ استغراق کے یہ بھی نہیں پہچان سکتا کہ کونسا کلہاڑا ہے اور کونسی کنجی ہے اسقدر استغراق بڑھا ہوا ہے یہ تو کہہ رہا ہے مگر یہ تو بتا کہ

بد رگی و منبلی و حرص و آز چوں کنی پنہاں بشید لے مکرساز

یعنی اے مکرساز بدرگی کو اور کاہلی کو اور حرص و آز کو تو کس طرح چھپا سکتا ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ مخنث نے زرہ پہن لی اور تمام سامان حفاظت کے کر لیئے مگر اپنی اصلی اور جبلی عادت ضعف طبیعت سے تو معذور ہے اُس کو کہاں ہٹا دے گا تو اسیطرح اگرچہ تو نے بہت سے عبا و قبا لا دیئے اور صورت درویشوں کی بنالی مگر اپنی اصلی خصلتوں کو کہاں چھپائے گا ایسے تو آپ کی ساری حقیقت معلوم ہو جاویگی۔

خویش را منصور حلاجی کنی آتشے در پنبۂ یاراں زنی

یعنی اپنے کو تو منصور حلاجی بناتا ہے اور آگ دوستوں کی روئی میں لگاتا ہے حضرت منصور کو کہا جاتا ہے کہ آپ نداف تھے اس سے آپ کو حلاج کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک مرتبہ روئی دھنی گئی تھی تو آپکو حلاج کہتے ہیں اور اُنکا نام حسین ہے ان کے والد کا نام منصور ہے اور یہ منصور انا الحق والے حسین ابن منصور ہیں مگر یہ اپنے والد ہی کے نام سے مشہور ہیں تو اُس خواجہ نے کہا کہ ارے منصورؒ کی کرامت سے تو روئی درست ہو گئی تھی اور تو انکی مشابہت کرتا ہے اور دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے یعنی اُن کو نقصان پہونچاتا ہے اُن کو دھوکے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

که نه بشناسم عمر از بولهب باخبر کره شناسم نیم شب

یعنی عمر کو ابولہب سے (ممتاز کرکے) تو پہچان نہیں سکتا (مگر) گوز خرکرہ کو آدھی رات کو بھی شناخت کر لیتا ہوں۔

اے خری کایں از تو خر باور کند خویش را بہر تو کور و کر کند

یعنی ارے گدھے تجھسے اس بات کو وہ گدھا یقین کر لیگا جو کہ اپنے آپ کو تیرے لیئے کور و کر لیگا مطلب یہ کہ جو حق سے اندھا بن جاوے تو وہ تیری اس بات کو مان لیگا ورنہ اور کوئی تو مان نہیں سکتا آگے وہی خواجہ کہتا ہے کہ

خویش را از رہروان کمتر شمر تو حریفے رہزناں نے گہ مخور

یعنی اپنے کو سالکین سے کم سمجھ اس لیئے کہ تو تو رہزنوں کا ہم پیشہ ہے (تو دعویٰ کر کے) گر مت کھا یعنی فضول بڑائی مت کر کہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

باز پرواز شبید وسوئے عقل تاز کے پر دیر آسماں بر مجاز

یعنی مکر سے واپس ہو اور عقل کی طرف دوڑ اس لیئے کہ پر مجازی آسمان پر کب اڑ سکتا ہے لہذا جب تیرے پاس حقیقی کمالات نہیں ہیں تو ان کمالات مجازی سے عروج نہیں ہو سکتا لہذا اس مکر کو چھوڑ دو اور ان اپنے تراشے ہوئے ظاہری کمالات پر غرہ مت کرو کہ فضول ہیں۔

خویشتن را عاشق حق ساختی عشق با دیو سیاہے باختی

یعنی تو اپنے کو عاشق حق بناتا ہے حالانکہ عشق بازی ایک دیو سیاہ کے ساتھ کر رہا ہے یعنی ساتھی شیطان کا بنا ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ عاشق حق ہوں۔

عاشق و معشوق را در رستخیز دو بدو بندند پیش آرند تیز

یعنی عاشق و معشوق کو قیامت میں ایک دوسرے سے باندھیں گے اور تیزی کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے لاویں گے اس لیئے کہ المرء مع من احب تو جب اس شخص کو تعلق اصل میں شیطان کے ساتھ ہے تو اسکو اور شیطان کو ساتھ لاوینگے پھر دیکھ لو کہ شیطان کہاں جاوے گا وہیں یہ حضرت بھی چلیں گے۔

تو چو خود را بیچ و بے خود کردہ خون رز کو خون ما را خوردہ

یعنی تو نے اپنے آپ کو جو دیوانہ اور بے خود بنا رکھا ہے تو خون انگور کیا تو نے ہمارا خون کھایا ہے مطلب یہ کہ یہ جو تو دیوانہ اور بیخود بنا ہوا ہے یہ شراب کی وجہ سے نہیں ہے ارے کمبخت تو تو ہم کو ستایا ہے اور ہمارا خون کھایا ہے اُس کی وجہ سے دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اور کہتا ہے کہ۔

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ عاشق بے خویشم و بہلول دہ

یعنی کہ جا کہ میں تجھے نہیں پہچانتا مجھ سے الگ ہو میں عاشق بیخود ہوں اور گانوں کا بہلول ہوں یعنی کہتا ہے کہ بھائی میں تو بیخود ہو گیا ہوں میں کسیکو نہیں پہچانتا اور

جسطرح کہ حضرت بہلول مستِ حق تھے اسیطرح میں بھی ہوں (کمبخت بہلول بنتا ہے بتلول ہے) آگے کہتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تو تو ہم میکنی از قربِ حق ... کہ طبق گر دور نبود از طبق

آں نمی بینی کہ قربِ اولیا ... صد کرامت دارد و کار و کیا

آہن از داؤد موم می شود ... موم در دستت چو آہن می بود

قربِ خلق و رزق بر جملہ است عام ... قربِ وحی عشق دارند ایں کرام

قرب بر انواع باشد اے پدر ... می زند خورشید بر کہسار و زر

لیک قربے ہست با زر شید را ... کہ ازاں آگہ نباشد بید را

شاخ خشک و تر قریبِ آفتاب ... آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

لیک کو آں قربتِ شاخ طری ... کہ ثمار پختہ از وے می بری

شاخ خشک از قربتِ آں آفتاب ... غیر زوتر خشک گشتن و میاب

ہنگ ایں کاں شاخ خشک از قربِ خود ... غیر خشکی کے برد چیزے دگر

آں چناں مستی مباش اے بیخرد ... کہ بہ عقل آید پشیمانے خورد

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند ... عقلہائے پختہ حسرت می برند

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر ... گر ازاں می شیر گیری نخچیر گیر

اے بخوردہ از خیال جام ہیچ ... ہمچو مستان حقائق بر مپیچ

می فتی ایں سو و آں سو مست وار ... اے تو ایں سو نیست آں سو گذار

گر بدآنسو راہ یابی بعد ازاں | گہ بدیں سو گہ بداں سو سرفشاں
جملہ زیں سوئے ازاں سو گپ مزن | چوں نداری مرگ ہرزہ جاں مکن
آں خضر جاں کز اجل نہراسد او | شاید از مخلوق رانشناسد او
کام از ذوق تو ہم خوش کنی | در دمے درخیک خود پرش کنی
پس بیک سوزن تہی گردد زباد | انچنیں فربہ تن لاغر مباد
کوزہا سازی ز برف اندر شتا | کے کند چوں آب بیند او وفا

یہ ابیات بھی دو احتمال رکھتے ہیں یا مولانا کا مقولہ ہوں کما ہو الاظہر یا امیر کا اب حل سنوائے مدعی کاذب یا اے دیوانی تو قرب حق کی حقیقت صرف تعلق خالقیت و مخلوقیت و صانعیت و مصنوعیت سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو قرب خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اسمیں سیکڑوں عظمتیں اور ہزاروں شان و شوکت ہوتی ہیں اُن سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے نہیں ہوتے چنانچہ جو اہل اللہ داود علیہ السلام کی طرح مقرب بارگاہ ہیں وہ لوہے کو نرم کرسکتے ہیں اور نفس کی رعونت کو دور کرسکتے ہیں تو تو کر نیری تو یہ حالت ہے کہ تو نے تو میم کو لوہا کرلیا اور نفس جو ابتداء مُکمز ور تھا اب اُسکو زبردست بنادیا پس معلوم ہوا کہ اُنکو صرف قرب خالقیت و مخلوقیت اور رزاقیت و مرزوقیت ہی حاصل نہیں کیونکہ وہ تو سب کو حاصل ہے حتیٰ کہ کفار کو بھی بلکہ اُن کو ایک اور قرب بھی حاصل ہے جس کے ذریعہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہیں یعنی قرب وحی عشق یعنی وہ قرب جس کی بناء پر اسپر علوم و معارف فائض ہوتے ہیں جس کا منشاء ان کا عشق یا حضرت حق سبحانہ ہے ارے بابا کچھ حقیقت قرب ایک ہی فرد میں منحصر نہیں کہ تو اُس کے علاوہ دوسرے افراد کی نفی کرتا ہے بلکہ اُس کی تو مختلف قسمیں ہیں دیکھ تو سہی آفتاب پہاڑوں وغیرہ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی لیکن سونے کے ساتھ جو قرب خاص ہے وہ پہاڑ

اور بید وغیرہ کے ساتھ نہیں اور اُس کی انکو ہوا بھی نہیں لگی نیز آفتاب کو شاخ تر
اور شاخ خشک ہر دو سے قرب ہے کیونکہ آفتاب دونوں پر نور افشانی کر رہا ہے اور
محجوب نہیں ہے لیکن شاخ خشک کو وہ تقرب کہاں حاصل ہے جو شاخ تر کو حاصل ہے
کہ اس سے تم کو پختہ میوے ملتے ہیں جو کہ شاخ خشک سے نہیں ملتے ہیں بلکہ
شاخ خشک کو تو اس قرب آفتاب سے صرف یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلد خشک ہو کر
آگ میں جلنے کے کام آسکے پس اسی قسم کا تفاوت اہل اللہ اور غیر اہل اللہ کے قرب
میں ہے کہ اہل اللہ کو اس سے ثمرات باطنی حاصل ہوتے ہیں اور غیر اہل اللہ کے
لیے بجز زیادتی نقص کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا دیکھلو شاخ خشک کو قرب آفتاب
سے صرف خشکی ہی حاصل ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں پس تو ایسا مست نہ ہو کر ہوش آنیکے
بعد ندامت ہو بلکہ اُن مستوں میں سے ہو کہ جب وہ شراب پیتے ہیں تو دیگر عقلا کو حسرت
ہوتی ہے کہ کاش ہمکو بھی اسکا کوئی جرعہ ملجاتا۔ ارے تو تو بلی کی طرح چوہے کو پکڑ رہا
ہے اور دنیا سمیٹ رہا ہے۔ اگر تو شراب حق سے مست ہی تو شیر کو پکڑ یعنی عالی حوصلہ
بن اور دولت اخروی حاصل کر ارے تجھے تو اُس جام شراب حقیقی کے خیال سے
بھی کوئی حصہ نہیں ملا پس تو اہل اللہ کی طرح مضطرب مت ہو تو مستوں کی طرح کبھی
ادھر گرتا ہے کبھی اُدھر ارے بیوقوف تو تو ابھی ادھر ہی ہے اُدھر کی تو تجھے ہوا
بھی نہیں لگی۔ ہاں جب تو اس کوچہ سے واقف ہوگا پھر شوق سے کبھی ادھر سر ٹپکے
گا کبھی اُدھر اور شوق سے وجد کرنا کون منع کرتا ہے لیکن ابھی تو تو سراسر ادھر ہی ہے
لہذا ابھی تو اُدھر کی ڈینگیں نہ مار اور جب تو مر نہیں رہا ہے تو بے فائدہ جاں کنی
ظاہر مت کر حاصل یہ کہ اگر کوئی آدمی واقع میں شراب محبت سے مخمور ہو اور تاب
ضبط نہ رکھتا ہو پھر اُس سے حرکات مستانہ و مجنونانہ غیر منضبط صادر ہوں تو مضائقہ
نہیں لیکن بننا نہ چاہیئے کہ یہ جھوٹا دعوی اور تلبیس ہے جو کہ حب جاہ و مال سے ناشی
ہے لہذا حرام ہوگا تو دنیا دار ہو کر خواہ مخواہ مخلوق سے بے خبر بنتا ہے ہاں جو لوگ
خضر کی سی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور دنیا سے اتنے بے تعلق ہیں کہ موت سے

بھی نہیں ڈرتے وہ اگر مخلوق کو نہ پہچاننے کا دعویٰ کریں تو ان کو زیبا ہے تیری
تو یہ حالت ہے جیسے کوئی مزیدار اشیاء کھا کر چٹخارے لیتا ہو اور تو تو اپنی
مشک کو پھونک مار کر بھر رہا ہے ایسی مشک ایک سوئی چبھو دینے سے ہوا سے
خالی ہو جاتی ہے یعنی تیرا ذوق شوق محض وہم کی بنا پر ہے نہ کہ بنا بر حقیقت اور
تیرا تقدس محض ظاہری ہے نہ کہ حقیقی لہٰذا وہ ذرا سے امتحان سے زائل ہو جاتا ہے
اور اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کرے ایسے دھوکے باز
جو بظاہر پارسا اور بباطن شیطان ہیں اور جن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے میں
موٹا تازہ ہو اور باطن میں دبلا پتلا یعنی کمزور ہو غارت ہو جائیں کہ لوگ ان کی تلبیس
سے رہائی پائیں اے دھوکہ باز صوفی تو یاد رکھ کہ تیرا فریب یقیناً ظاہر ہو جاوے گا
اور تو رسوا ہوگا اگر جاڑے میں تو نے برف کے گلاس بنا بھی لیے تو کیا ہوا جب
ان میں پانی ڈالا جاوے گا تو وہ ٹھہر تھوڑا ہی سکتے ہیں فوراً گھل جائیں گے یعنی اگر
تو نااہلوں کے سامنے بزرگ بن بھی گیا تو جب اہل اللہ تجھے جانچیں گے تو تیری یہ
تلبیس قائم نہ رہ سکے گی۔

شرح شبیری

تو تو ہم مبکنی از قرب حق   کہ طبق گر دور نبود از طبق

یعنی تو قرب حق سے وہم کرتا ہے کہ طبق گر طبق سے دور نہیں ہوتا۔

ایں نمی بینی کہ قرب اولیا   صد کرامت دارد و کار و کیا

یعنی اسکو نہیں دیکھتا کہ اولیاء اللہ کا قرب اور سو کرامتیں اور عزو شان رکھتا ہے مطلب
یہ کہ تجھے شاید یہ غرور ہو رہا ہے کہ جسطرح کہ صانع مصنوع کی من حیث الصانعیۃ
قریب ہوتا ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ صانع ہیں وہ بھی میرے قریب ہیں تو تجھے

قرب حق حاصل ہی تو ارے جاہل یہ تو سمجھ کہ یہ قرب تو سب کو حاصل ہی حتی کہ کفار کو بھی حاصل ہی دیکھنا تو اُس قرب کا ہی جو کہ حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہی اگر وہ قرب تجھکو حاصل ہی تو بیشک تجھکو قرب حق حاصل ہی اور اگر وہ حاصل نہیں ہے تو قرب حق حاصل نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرب اولیاء جو ہوتا ہی اس کے اندر کمالات ہوتے ہیں ورنہ یوں تو سب قریب ہیں جیساکہ ارشاد ہی ونحن اقرب الیہ من حبل الورید تو اس قرب پر غرہ نہونا چاہئے معلوم ہوتا ہی کہ مولانا کے زمانہ میں اسطرح قرب حق کا کسی نے دعوی کیا ہی مولانا اس کا رد فرماتے ہیں اس خواجہ کی زبانی آگے فرماتے ہیں کہ تجھے وہ قرب تو کیا حاصل ہوتا بلکہ تو تو اُنکی ضد ہی تیری اور اُنکی تو یہ حالت ہے کہ۔

آہن از داؤد مومے می شود ۔۔۔ موم در دستت چو آہن می بود

یعنی داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تو آہن موم ہو جاتا ہی اور تیرے ہاتھ میں موم بھی لوہے کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے ہاتھ میں سہل چیزیں بھی مشکل ہو جاتی ہیں اور حضرات اہل اللہ کے سامنے مشکل بھی سہل ہو جاتے ہیں تو پھر تم اور یہ حضرات ایک درجہ میں کب ہو سکتے ہیں۔

قرب حق در رزق بر جملہ است عام ۔۔۔ قرب وحی عشق دارند ایں کرام

یعنی قرب حق اور رزق تو سب پر عام ہی اور وحی عشق کا قرب یہ کرام ہی رکھتے ہیں مطلب یہ کہ قرب دو قسم کا ہی قرب خاص اور قرب عام قرب عام تو وہی قرب من حیث الصانعیۃ ہے وہ سب کیلئے عام ہے جیسے کہ رزق عام ہی اور قرب خاص وہ ہی جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہی کہ جسمیں حق تعالی کی محبت اور اُس کے کلام اور اُس کے انعامات سے مشرف ہوتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قرب عام تو قابل فخر نہیں ہی اسلئے کہ یہ تو عوام الناس حتی کہ کفار اور حیوانات اور جمادات کو بھی حاصل ہے ہاں وہ قرب خاص قابل حصول ہے آگے خود ہی اُس کے مختلف قسم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ۔

قرب بر انواع باشد اے پدر ۔۔۔ می زند خورشید بر کہسار و زر

یعنی اے باوا قرب کئی قسم پر ہوتا ہی (جیسے کہ) خورشید کہسار پر اور زر پر دونوں پر پڑتا ہے

لیک قربے ہست با زرشید را ۔۔۔ کہ ازاں نبود خبر مر بید را

یعنی لیکن ایک قرب خاص خورشید کو زر کیساتھ ہی کہ اُسکی خبر بید کو نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کی شعاعیں معدن زر پر بھی پڑتی ہیں اور اور چیزوں مثل لکڑی وغیرہ کی اوپر بھی پڑتی ہیں مگر معدن پر جو پڑتی ہیں وہ

تو سونا بنتا ہے اور دیگر اشیاء پر ویسی نہیں پڑتی ورنہ اور ساری چیزیں بھی سونا بنجایا کریں تو دیکھو جسطرح کہ قرب سبکے ساتھ ہے مگر پھر فرق ہے اسیطرح حق تعالیٰ کو قرب بمعنی عام سب کے ساتھ ہے مگر پھر بھی فرق ہے بعض وہ ہیں کہ جنکے ساتھ خصوصیت ہے اور اس قرب سے اُن کے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جن کے اندر صفات پیدا نہیں ہوتے آگے اس فرق مراتب قرب کی ایک اور نفیس مثال فرماتے ہیں کہ

شاخ خشک و تر قریب آفتاب آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

یعنی شاخ خشک اور شاخ تر دونوں آفتاب کے قریب ہیں آفتاب دونوں سے کب حجاب رکھتا ہے یعنی وہ کسی سے منہ تو نہیں چھپاتا سب کے سامنے اور سب پر چمک ڈال رہا ہے۔

لیک کو آں قربت شاخ طری کہ ثمار پختہ از وے می خوری

یعنی لیکن وہ شاخ تر کی سی قربت کہاں ہے کہ اُس سے ثمار پختہ تو کھاوے گا مطلب یہ کہ دونوں شاخوں کو قرب آفتاب برابر حاصل ہے مگر شاخ تر کے قرب سے تو میوے کھانیکو ملتے ہیں اور شاخ خشک سے کچھ بھی نہیں بلکہ اُس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

شاخ خشک از قربت آں آفتاب غیر زوتر خشک گشتن گو میاب

یعنی شاخ خشک کو قرب آفتاب سے سوائے جلدی خشک ہو جانیکے کچھ دو کہ مت پا مطلب یہ کہ شاخ تر کو جو قرب حاصل ہے اُس سے میوے ملیں گے اور شاخ خشک کے قرب سے سوائے اس کے کہ وہ اور جلدی خشک ہو جاوے کیا نتیجہ ہوگا تو اسیطرح جنکو کہ قرب خاص حاصل ہے اُنکے اندر تو کمالات پیدا ہوتے ہیں اور جنکو کہ قرب عام حاصل ہے اُن کے اندر کمالات کا نام بھی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بنگر ایں کال شاخ خشک از قرب خور غیر خشکی می برد چیزے دگر

یعنی اسکو دیکھو کہ وہ شاخ خشک قرب خورشید سے سوائے خشکی کے اور کچھ بھی لیجاتی ہے یعنی بس وہ اسکو یہی حاصل ہوتا ہے کہ اور بھی خشک ہو جاتی ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں مستی مباش اے بیخرد کہ بہ عقل آید پشیمانی برد

یعنی اے بے عقل ایسا مست مت ہو کہ جب عقل میں آوے تو پشیمانی لیجاوے مطلب یہ کہ ایسی مستی مت اختیار کرو کہ جب ہوش میں آؤ تو افسوس کرو کہ ہم نے یہ کیا کیا۔

بلکہ زاں مستاں کہ چوں می میخورند عقلہائے پختہ حسرت می برند

یعنی بلکہ اُن مستوں میں سی ہو کہ وہ حب شراب پیتے ہیں تو عقول پختہ بھی حسرت لیجاتے ہیں مطلب یہ کہ
اُن مستوں میں سے ہو کہ جب وہ اپنی مستی میں آتے ہیں تو جو عقول کہ پہلے سی پختہ ہیں وہ بھی حسرت لیجاتی ہیں کہ
افسوس ہم ایسے نہ ہوئے اور وہ مستی حب حق کی ہی لہذا ہمیشہ مست حق ہو اور سچے بنو کذب سے کام نہیں چلیگا آگے فرماتے ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر گر توزاں می شیر گیری شیر گیر

یعنی اے شخص کہ تو بلی کی طرح بڈھے چوہے کو پکڑے ہوئی ہی اگر تو اُس شراب سے مست ہے تو شیر کو پکڑ موش پیر سے
مراد جسم اور شیر سے مراد روح ہی مطلب یہ کہ اے شخص تو جو جسم پروری میں لگا ہوا ہی اُسکو ترک کر اسلیے کہ جب
تو اُس حب حق کی شراب سے مست نہیں تو پھر روح کی پرورش کر اور اُسکو سنبھال کیا اس جسم کے پیچھے پڑا ہوا ہی

اے نخوردہ از خیال جام ہیچ ہمچو مستان حقائق بر مپیچ

یعنی اے شخص کہ وہ جام (اصلی) کے خیال سے کچھ بھی پیے ہوئے نہیں ہی تو مستان حق کی طرح مت اینٹھ
مطلب یہ کہ اے شخص کہ تو صرف دعاوی ہی کرتا ہی اور اس جام محبت حق سے تو نے کچھ بھی نہیں پیا ہے
پھر تو اُن حضرت کی طرح مستی کیوں کرتا ہے اسلیے کہ تو نے تو کچھ پیا ہی نہیں ہے

می فتی ایں سو و آں سو مست وار اے تو ایں سو نیست آں سو گذار

یعنی اے شخص کہ تو مست کی طرح اِدھر اُدھر گر رہا ہی تو تو اسیطرف ہی تیر اگذر اُس طرف نہیں ہے مطلب یہ
کہ تو تو اس دنیا کے اندر چھپا ہوا ہی تجھے اُسطرف کی یعنی مستی حق کی کیا خبر لہذا فضول مکر اور فریب مت کر۔

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں

یعنی اگر تو اُس طرف راہ پالے تو اُس کے بعد کبھی اُدھر اور کبھی ادھر سر جھاڑ یعنی اگر مستی حق حاصل ہو جاوے
تب تو اگر تو اِدھر اُدھر گرے پڑے تو ایک بات بھی ہی مگر اس سے پہلے تو فضول ہے کہ صرف دعوی اور دروغ ہی

جملہ زیں سوئے ازاں سو گپ مزن چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن

یعنی تو تو بالکل اس طرف کا ہی اُس جانب سے گپ مت مارے اور جب تو موت نہیں رکھتا تو فضول جاں کنی مت کر
موت سے مراد مرتبہ فنا کا حاصل ہونا ہی مطلب یہ کہ تیری مقتضیات اور تیری خواہشات سب اسطرف ہی
کی ہیں اور پھر تجھے ابھی مرتبہ فنا بھی حاصل نہیں ہے تو فضول تو بن رہا ہی اس سے کیا فائدہ ہو گا
بلکہ ایک روز ساری قلعی کھلجاوے گی۔

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او شاید از مخلوق را نشناسد او

یعنی وہ خضر جیسے جان والا جو کہ اجل سے ڈرتا ہی نہیں اُسکو لائق ہی کہ اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے خضر جان سے مراد عارف مطلب یہ کہ جو شخص کہ عارف ہی اور اسکو اسقدر شوق لقاء حق ہی کہ وہ موت سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ اور تمنا کرتا ہی جیسا کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہی کہ وہ معرفت کی تمنا کرتے تھے اور اُنکو دنیا میں ہی مرتبہ فنا حاصل تھا تو اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانیں تو کچھ تعجب نہیں اسلئے کہ اُنکو اسکا حق ہی مگر اس سے پہلے تو بالکل کذب اور صریح مکر ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ــ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ٭ راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم ٭ نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے ٭ تا درمیکدہ شاداں غزلخواں بروم ـ اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں کہ اُنکو موت کے آنے کا اشتیاق تھا مشہور و معروف ہیں ـ

کام از ذوق توہم خوش کنی　　در دمے در خیک خود پرش کنی

یعنی تالو کو ذوق توہم سے خوش کر رہا ہی اور اپنی مشک میں پھونک مار کر بھر رہا ہے ـ

پس بیک سوزن تہی گردی زباد　　ایں چنیں فربہ تن لاغر میاد

یعنی پس تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جاوے گا ایسا فربہ تن (ظاہر میں) اور لاغر تن (حقیقت میں) خدا کرے نہ ہے مطلب یہ کہ تو توہم قرب حق سے خوش ہو رہا ہی اور پھولا رہا ہی کہ یہ مجھکو قرب حق حاصل ہے مگر یاد ہے کہ یہ ساری شیخی اور ساری باتیں ایک ذرا سے امتحان سے نکلجاویگی اگر ادھر سے امتحان ہو گیا تو بس ساری مستی رہ جاویگی اور سارا قرب دھرا رہ جاویگا آگے اُس کی حالت کی سریع الزوال ہونے کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ :ـ

کوزہا سازی ز برف اندر شتا　　کے کند چوں تاب بیند آں وفا

یعنی اگر تم جاڑے میں برتن بنالو تو وہ جب گرمی دیکھیں گے کب وفا کریں گے مطلب یہ کہ اگر تم کسی طرح سے برف کے برتن بنالو تو اُن کو دیکھکر اگر چہ کوئی اُسوقت دھوکا کھا جاویگا مگر جب گرمی اُنکو پہونچیگی تو یقیناً سب پگھل جاویں گے اور تمہاری ساری قلعی کھلجاویگی اسیطرح اگر تم قرب حق اور حب حق کا دعوی کرتے ہو تو ایک دن وہ ہوگا کہ تمہاری ساری قلعی کھلجاوے گی اور سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ جناب کو کیسی محبت تھی آگے ایک گیدڑ کی حکایت کہ وہ رنگین ہو گیا تھا تو طاؤس صفت بننے کا دعوی کیا جب اُس سے کہا گیا کہ اچھا مور کیطرح ناچو یا آواز کرو تو وہ ان دونوں باتوں کو نہ کر سکا تو آخر اُسکی قلعی کھلگئی اور ذلیل ہوا بیان فرماتے ہیں ـ

تمام شد نصف تقریبی ربع اول از دفتر ثالث کلید مثنوی ٭